# اولیاء اللہ

خواجہ عابد نظامی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اولیاء اللہ

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مؤلفہ

خواجہ عابد نظامی

مکتبہ درویش

۵۴ عبدالکریم روڈ (قلعہ گوجر سنگھ) لاہور (پاکستان)

Marfat.com

297.692
ا ۱۲ ع
143378
۱۴۳۳۷۸

# اولیاء اللہ

| | | |
|---|---|---|
| تالیف | : | خواجہ عابد نظامی |
| ناشر | : | مکتبہ درویش لاہور |
| بار اول | : | ۱۹۹۶ء |
| صفحات | : | ۳۵۲ |
| ہدیہ | : | دو سو (۲۰۰) روپے |
| مطبع | : | شرکت پرنٹنگ پریس لاہور |
| تعداد | : | ۵۰۰ |

براہ راست طلب فرمائیے:

دفتر ماہنامہ درویش ۵۴۔ عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

صدق الله العظيم

یاد رکھو! یقیناً جو اولیاء اللہ ہیں ان پر نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے

(پارہ ۱۱، رکوع ۱۲)

Marfat.com

اولیاءاللہ سے ہم کو محبت کیوں نہ ہو
بیٹھ کر صحبت میں اُن کی یاد آتا ہے خُدا

خواجہ عابد نظامی

Marfat.com

# نذر

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضورؐ
جن کی اطاعت کے طفیل
پیکرانِ خاکی
اَولیاء اللہ کے مقدّس گروہ میں
شامل ہو جاتے ہیں

خواجہ عابد نظامی

Marfat.com

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| -1 | پہلی بات | 9 |
| -2 | تقدیم و تبریک | 13 |


## باب اول


| | | |
|---|---|---|
| -3 | تصوف کیا ہے؟ | 17 |


## باب دوم


| | | |
|---|---|---|
| -4 | حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ | 33 |
| -5 | حضرت خواجہ حسن بصریؒ | 39 |
| -6 | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ | 43 |
| -7 | حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ | 45 |
| -8 | حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ | 49 |
| -9 | حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشیؒ | 55 |
| -10 | حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصریؒ | 57 |
| -11 | حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ | 59 |
| -12 | حضرت خواجہ ابو ابدال چشتیؒ | 62 |
| -13 | حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ | 64 |
| -14 | حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ | 65 |
| -15 | حضرت خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتیؒ | 67 |
| -16 | حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی شامیؒ | 69 |
| -17 | حضرت خواجہ حاجی شریف الدین زندنی چشتیؒ | 71 |
| -18 | حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ | 73 |


Marfat.com

## باب سوم


| | | |
|---|---|---|
| -19 | حضرت سید علی ہجویریؒ | 79 |
| -20 | حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ | 87 |
| -21 | حضرت جلال الدین رومیؒ | 101 |
| -22 | حضرت بہاؤالدین زکریاؒ | 113 |


## باب چہارم


| | | |
|---|---|---|
| -23 | حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ | 119 |
| -24 | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | 131 |
| -25 | حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ | 141 |
| -26 | حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ | 151 |
| -27 | حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ | 165 |
| -28 | حضرت خواجہ کمال الدین علامہؒ | 177 |
| -29 | حضرت خواجہ سراج الدینؒ | 178 |
| -30 | حضرت خواجہ علم الدین علم الحقؒ | 179 |
| -31 | حضرت خواجہ محمود عرف راجنؒ | 180 |
| -32 | حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمنؒ | 181 |
| -33 | حضرت خواجہ ابو صالح حسن محمدؒ | 182 |
| -34 | حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامدؒ | 183 |
| -35 | حضرت خواجہ ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنیؒ | 184 |
| -36 | حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ | 185 |
| -37 | حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ | 187 |
| -38 | حضرت شاہ فخر الدین دہلویؒ | 191 |


Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| -39 | حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ | 201 |
| -40 | حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ | 211 |
| -41 | حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ | 219 |
| -42 | حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ | 225 |
| -43 | حضرت سید غلام حیدر شاہ جلالپوریؒ | 233 |
| -44 | حضرت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ | 241 |
| -45 | حضرت سید غلام محی الدین گولڑویؒ | 255 |
| -46 | حضرت خواجہ حسن نظامیؒ | 261 |


## باب پنجم


| | | |
|---|---|---|
| -47 | حضرت امیر خسروؒ | 277 |
| -48 | حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ | 287 |
| -49 | حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ | 291 |
| -50 | حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ | 297 |
| -51 | حضرت سید احمد بجواڑیؒ | 307 |
| -52 | حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ | 311 |
| -53 | حضرت حافظ شاہ ولی اللہ کاشمیریؒ | 315 |


## باب ششم


| | | |
|---|---|---|
| -54 | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | 323 |
| -55 | حضرت خواجہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ | 329 |
| -56 | حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ | 335 |
| -57 | حضرت محدث اعظم کچھوچھویؒ | 346 |


Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پہلی بات

میں نے شعور کی آنکھ کھولی، تو اولیاء اللہ کی محبت میرے دل میں رچی بسی تھی۔ تذکرۃ الاولیاء (حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ)، تذکرہ غوثیہ (ملفوظات حضرت سید غوث علی شاہ پانی پتیؒ) اور کشف المحجوب (حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ) وغیرہ کتابیں میں نے بچپن ہی میں سبقاً سبقاً پڑھ لی تھیں۔ ان میں اولیاء اللہ (رحمہ اللہ) کی جو کرامات درج ہیں، وہ مجھے آج بھی ازبر ہیں۔ یہ کرامات میں بچپن ہی سے لوگوں کو سناتا آ رہا ہوں، البتہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ سننے والوں میں سے کسی نے بات کاٹ دی اور کہا: اب کہاں ہیں ایسے اولیاء اللہ۔

اولیاء اللہ سے یہ زمین کبھی خالی نہیں رہی اور نہ رہے گی۔ اللہ کا دین ہم تک انہی کے توسط سے پہنچا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم انحطاط و زوال کا شکار ہو جاتی ہے تو اس کی زد میں معاشرہ کا ہر طبقہ آ جاتا ہے۔ اب یہی حال ہمارا ہے۔ ہمارے عہد میں نہ قبول حق کی استعداد اور خواہش رکھنے والے عوام الناس ہیں نہ اخلاص و للہیت سے لوگوں تک حق پہنچانے والے علمائے کرام۔ کچھ ایسی ہی حالت اہل خانقاہ کی بھی ہے (الا ماشاء اللہ!) اکثر گدی نشینوں نے باپ دادا کی روش اور ان کے مشن کو چھوڑ کر دنیا داری کو اپنا لیا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے کے بجائے اب انہوں نے اسمبلیوں کی نشستوں کو پسند کر لیا ہے۔ اب یہ "پیر" یا "صاحب زادے" اسی طرح کے دنیا پرست بن گئے ہیں، جس طرح کے لوگوں کی ہمارے اگلے

Marfat.com

بزرگ اصلاح فرمایا کرتے تھے' علامہ محمد اقبالؒ کو یونہی نہیں کہنا پڑا تھا کہ ؎

قم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

بزرگان سلف کی روش سے گریز کے باعث آج کوئی ان "گورکنوں" پر زبان تنقید دراز کرتا ہے تو ہم عقیدت مندوں کو سخت غصہ آتا ہے' لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے ان "ممدوحوں" کا تو اپنے اب وجد سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ بایں ہمہ یہ تسلیم' کہ ان "گورکنوں" کے "اسوہ حسنہ" میں ہماری ہدایت و نجات کا کوئی سامان نہیں لیکن روحانیت کے ان اداروں کے منکرین یہ بھی تو سوچیں کہ اولیاء اللہ دنیا سے بالکل ناپید تو نہیں ہو گئے۔ یہ تو امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت و مہربانی کے باعث ہمیشہ موجود رہیں گے۔ البتہ ہم میں یہ خامی در آئی ہے کہ ہم ان اہل اللہ کی تلاش میں کوشش نہیں کرتے۔ یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر اولیاء اللہ کی پہچان کیا ہے؟ انہیں کہاں تلاش کیا جائے اور ان کی تلاش میں ہمارا معیار کیا ہو؟ تو اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ معیار اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جو بزرگ آپ کو سرکار دو عالم کی راہ دکھائیں اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کریں اور وہ خود بھی سنت مصطفوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا عملی نمونہ ہوں تو بلاشبہ یہی اولیاء اللہ ہیں۔ ہمیں ان کی ذات والا صفات سے پوری طرح استفادہ و استفاضہ کرنا چاہئے کہ اس میں ہماری فلاح ہے۔

مدت ہوئی کہیں علامہ محمد اقبالؒ کا یہ جملہ پڑھا تھا کہ میرے زمانہ میں اہل کمال صوفیہ نظروں سے اوجھل ہیں۔ لہٰذا میں نے اپنا باطنی چراغ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل خود ہی روشن کر لیا ہے!..... میرا خیال ہے ہمارے زمانے میں بھی (جب تک کوئی مرشد کامل نہ ملے) علامہ مرحوم کے اس تجربے سے ضرور اور بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے اور عزم و ہمت سے راہ معرفت پر گامزن ہو جانا چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دل میں عہد کر لیا جائے کہ ہم نے اپنی پوری زندگی سرکار دو

Marfat.com

عالمؐ کی اتباع میں گزارنی ہے کہ وہ ہمارے مرشد اعظم ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ ہم اب بھی ان سے پوری طرح فیض و ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں مرحوم نے "الملفوظ" میں بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ کوئی بھی سچا مسلمان "بے پیرا" نہیں ہے۔ سرکار دو عالمؐ ہر امتی کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ سے محبت رکھنے اور کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی بدولت اس نسبت روحانی میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ طالب کو اسی طرح فیضان حاصل ہونے لگتا ہے' جس طرح عہد صحابہ میں حاصل ہوتا تھا' اس لئے کہ حضورؐ خاتم النبین ہیں اور اب حشر تک آپ ہی کا دور ہے۔ آپؐ کی فیض رسانی کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا (ہاں بعد میں استفاضہ کرنے والے صحابی نہیں ولی ہوں گے)

مرشد کامل اسی وقت ملتا ہے جب اللہ کا خصوصی کرم اور سرکار دو عالمؐ کی نظر عنایت ہوتی ہے۔ ایک مرشد کامل طالب صادق کو سرکار دو عالمؐ کے قدموں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرید کی معراج ہے۔

الحمد للہ مجھے وہ نسبت نصیب ہے کہ اب دل ادھر ادھر کسی اور کی تلاش میں آنے جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تاہم کسی اللہ والے کے بارے میں علم ہوتا ہے تو میں اس کی زیارت کے لئے ضرور چلا جاتا ہوں' لیکن دکھے ہوئے دل کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اکثر جگہوں پر جا کر سخت مایوسی ہوتی ہے۔ لوگ طلب دنیا کے لئے اپنی دوکانیں سجائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال ان کے پاس آنے والے "گاہکوں" کا ہوتا ہے۔ یہ آنے والے بھی روحانی و دینی فیوض حاصل کرنے کی غرض سے نہیں' بلکہ محض دنیا طلبی کی خاطر آتے ہیں۔ دنیا جسے سرکار دو عالمؐ نے مردار سے تشبیہ دی اور اس کے طالبوں کو کلاب سے العیاذ باللہ !

اولیاء اللہ کے یہ حالات طیبات میں نے اسی غرض سے لکھے ہیں کہ ہم سب ان نفوس قدسیہ کی جگمگاتی سیرتوں سے ہدایت حاصل کریں۔ اپنے سینوں کو نور عرفان سے روشن و تابناک بنائیں۔

Marfat.com

اولیاء اللہ کے یہ حالات طیبات میں نے اسی غرض سے لکھے ہیں کہ ہم سب ان نفوس قدسیہ کی جگمگاتی سیرتوں سے ہدایت حاصل کریں۔ اپنے سینوں کو نور عرفان سے روشن و تابناک بنائیں۔ یہ حالات لکھتے ہوئے میں نے کرامات (جن کا صدور بلاشبہ ہوتا ہے) لکھنے سے قصداً" گریز کیا ہے' اس لئے کہ ہمارے زمانے کے منکرین تصوف ناحق ان کو بحث کا موضوع بناتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے یہ حالات طیبات میں اس یقین کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ ان کی روشن سیرتیں خود ہی بہت بڑی کرامت ہیں ایسی زندہ و پائندہ کرامت کہ آج بھی ہم ان کی بدولت ہدایت و کامیابی (دینی و دنیوی) حاصل کر سکتے ہیں ضرورت صرف طلب صادق اور استقامت کی ہے۔

انشاء اللہ یہ کتاب حصول مرشد کی سچی تڑپ بھی پیدا کرے گی اور اس سلسلے میں ایک معیار بھی سامنے رکھے گی۔ البتہ یہ یاد رہے کہ تصوف محض علم کا نہیں اخلاص عمل کا نام ہے۔

خواجہ عابد نظامی

21 اگست 1996

Marfat.com

# تقدیم و تبریک

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب کا ہمیں تہہ دل سے شکر گزار ہونا چاہئے جنہوں نے امت مسلمہ کی مادیت گزیدہ عروق کا بالغ نظری کے ساتھ معائنہ کیا اور ان کے علاج و اصلاح کے لئے نہایت محنت و محبت اور قابلیت سے ان اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے حالات طیبات مرتب فرمائے جنہوں نے ملت کے عروق مردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی' ان کا ہاتھ ملت کی نبض پر تھا اور مسلمانوں کی ملی زندگی میں جب بھی کوئی مشکل مقام آیا تو ان ہی بزرگوں نے بصیرت اور حکمت کے ساتھ ناموافق حالات کا مقابلہ کیا۔

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ خواجہ صاحب کی شخصیت میں بے شمار سعادتیں جمع ہیں' انہیں قدرت نے خوش بختی کے خزانے سے بہت سا ذخیرہ عطا کیا ہے' وہ عالی نسب ہیں اور ان کی پرورش و پرداخت اردو کے صاحب طرز انشاپرداز اور اقلیم روحانیت کے درویش خدامست حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے سائے میں ہوئی ہے' عابد حسین نام بھی انہوں نے تجویز فرمایا' خواجہ صاحب کے والد ماجد خواجہ محمد حسین نظامی ان کے محبوب مرید اور خلیفہ ہیں۔ انہوں نے ان کے والد کو پاک دل' آیت اللہ اور محرم شاہ جیسے خطابات سے نوازا جو ایک مرشد کامل کی طرف سے مرید صادق کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہیں' خواجہ عابد نظامی خود سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سے منسلک ہیں اور انہیں اپنے والد ماجد اور درگاہ شریف حضرت خواجہ حسن نظامیؒ دہلوی کے سجادہ نشین حضرت خواجہ حسن ثانی دہلوی کی طرف سے سلاسل اربعہ کی خلافت بھی عطا ہوئی' یہی وہ ذمہ داری ہے جس کے باعث وہ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کا مشن زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی عالم اسلام کی سیاسی و ملی تاریخ پر عبور رکھتے ہیں اور اسلامی قلب و ذہن رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ امت مسلمہ کے مسائل و مشاکل سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں اور انہیں ہر لحظہ امت محمدیہ کی خیر خواہی و ہمدردی عزیز ہے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کی غفلت شعاری' بے عملی اور تن آسانی پر تڑپتے اور خون کے آنسو بہاتے ہیں بلکہ اپنی تحریر و تقریر اور فکر و شعر کے ذریعہ ان میں غیرت ایمانی اور جذبہ ملی بیدار کرنے میں کوشاں ہیں' ان کا مقصد زیست اپنی تمام علمی و عملی قوتوں کو بروئے کار لا کر امت مسلمہ کو شاندار ماضی کی روشنی میں حالیہ مشکلات و مسائل سے نکالنا اور روشن مستقبل مہیا کرنا ہے۔ وہ

Marfat.com

خوب جانتے ہیں کہ اقوام کی زندگی میں اپنے عظیم اسلاف اور زعماء ملت کے عظیم و جلیل کارنامے نہ صرف مینارہ نور ہوتے ہیں بلکہ تعمیر شخصیت اور تربیت سیرت کے لئے پرکشش دعوت عمل کا کام بھی دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں اسلام کے آفاقی اصولوں اور ہمیشہ کے لئے قابل عمل تعلیمات کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ کوشش کرتے ہیں کہ علماء اسلام اور زعمائے ملت کے عظیم الشان کارناموں اور سیرت و کردار کو امت مسلمہ کے سامنے بطور نمونہ و مثال پیش کیا جائے اور ان نقوش کی پیروی میں دعوت عمل دی جائے۔

اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے احوال و آثار پر مشتمل ڈاکٹر خواجہ صاحب کے تحریری سرمایہ کو ایک نظر دیکھ کر ہم یہ فیصلہ دے سکتے ہیں کہ وہ بجا طور پر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی فوز و فلاح کے لئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اولیاء کرام ------------ امت مسلمہ کے لئے قیادت اور راہنمائی کا عظیم سرمایہ ہیں، یہی وہ جانثاران اسلام ہیں جو زمانے بھر میں عظیم و جلیل اور منفرد کام سرانجام دیئے، مظلوم و مقہور انسانیت کا مقدر سنوارنے اور تاریخ کا رخ موڑنے کے لئے کارواں در کارواں اللہ کے دین حق کو عام کرنے کے لئے پورے ہندوستان میں پھیل گئے، اسی کاروان حق کے نقوش پا ہر دور میں امت مسلمہ کے لئے سرمہ بصیرت ہیں۔

خواجہ صاحب نے ان تمام مضامین کی تیاری کے لئے تصوف اور اولیائے کرام کے سوانحی ماخذ و مصادر کا وسیع اور غائر مطالعہ کیا ہے۔ ہر بات دلیل و سند کے ساتھ نقل کی ہے، تحریر کی زبان نہایت سلیس، سادہ اور دلکش ہے، اسلوب تحریر اتنا دلربا ہے کہ خود بخود قاری کے دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا ہے، ان مقالات سے بچے، بوڑھے، جوان، خواتین، پڑھے لکھے اور نیم خواندہ سب یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں اور یہی ان کے اسلوب تحریر کا کمال ہے۔

اولیاء کرام کے حالات کو تاریخی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے کیونکہ تاریخ کے کسی دور میں بھی تصوف و طریقت پر جمود طاری نہیں رہا۔ ان مضامین میں صوفیاء کرام کے انقلابی کارناموں کو سماجی اور سیاسی ماحول سے مربوط کر کے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

ڈاکٹر خواجہ صاحب کے یہ مضامین بظاہر مختصر نظر آتے ہیں لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بلا کی جامعیت ہے، خواجہ صاحب نے ان مقالات میں زیادہ تر اولیاء اللہ کے وہ حالات و واقعات پیش کئے ہیں جو عصر حاضر میں ہر انسان کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں، جن سے تعمیر سیرت و شخصیت کا کام لیا جا سکتا ہے اور جن پر عمل کر کے موجودہ دور کا انسان اطمینان اور سکون کی وہ گراں بہا دولت پا سکتا ہے جو تہذیب نو کی دسیسہ کاریوں کے باعث اس سے چھن چکی ہے۔

**ڈاکٹر خالق داد ملک** پی۔ ایچ۔ ڈی

Marfat.com

# بابِ اوّل

Marfat.com

Marfat.com

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ

# تصوّف کیا ھے؟

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

"اللہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے کلام کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں' سلام ہے"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو اہل تصوف کی آواز سنے اور ان کی پکار پر یقین نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غافلوں میں لکھا جاتا ہے"

"لوگوں نے اسم (تصوف) کی تحقیق میں بہت سے اقوال بیان کئے ہیں اور (اس موضوع پر متعدد) کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف کا لباس پہنتا ہے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ ایک اور گروہ کا قول ہے کہ یہ اسم لفظ صفا سے مشتق ہے۔ غرض لفظ تصوف کے معنی میں ہر شخص نے لطیف اشارات بیان کئے ہیں' لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ سب لغوی تحقیق ہے جن کا (تصوف کے) حقیقی معنی سے کوئی تعلق نہیں۔ صفائی سب امور میں محمود ہے اور اس کی ضد کدورت ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کی کدورت باقی رہ گئی" اور کسی چیز کی خوبیوں کا نام اس کی برگزیدگی اور عمدگی ہے اور اس کی خرابیوں کا نام اس کی کدورت اور برائی ہے۔ پس چونکہ اس حال (تصوف) والوں نے اپنے اخلاق و معاملات (ظاہری اطوار) کو درست کر لیا ہے اور طبیعت کی آفت (طبعی اور باطنی عیوب) سے بیزاری اختیار کر لی ہے' اس لئے

Marfat.com

ان لوگوں کو صوفی کہتے ہیں اور یہ اسم اس گروہ کا اسم علم ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کا حصہ (حق) اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ ان کے معاملات کو پوشیدہ رکھا جا سکے یہاں تک کہ ان کے اسم کے لئے بھی کسی ایسے مادہ سے مشتق ہونا لازم ہے (کہ وصفی معنی پر دلالت کرے) اور اس زمانہ میں حق تعالیٰ نے اکثر لوگوں کو اس حال (تصوف) اور اہل تصوف سے حجاب میں کر رکھا ہے اور اس حال کی عمدگی کو ان کے دلوں سے پوشیدہ کر دیا ہے یہاں تک کہ اس گروہ کا خیال ہے کہ یہ کام محض مشاہدۂ باطن کے بغیر ظاہر کی اصلاح ہے اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ صوفی ایک اسم ہے جس کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں یہاں تک کہ بے ہودہ لوگوں کو دیکھ کر علمائے ظاہر بین نے بھی اس طریق (تصوف) کی اصلیت ہی کا انکار کر دیا ہے اور اس حال کے پردہ ہی سے خوش ہو گئے ہیں۔ اس لئے عوام نے ان کی تقلید کی اور طلب صفائے باطن کا خیال دل سے بالکل مٹا دیا اور سلف صالحین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ شعر

ان الصفا صفت الصدیق ان ادرت صوفیا علی التحقیق

یعنی ”اگر تم حقیقی صوفی بننا چاہتے ہو تو بلا شبہ صفائے باطن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت ہے“ کیونکہ صفائے باطن کا ایک اصل اور ایک فرع ہے اس کا اصل اغیار سے دل کا منقطع ہونا ہے اور اس کی فرع دنیائے غدار سے دل کا خالی ہونا ہے اور یہ دونوں امر حضرت صدیق اکبر ابوبکر عبداللہ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کی صفات ہیں' اس لئے کہ وہ حضرات اہل طریقت کے امام تھے اور آپ کے دل کا غیراللہ سے منقطع ہونا یوں تھا کہ جب تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے سے شکستہ دل ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر فرما رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے ہیں میں' اس کا سر کاٹ دوں گا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور باآواز بلند یہ فرمایا:

”خبردار لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا پس بلا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور جو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔“

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

Marfat.com

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بھی بہت رسول گزر چکے ہیں پس کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کیے جائیں تو تم دین سے پھر جاؤ گے؟"

یعنی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا معبود سمجھ کر ان سے دل لگا رکھا تھا' اسے اب رنج و غم کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ وہ معبود دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اور جس نے آپ کے پروردگار کو معبود سمجھ رکھا تھا' اسے کچھ فکر نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرے گا غرض جو فانی چیز میں دل لگاتا ہے۔ وہ یقیناً فنا ہو جاتی ہے اور اس کے فنا ہو جانے سے اس کو رنج حاصل ہوتا ہے لیکن جو شخص اپنی جان حضرت باقی سبحانہ' کے حوالے کر دیتا ہے تو جب اس کا نفس فنا ہو جاتا ہے (اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے) تو وہ بقائے دوام سے (بغیر تعلق جسم) باقی رہتا ہے۔ پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو انسانی (ظاہری) آنکھ سے دیکھا جب وہ (جسم اطہر) دنیا سے اٹھ گیا تو حضور کی تعظیم بھی اس کے دل سے اٹھ گئی اور جس نے حضور کی روح اقدس کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھا' اس کے نزدیک حضور کا دنیا سے چلا جانا اور یہاں رہنا دونوں یکساں ہیں کیونکہ اس نے حالت بقا میں آپ کی بقا کو بواسطہ حق سبحانہ' اور حالت فنا میں آپ کی فنا کو منجانب اللہ ہی سمجھا اور اس نے محول یعنی تبدیل کئے ہوئے (جسم اطہر) سے منہ موڑ کر محول یعنی تبدیل کرنے والے کی طرف توجہ دی اور اکرام الٰہی کے مطابق آپ کی تعظیم کی۔ نہ کسی مخلوق میں دل لگایا نہ خلقت پر نگاہ ڈالی کیونکہ جس نے خلقت کی طرف نگاہ ڈالی' وہ ہلاک ہو گیا اور جو حق کی طرف راجع ہوا وہ فرشتہ بن گیا) یعنی خلق خدا پر نظر رکھنا ہلاکت کا نشان اور حق کی طرف رجوع ہونا فرشتہ ہونے کی علامت ہے۔

اور ان کے دل کا دنیائے غدار سے خالی ہونے کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ مال و اسباب غلام وغیرہ ان کے پاس تھے' آپ نے سب راہ حق میں دے دیئے اور ایک گدڑی پہن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا:

تم نے اپنے مال و اسباب میں سے بال بچوں کے لئے کیا کچھ پیچھے چھوڑا؟ تو

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول یعنی اللہ کی محبت اور اس کے رسول کی متابعت جو دو بیش بہا خزانے ہیں۔ جب میرا دل دنیا کی عمدگی اور خوبی کے تعلق سے آزاد ہو گیا ہے تو اس کی کدورت سے بھی میں اس کو خالی کرتا ہوں اور یہی ایک سچے صوفی کی صفت ہوتی ہے۔ ان باتوں سے انکار کرنا حق سے انکار اور صریح مکابرہ (ایک دوسرے پر بڑائی ظاہر کرنا) ہے۔ میں کہہ آیا ہوں کہ صفا کدر کی ضد ہے اور کدر صفات بشریہ میں سے ہے۔ پس درحقیقت صوفی وہ ہے جو کدورت (بشری) سے آگے نکل کر صفائے حق کی طرف متوجہ ہو چنانچہ یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی خوبیوں کے مشاہدہ میں مستغرق ہونے کی وجہ سے مصر کی عورتوں کی بشریت ان پر غالب آگئی لیکن جب غلبہ سے یہ بشریت (غیر بشریت) کے ساتھ لوٹ کر حد کمال پر جا پہنچی تو ان کی نگاہ بشریت سے گزر کر ان کی فنا پر آٹھہری اور بے اختیار پکار اٹھیں۔ ماھذابشرا (یہ تو کوئی انسان نہیں) نشانہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بنایا اور حال اپنا بیان کیا اور اسی وجہ سے اس طریقہ کے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے :

"صفائے باطن بشریت کے صفات میں سے نہیں کیونکہ بشر خاک کا ڈھیلا (پتلا) ہے اور خاک کا پتلا کدورت (تاریکی) سے خالی نہیں ہو سکتا یعنی صفائے باطن جسم خاکی کی صفات میں سے نہیں کیونکہ خاک کا دارومدار صرف کدورت پر ہے اور بشر (جسم خاکی) کدورت سے نکل نہیں سکتا۔

صفائے باطن کی مثال افعال (جوارح) سے نہیں بیان کی جا سکتی اور نہ ریاضت و مجاہدات سے بشریت مٹ سکتی ہے بلکہ صفائے باطن کی صفت کو انسان کے ظاہری افعال و احوال سے کوئی نسبت ہی نہیں اور نہ صفائے باطن کے اسم کا ظاہری اسموں اور لقبوں سے کوئی تعلق ہے غرض یہ کہ صفائے قلب اولیاء اللہ کی صفت ہے اور وہ لوگ سورج ہیں جن پر بادل کا پردہ نہیں پڑا ہے) چونکہ صفائی باطن دوستان الٰہی کی صفت ہے' اس لئے جو شخص اپنی صفت سے فانی اور دوستوں کی صفت سے باقی ہے' وہی دوست ہے اور ایسے دوستان حق کے حالات اہل حال (عارف الٰہی) کے نزدیک آفتاب کی طرح روشن و عیاں ہیں۔ حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دفعہ حضرت حارثہؓ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا (وہ ایک ایسا بندہ ہے) جس کے دل کو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے نور ایمان سے منور کر دیا ہے یہاں تک کہ اس کا چہرہ اس نور ایمان کی تاثیر سے چاند کی طرح روشن اور وہ خود نور ایمانی سے متشکل ہے

اللہ جبار کی محبت اور توحید کے سامنے سورج اور چاند کے نور کی کیا حقیقت ہے کہ اس کو اس نور کی طرف نسبت کریں لیکن دنیا میں کوئی نور ان دونوروں سے جو آنکھوں کا نور ہیں' بڑھ کر ظاہر نہیں کیا۔ سورج اور چاند کے نور سے' تو آسمان کو دیکھتے ہیں اور نور توحید سے امور عقلی پر اطلاع پاتے ہیں۔ دنیا میں تمام مشائخ طریقت اس بات پر متفق ہیں کہ جب بندہ مقامات کی قید سے چھوٹ جائے اور اموال کی کدورت سے خالی اور تغیر و تبدل کے محل سے آزاد ہو کر تمام نیک اوصاف سے متصف ہو جائے اور پھر اپنی کسی اچھی صفت کی قید کا خیال نہ رکھے اور اس پر نگاہ نہ ڈالے اور نہ اس پر مغرور ہو بلکہ اس کا حال فہم و ادراک سے پوشیدہ ہو اور اس کا وقت شکوک و شبہات کے تصرف سے پاک ہو۔ تب اس کی حاضری حضرت حق سے منقطع نہیں ہوتی اور اس کے وجود کی بقا کے لئے اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں رہتی۔

جب وہ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں فانی ہو جاتا ہے اور انسانیت کی رفتار و روش میں ربانی ہو جاتا ہے اور سونا اور مٹی کا ڈھیلا اس کے نزدیک یکساں ہو جاتا ہے اس لئے احکام شریعت (جن کا بجا لانا انسان پر فرض کیا گیا ہو) کی حفاظت و بجا آوری جو دوسرے لوگوں پر دشوار ہوتی ہے' وہ اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حضرت حارثہؓ سے پوچھا:

(اے حارثہ تو نے صبح کیسے کی؟ اس نے کہا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: اے حارثہ! جو بات تو کہہ رہا ہے' اس پر غور کر' کیوں کہ ہر چیز کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ پس بتا تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ کر لیا اور اس سے ہٹا لیا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک اس کے پتھر اور سونا اور چاندی اور مٹی کا ڈھیلا سب برابر ہیں۔ پس میں رات کو بیدار اور دن کو پیاسا رہا یہاں تک کہ میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ وہ وہاں آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھتا ہوں کہ وہ آپس میں کشتی لڑ رہے (جھگڑ رہے) ہیں۔

Marfat.com

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو شرمسار کر رہے ہیں۔ (الحدیث)

اس پر حضورؐ نے فرمایا: عرفت فالزم (تو نے اپنے رب کو خوب پہچانا۔ پس اس عرفان اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لے)

صوفی نام ہے کاملوں کا۔ محقق اولیاء اللہ کو اسی نام سے پکارتے ہیں اور ہمیشہ سے پکارتے آئے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: من صفاہ الحب فھو صاف و من صفاہ الحبیب فھو صوفی (جسے محبت الٰہی صاف کر دے، وہ صافی (صاف باطن) ہے اور جسے محبوب حقیقی (ذات حق تعالیٰ) صاف کر دے، وہ صوفی ہے) یعنی جو شخص محبت الٰہی کی وجہ سے نفسانی خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے، وہ صاف باطن ہوتا ہے اور جو شخص ذات محبوب حقیقی میں مستغرق اور ماسوا اللہ سے بیزار (فانی فی اللہ اور باقی باللہ) ہو جاتا ہے۔ وہ صوفی ہے۔

لغت کی رو سے اس لفظ (تصوف) کا اشتقاق کسی مادہ سے بھی درست نہیں کیونکہ یہ معنی (صوفی کی تعریف) اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کی کوئی جنس (مادہ) ہو جس سے یہ معنی مشتق ہوں، اس لئے کہ اشتقاق مشتق اور مشتق منہ کے ہم جنس ہونے کو چاہتا ہے اور دنیا میں جو چیز بظاہر محسوس ہوتی ہے، وہ صفا کی ضد ہے لہٰذا کسی شے کو اس کی ضد سے مشتق نہیں کہہ سکتے۔ پس اہل تصوف کے نزدیک اس کے معنی بالکل "اظہر من الشمس" ہیں۔ اس کے بیان کرنے کے لئے عبارات و اشارات کی کوئی ضرورت نہیں۔

بہرحال ایسے لوگوں (جن کو صوفی کے اوصاف حاصل ہوں) کو اہل کمال صوفی کہتے ہیں اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو متصوف کا نام دیتے ہیں۔

لفظ تصوف باب تفعل سے ہے اور باب تفعل عربی میں تکلف کا تقاضا کرتا ہے (یعنی وہ اصل صوفی نہیں ہوتے بلکہ بتکلف صوفی بنتے ہیں) اور یہ (متصوف) اصل (صوفی) کی فرع ہے اور اس معنی کا فرق لغت اور معنی کی رو سے ظاہر ہے۔

پس صفائے قلب ولایت ہے جس کی ایک علامت اور روایت ہے اور تصوف بلا شبہ صفائے باطن کی حکایت ہے۔ پس صفا کے معنی روشن اور ظاہر ہیں اور تصوف اس معنی کی حکایت ہے۔ اور صوفی لوگ اس مقام پر تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(اول) صوفی

Marfat.com

(دوم) متصوف (سوم) مستصوف

صوفی تو وہ ہے جو اپنے آپ سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو اور طبعی تقاضے کے قبضہ سے رہائی پا کر باطن کی حقیقت کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

متصوف وہ ہے جو مجاہدہ اور ریاضت سے اس درجہ (صوفی) کی تلاش میں منہمک ہو اور ہر معاملہ میں صوفیہ کرام کی طرز زندگی کو پیش نظر رکھتا ہو۔

مستصوف وہ ہے جو مال و دولت اور جاہ و ثروت کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو صوفیاء کی مانند بنائے رکھنے میں مصروف ہو اور ان دونوں مراتب کی اسے خبر نہ ہو۔ مشائخ نے فرمایا ہے: مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے (اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہ ان کے نزدیک حرص ہے) اور دوسرے لوگوں کے نزدیک حریص بھیڑیئے کی طرح ہوتا ہے، جس کی تمام تگ و دو پھاڑنے اور مردار کھانے کے لئے ہوتی ہے۔ پس صوفی تو دراصل واصل بحق ہوتا ہے اور متصوف اصول طریقت پر چلنے والا اور مستصوف بالکل بیہودہ۔

جس کو وصل حق نصیب ہوا وہ اپنے مقصود کے پالینے اور مراد پر پہنچ جانے کی وجہ سے مراد سے بے مراد اور مقصود سے بے مقصود ہو گیا، اور جس کو طریقت کا اصل معلوم ہو گیا، اس کے مطابق چلا، وہ طریقت کے اقوال پر قابو پا گیا۔ اور اس کے اسرار و لطائف میں جا کر بس گیا جسے واہیات باتیں نصیب ہوں، وہ ان سب مدارج سے محروم رہا اور فقط اسم کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور اسی میں الجھ کر حقیقت سے حجاب میں ہو گیا اور حجاب میں آ جانے کی وجہ سے نہ اسے وصل حق نصیب ہوا نہ اصول طریقت سے آگاہ ہوا۔

## صوفیاء کے نزدیک صوفی کے معنی:

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی جب بولتا ہے تو اس کا کلام اس کی حقیقت حال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور جب خاموش ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء اس کی طرف سے قطع تعلقات دنیوی کو بیان کرتے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بیان کرتا ہے اس کا حال بالکل اس کے مطابق ہوتا ہے۔ اور خاموشی کی صورت میں اس کا عمل اس کے دنیا سے قطع تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

Marfat.com

مطلب یہ کہ اس کا قول صحیح اور اصول کے مطابق ہوتا ہے اور اس کا فعل خالص تجرد (دنیا سے کنارہ کشی) کو ظاہر کرتا ہے اور جب وہ بولتا ہے تو اس کا قول بالکل حق ہوتا ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کا فعل سراسر فقر ہوتا ہے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں (تصوف ایک صفت ہے جس میں بندہ قائم ہے) کسی نے پوچھا یہ بندہ کی صفت ہے یا خدا کی؟ آپ نے فرمایا: وہ حقیقت میں خدا کی صفت ہے اور ظاہر (رسم و رواج) میں بندہ کی صفت ہے۔ یعنی درحقیقت تصوف بندہ کی بشری صفت کے فنا ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور بندہ کی بشری صفت کا فنا ہونا خدا کی صفت کے باقی رہنے سے ہوتا ہے۔ پس یہ دراصل خدا کی صفت ہے اور بظاہر چونکہ تصوف بندہ کے ہمیشہ مجاہدہ (ریاضت) کا تقاضا کرتا ہے اور ہمیشہ مجاہدہ کرنا بندہ کی صفت ہے اور دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ توحید کی حقیقت کے پیش نظر کسی بندہ کے لئے یہ صفت درست نہیں ہو سکتی کیونکہ بندہ کی صفت اس کے لئے ہمیشہ نہیں ہوتی اور بندہ کی صفت سوائے اسم ظاہری کے نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ مخلوق کی صفت کو کوئی بقا حاصل نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی ملک و فعل ہوتی ہے۔ پس درحقیقت وہ صفت الٰہی ہوتی ہے مثلاً خدا تعالیٰ نے بندہ کو حکم دیا کہ روزہ رکھ اور روزہ رکھنے کی وجہ سے بندہ کا نام صائم رکھا۔ پس ظاہر میں تو روزہ بندہ کی صفت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے یہ صفت الٰہی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ہمیں خبر دی ہے۔ الصوم لی و انا اجزی بہ ترجمہ: (روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا) یعنی روزہ میری ملک ہے اس لئے کہ جتنے کام (دنیا میں) کئے جاتے ہیں، وہ سب دراصل اللہ کا فعل اور اس کی ملک ہیں اور لوگوں کا ان سب امور کو اپنی طرف منسوب کرنا ظاہری رواج اور مجاز کے طور پر ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف نفس کی ہر لذت کو چھوڑ دینا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ (اول) رسم (دوم) حقیقت۔

اگر صوفی خود حظ نفس کو چھوڑتا ہے تو حظ نفس کا چھوڑنا بھی ایک حظ ہے اور یہ ترک حظ بطور رسم و رواج ہے اور اگر حظ نفس خود صوفی کو چھوڑ دے تو یہ اس حظ نفس کا فنا ہونا ہے جس کا تعلق حقیقت مشاہدہ سے ہوتا ہے یہ ترک بطور حقیقت کے ہے پس حظ نفس کو ترک کرنا فعل بندہ ہے اور حظ نفس کا فنا ہونا (حظ نفس کا بندہ کو چھوڑ

Marfat.com

دینا) خدا کا فعل ہے اور بندہ کا فعل رسم و مجاز ہوتا ہے اور خدا کا فعل حقیقت۔ اس قول سے حضرت جنید رحمہ اللہ کا قول جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ خوب واضح ہو جاتا ہے اور حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی وہ لوگ ہیں جن کی ارواح بشریت کی تاریکیوں اور نفسانی خواہشوں سے پاک صاف ہو گئی ہوں اور دنیا کی حرص و ہوا سے نجات پا کر حق تعالیٰ کے حضور صفت اول میں کھڑے ہونے کی سعادت حاصل کر چکے ہوں اور یہی حضرت فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے کہ کوئی چیز اس کے ملک (قبضہ) میں نہ ہو اور نہ وہ کسی (غیر اللہ) کے ملک میں ہو اور یہ عین فنا ہے کیونکہ جس کی صفت فانی ہے وہ نہ کسی چیز کا مالک ہوتا ہے نہ مملوک۔ اس لئے کہ ملک کا اطلاق دنیا کے مال و متاع پر ہی ہوتا ہے اور صوفی دنیا کے مال و متاع بلکہ عقبیٰ کی اکثر زینت میں بھی کسی چیز کو ملک نہیں بناتا تاکہ وہ کہیں اپنے نفس کی ملک اور حکم کے ماتحت نہ ہو جائے اور ایک اولوالعزم بادشاہ کی طرح اپنا ارادہ غیر اللہ سے منقطع کرلیتا ہے تاکہ لوگ اس کی بندگی کی حرص نہ کریں۔

اور ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (تصوف) ایک ایسی حقیقت ہے جس کی ظاہری تعریف کوئی نہیں) اس لئے کہ ظاہری تعریف معاملات میں مخلوق خدا کا حصہ ہے اور اس کی حقیقت خدا کا خاصہ۔ جب تصوف مخلوق سے منہ پھیرلیتا ہے تو لامحالہ اس کی کوئی ظاہری تعریف نہ ہونی چاہیے۔

اور ابو عمرو دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تصوف موجودات کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنا بلکہ آنکھ ان سے بند کر لینا ہے یعنی موجودات کو دیکھے تو ناقص اور عیب دار اور یہ صفت کے بقا کی دلیل ہے بلکہ آنکھ ان سے بند کر لے) یہ صفت کے فنا کی دلیل ہے کیونکہ نظر تو موجود پر ہی ڈالی جا سکتی ہے جب موجود ہی نہ ہو تو اس پر نظر بھی نہ رہے گی اور موجود سے آنکھ کو بند کر لینا بصیرت ربانی کی بقا ہے یعنی جو اپنی ذات کو نہ دیکھے وہ حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے کیونکہ موجود کا طالب خود اپنا طالب بھی ہوتا ہے اور اس کا کام اپنے ہی متعلق ہوتا ہے (یعنی وہ خود ہی طالب اور خود ہی مطلوب ہوتا ہے) اور اس کو اپنی ذات سے باہر کوئی راستہ نہیں ملتا۔ پس ایک شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے لیکن ناقص اور عیب دار نظر سے اور دوسرا اپنی آنکھ اپنی ذات ہی سے بند کرلیتا ہے اور کچھ نہیں دیکھتا اور جو شخص دیکھتا ہے اگرچہ ناقص نظر

Marfat.com

سے دیکھتا ہے اس کی آنکھ اس کا حجاب ہوتی ہے اور باوجودیکہ وہ دیکھتا ہے لیکن اپنی ناقص بینائی کی وجہ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جو شخص نہیں دیکھتا وہ اپنی بینائی کی وجہ سے حجاب میں نہیں رہتا اور یہ بات اہل تصوف و ارباب طریقت کے نزدیک وہ مضبوط اصل ہے (جس پر تصوف کے اسرار و لطائف کی عمارت قائم ہے)

حضرت حضری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف مخالف کی کدورت (آلودگی) سے باطن کو پاک کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ اپنے باطن کو مخالف حق (کفر و شرک کی آلودگیوں) سے محفوظ رکھے اس لئے کہ دوستی موافقت کو کہتے ہیں اور موافقت مخالفت کی ضد ہے اور دوست کو دنیا میں دوست کے حکم کی اطاعت کے سوا کچھ پسند نہیں ہوتا اور جب مراد ہی ایک ہو تو اس کی مخالفت کہاں ممکن اور متصور ہو سکتی ہے۔

حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

تصوف خوش خلقی ہے پس جو شخص خوش خلقی میں تجھ سے زیادہ ہے وہ تصوف میں بھی تجھ سے بڑھ کر ہے) یعنی تصوف نیک خو ہونا ہے۔ جو زیادہ نیک خو ہو وہ زیادہ صوفی ہے۔ خوش خلقی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خدا کے ساتھ دوسری مخلوق کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ خوش خلقی اس کی قضا پر راضی ہونا اور مخلوق کے ساتھ خوش خلقی خدا کے لئے ان کی صحبت کا بار اٹھانا (اور ان کے دوسرے حقوق کو ادا کرنا) ہے۔ یہ دونوں صفتیں طالب کی ہیں (یعنی ان کا فائدہ طالب کو ہے) اللہ کی صفت طالب کی رضا اور ناراضی سے مستغنی ہونا ہے اور یہ دونوں اس کی وحدانیت کے پیش نظر ان سے متعلق ہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے یعنی سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف پہننا، سیر، فقر۔ اس لئے کہ سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء ہے اور وہ اس طرح کہ آپ نے راہ حق میں اپنے بیٹے کو فدا کر دیا اور رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اقتدا ہے کہ خدا کے حکم پر راضی ہو کر اپنی جان عزیز دے دی اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی اتباع ہے کہ آپ نے کیڑوں کی مصیبت اور (غیرت الٰہی) پر صبر کیا اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کی پیروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الا تکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا (آپ لوگوں سے تین دن صرف اشارہ سے بات کریں گے) اور نیز اس صورت میں فرمایا: زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو مخفی طور پر پکارا) اور غربت

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیروی ہے کہ وہ اپنے وطن میں رہ کر بھی بے وطن تھے اور اپنے رشتہ داروں سے بے گانہ رہے اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع ہے کہ ساری عمر تبلیغ حق کے لئے سیاحت کرتے رہے اور ایسے مجرد تھے کہ سوائے پیالہ اور کنگھی کے کوئی چیز پاس نہ رکھتے تھے۔ جب انہوں نے ایک شخص کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی پیتے ہوئے دیکھا تو پیالہ کو پھینک دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ وہ انگلیوں سے بال سنوار رہا ہے تو کنگھی کو بھی پھینک دیا اور صوف پہننا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا ہے کہ آپ اونی کپڑے کا لباس پہنتے تھے اور فقر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں حضورؐ کو سپرد کر کے فرمایا کہ آپ کوئی تکلیف نہ اٹھائیں اور ان خزانوں سے اپنی زینت (اسباب معاش) فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ بار خدا! مجھے ایک روز کھانا کھلانا اور ایک روز بھوکا رکھنا' اور یہی اصول عمل اور بندگی کے لئے بہت اچھے ہیں۔

حضرت حضری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صوفی اپنے عدم کے بعد موجود نہیں ہوتا اور نہ اپنے وجود کے بعد معلوم ہوتا ہے یعنی جو کچھ وہ گم کرتا ہے دوبارہ اس کو ہرگز نہیں پاتا اور جو کچھ وہ پالیتا ہے ہرگز اس کو گم نہیں کرتا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کا حق کو پالینا نہ پالینے میں کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ اور اس کا اپنی ذات کو نہ پانا کبھی پالینے میں تبدیل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کا اثبات بغیر نفی کے اور نفی بغیر اثبات کے ہو جاتا ہے۔ مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ اس کی بشریت کا حال پورے طور پر اس سے ساقط ہو جائے۔ اور جسمانی مشاہدات اس کے حق میں معدوم ہو جائیں اور اس کا تعلق جملہ موجودات سے منقطع ہو جائے۔ اس لئے کہ بشریت کا بھید اس شخص پر کھل جاتا ہے جو اپنے تمام پراگندہ اور متفرق خیالات کو اپنی ذات میں جمع کر دے اور اپنی ہی ذات سے قیام حاصل کرے۔ اور یہ صورت اللہ تعالیٰ کے دو مقدس پیغمبروں میں ظاہر ہوئیں۔ ایک موسیٰ علیہ السلام تھے کہ آپ کے وجود میں عدم نہ تھا۔ اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہوئے کہا تھا کہ رب اشرح لی صدری (اے میرے رب میرا سینہ کھول دے) دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کے عدم مشاہدۂ حق میں محویت کاملہ میں وجود

Marfat.com

(بے حضوری) نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:
الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا) ایک موسیٰ علیہ السلام' نے اپنی آرائش چاہی اور زینت طلب کی اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو طلب و خواہش کے بغیر آراستہ کیا۔

تصوف کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ صوفی کے تمام حالات (ظاہری باطنی) حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ اور درست ہوں یعنی صوفی کے حالات (مکاشفہ وغیرہ) اس کو اصلی حال (مشاہدۂ حق) سے غیر کی طرف نہ پھیردیں اور کجروی میں نہ ڈال دیں۔ اس لئے کہ جس شخص کا دل احوال کے پھیرنے والے (حق تعالیٰ) کا شکار ہو رہا ہے' اس کے حالات اس کے درجہ استقامت (راست روی) سے نہیں گراتے اور دید حق سے باز نہیں رکھتے۔

## تصوف کے معاملات:

ابو حفص نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تصوف سب کا سب ادب ہے کہ ہر وقت و مقام و حال کے لئے ایک ادب ہے جو شخص اوقات کے آداب بجالانے کو اپنے اوپر لازم کرلے' وہ مردان راہ حق کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور جو آداب کو ضائع کر دیتا ہے۔ وہ اس لحاظ سے کہ اپنے آپ کو قریب سمجھتا ہے بعید ہوتا ہے اور اس حیثیت سے مردود ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو مقبول خیال کرتا ہے اور یہ مطلب ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول سے بالکل قریب ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ تصوف صرف رسوم اور علوم کا نام نہیں' بلکہ وہ تو اخلاق حسنہ کا نام ہے یعنی تصوف اگر کسی اسم کا نام ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا اگر کوئی علم ہوتا تو وہ تعلیم سے حاصل ہو جاتا وہ تو صرف اخلاق (آداب) کا نام ہے کہ جب تک اس کا حکم تو اپنے اندر نہ چاہے اور اس کے معاملات میں اپنی ذات کو درست نہ کرے اور اپنی ذات کو اس کا انصاف نہ دے وہ حاصل نہیں ہوتا اور رسوم و اخلاق کے درمیان فرق یہ ہے کہ رسم تکلف اور اسباب پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا ظاہر' باطن کے خلاف ہوتا ہے یعنی ایک بے حقیقت فعل ہوتا ہے۔ رہا خلق تو وہ بغیر تکلف اور اسباب کے نیک فعل ہوتا ہے۔ ایسے طور پر کہ اس کا ظاہر باطن کے موافق اور دعوے سے خالی ہو۔

حضرت مرتعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف حسن خلق ہے اور یہ تین طرح پر ہوتا

Marfat.com

ہے : (اول) نیک برتاؤ اللہ کے ساتھ اور یہ بغیر ریا کے اس کے احکام ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (دوم) نیک برتاؤ خلقت کے ساتھ جو بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت اور اپنے برابر کے لوگوں سے مساویانہ سلوک کرنے اور کسی لالچ کے بغیر سب کے ساتھ انصاف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (سوم) نیک برتاؤ اپنے ساتھ جو خواہش نفس کی متابعت نہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو ان تینوں باتوں میں درست کرے، وہ حسن خلق پر فائز ہوتا ہے اور یہ بات جو میں نے بیان کی ہے، وہ اس قول کے مطابق ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی نسبت بتایئے تو آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو۔ خدائے تعالیٰ نے خود اس کے متعلق خبر دی ہے فرمایا ہے: خذالعفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاہلین آپ عفو اختیار کیجئے اور نیک امر کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے) اور نیز حضرت مرتعش رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہ مذہب تصوف سب معقول ہے، اس میں بے ہودہ بات نہ ملاؤ یعنی رسمی صوفیوں کے معاملات کے ساتھ اسے نہ لپیٹو۔ اور ان کی پیروی کرنے والوں سے بھاگو اور جب عوام نے اہل زمانہ میں سے رسمی صوفیوں کو دیکھا اور ان کا ناچنا اور سرود کہنا اور بادشاہوں کی درباروں میں (دینوی مفاد کے لئے) جانا اور دنیوی غرض اور خوراک کے لئے آپس میں جھگڑنا معلوم کیا تو تمام صوفیوں سے ہی بداعتقاد ہو گئے اور کہنے لگے کہ طریقہ صوفیاء کی اگر یہی حقیقت ہے تو پہلے صوفی بھی اسی طریق پر چلے ہوں گے۔ انہوں نے یہ معلوم نہ کیا کہ یہ زمانہ فترت (یعنی وہ زمانہ جس میں کوئی نبی نہ ہو) —— اور ابتلاء کا ہے۔ جب حرص بادشاہ کو ظلم میں اور لالچ عالم کو بدکاری اور زنا میں اور ریاکاری زاہد کو نفاق میں ڈال دیتی ہے تو خواہش نفس صوفی کو بھی ضرور ناچ کود میں ڈال دیتی ہے۔ جان لو کہ اگر اہل طریقہ تباہ ہو جائیں تو اصل طریقہ تباہ نہیں ہو سکتا نیز جان لو کہ بے ہودہ روش کے لوگوں میں سے اگر کوئی گمراہ اپنی بیہودہ روش کو شریفوں کی نیک و معقول روش میں پوشیدہ کر دے تو اس سے ان شریفوں کی معقول روش بیہودہ روش نہیں بن سکتی۔

حضرت ابوعلی قزوینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف پسندیدہ اخلاق کو کہتے ہیں اور اخلاق و افعال پسندیدہ یہ ہیں کہ بندہ تمام حالات میں خدا تعالیٰ سے خوش رہے اور اس

Marfat.com

کی رضا پر راضی ہو۔

ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تصوف آزادی، جواں مردی، ترک تکلف، سخاوت اور دنیا کا مال راہ حق میں خرچ کرنا ہے اور آزادی یہ ہے کہ بندہ خواہش نفس سے آزاد ہو جائے اور جواں مردی یہ ہے کہ جواں مردی کے دیکھنے سے کنارہ کش ہو جائے اور ترک تکلف یہ ہے کہ اپنے متعلقات اور نصیب میں کوشش نہ کرے اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دے۔

اور ابوالحسن ابو شنجہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل تصوف صرف نام ہے اور کوئی حقیقت نہیں ہے اور پہلے زمانہ میں حقیقت تھی صرف نام نہ تھا یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے زمانہ میں صوفی نام تو نہ تھا لیکن اس کی اصل اور معنی ہر شخص میں موجود تھے۔ اور اب صرف نام ہے اور معنی موجود نہیں یعنی اس زمانہ میں معاملات صوفیاء معلوم تھے اور دعویٰ تصوف کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اب تصوف کا دعویٰ تو عام طور پر معلوم ہے، لیکن معاملات تصوف کا کوئی پتہ نہیں۔

میں نے تصوف کے بارے میں مشائخ طریقت کے اقوال و ارشادات کی اس قدر تحقیق بیان کر دی ہے جس سے تم پر (اللہ تمہیں نیکی دے) اس طریق کی حقیقت کھل جائے گی اور اس طریق کے منکرین سے یہ کہہ سکو گے کہ تصوف کے انکار سے تمہاری کیا مراد ہے۔ اگر صرف اسم تصوف کا انکار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ معنی اپنے مسمیٰ سے بے گانہ ہوتے ہیں۔ (ضروری نہیں کہ نام کے معنی نام والے میں پائے جائیں) اور اگر اصل تصوف کے معانی و معارف کا انکار کرتے ہیں تو یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوری شریعت اور ان کی عمدہ خصلتوں کا انکار ہے (اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے اولیاء کی سی نیکی عطا فرمائے) میں تمہیں وصیت کرتا ہوں، تم اس کی پوری رعایت کرنا اور اس میں انصاف کرنا، تصوف کا دعویٰ کم کرنا اور اہل تصوف کے ساتھ نیک اعتقاد رکھنا اور توفیق ہر امر کی اللہ ہی کے ہاں ہے۔

(حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف لطیف "کشف المحجوب" سے ماخوذ)

Marfat.com

# باب دوم

Marfat.com

Marfat.com

# امام الاولیاء امیر المومنین

# حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعثت کا چوتھا سال تھا' حکم نازل ہوا کہ اپنے اعزہ کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور فرمایا اے بنی مطلب! میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں' تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اور کون میرا معاون و مددگار بنتا ہے۔ چاروں جانب سناٹا چھا گیا' نوجوان اور بوڑھے حضورؐ کی یہ بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ چند لمحوں بعد ایک آواز بلند ہوئی:

"اگرچہ میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں' تاہم میں آپ کا معاون و مددگار بنوں گا۔"

قریش کے بھرے پرے مجمعے سے اٹھنے والی یہ آواز علیؓ ابن ابی طالب کی تھی۔ حضور نے تین مرتبہ اس سوال کو دہرایا' جواب میں ہر مرتبہ حضرت علی ہی کی آواز آئی۔

حضرت علیؓ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ کے خاندان بنی ہاشم کو کعبہ کی تولیت کی وجہ سے پورے عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔ حضورؐ کے اور چچا بھی تھے لیکن جو تعلق خاطر آپ کو حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کے ساتھ تھا وہ اور کسی کے ساتھ نہ تھا۔ ابو طالب بھی حضورؐ سے بڑی محبت کرتے تھے اور اس زمانے میں جب کہ حضورؐ ہر طرف سے مشرکین مکہ کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے۔ آپ کی حمایت اور پشت پناہی کرتے تھے۔

ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی' اس لئے حضورؐ نے اپنے چچا کا بار ہلکا کرنے

Marfat.com

کے لئے حضرت علیؓ کو اپنے دامن پرورش میں لے لیا تھا۔ اس طرح ابتداء ہی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علیؓ دعوت اسلام کے ہر مرحلے اور آزمائش میں حضورؐ کے ساتھ رہے 2ھ میں مدینہ آنے کے بعد حضورؐ نے انہیں اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت علیؓ نے تمام غزوات (بدر' احد خندق' بنی قریظہ اور حنین وغیرہ) میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ علاوہ ازیں متعدد سرایا میں آپ کو کمانڈر بنا کر بھیجا گیا' جنہیں آپ نے کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے غسل اور تجہیز و تکفین کی سعادت میں بھی آپ شریک تھے۔ غرض آغاز بعثت سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت شیخین کو آپ کے مفید مشوروں پر بڑا اعتماد تھا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی آپ آخر تک حمایت کرتے رہے۔

## خلافت

ذی الحجہ 35ھ کا واقعہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔ مدینہ منورہ میں شور قیامت بپا تھا۔ ہر طرف باغیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں' اس وقت اکابر صحابہؓ میں حضرت علیؓ ہی کی ذات گرامی ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا' چنانچہ مہاجرین و انصار جن میں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ بھی تھے' آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے حضرت علیؓ نے یہ اشارہ سمجھ کر جواب دیا: مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ تم لوگ جسے منتخب کرو گے' میں بھی اسے قبول کر لوں گا۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس منصب کا حق دار نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے پھر عذر کیا کہ امیر ہونے کے بجائے مجھے مشیر ہونا زیادہ پسند ہے۔

جب حضرت علیؓ نے بہت انکار کیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ غرض مسلمانوں کے اصرار سے مجبور ہو کر اور امت اسلامیہ کے مفاد کا لحاظ

Marfat.com

کر کے آپ نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور مجمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس بیعت میں مدینہ منورہ کے تمام ممتاز صحابہؓ شریک تھے۔

حضرت علیؓ کا پورا دور خلافت خانہ جنگیوں میں گزرا۔ مسند خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ کو ایک دن بھی اندرونی جھگڑوں سے فرصت نہ ملی۔ اس کے باوجود آپ کے دور خلافت میں سیستان اور کابل کے بعض علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ 38ھ میں بحری راستہ سے کوکن پر بھی حملہ کیا گیا۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ایران میں جا بجا بغاوتیں برپا ہوئیں۔ کرمان اور فارس کے صوبے باغی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے اندرونی دشواریوں کے باوجود ان بغاوتوں کو اس سختی کے ساتھ فرو کیا کہ آئندہ کسی کو بغاوت کی جرات نہ ہوئی۔

## شہادت

خلافت کے بعد جس طرح حضرت علیؓ کو ستایا گیا اور قدم قدم پر مشکلات پیدا کی گئیں۔ غور کریں تو ان سے صرف حضرت علیؓ ہی عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ اپنے دور خلافت میں ان کو جو جنگیں لڑنی پڑیں' ان میں ایک جنگ نہروان کے مقام پر خارجیوں کے ساتھ بھی تھی جس میں خارجیوں کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ اس پر خارجیوں کے تین آدمیوں عبدالرحمٰن ابن ملجم' برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے آپس میں مشورہ کیا کہ نہروان کے مقتولین کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے۔ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں ہی حکومت کے اہل نہیں ہیں' ان کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے ہم مصیبت میں مبتلا ہیں' ان دونوں کو قتل کر دینا چاہیئے پھر اس فہرست میں حضرت عمرو بن العاص کا نام بھی شامل کر لیا گیا۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو' برک بن عبداللہ نے امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن بکر نے حضرت عمرو بن العاص کو شہید کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔

رمضان 40ھ کو نماز فجر کے وقت ایک ہی دن ان اشقیا نے تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ اتفاق سے حضرت عمرو بن العاص کے بجائے اس دن کسی اور شخص نے فجر کی نماز پڑھائی' ان کے دھوکے میں وہ شہید ہو گیا برک نے امیر معاویہؓ پر حملہ کیا مگر ان پر اوچھا وار لگا' اس لئے وہ علاج معالجہ سے بچ گئے۔

ابن ملجم نے اپنے کام میں ایک اور شخص شبیب بن بجرہ اشجعی کو بھی شریک کر لیا تھا۔ یہ دونوں حضرت علیؓ کی گزرگاہ پر چھپ رہے' جیسے ہی آپ فجر کی نماز کے لئے نکلے

Marfat.com

تو دونوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ کو کاری زخم آیا' آپ نے آواز دی لوگ دوڑ پڑے شبیب بھاگ گیا' لیکن ابن ملجم کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس روز حضرت علیؓ کے بجائے جعدہ بن ہبیرہ نے نماز پڑھائی نماز کے بعد ابن ملجم کو و پیش کیا گیا۔ اس سے چند سوالات کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے آرام سے رکھا جائے۔ پھر لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر میں زخم کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکوں تو خدا کے حکم کے مطابق اس کو قصاص میں قتل کر دینا اور اگر بچ گیا تو اس کے معاملے پر خود غور کروں گا۔

زخمی ہونے کے تیسرے دن 20 رمضان 40 ھ کو آپ نے انتقال فرمایا' حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رشد و ہدایت اور علم و عرفان کے اس آفتاب عالم تاب کو کوفہ کے قریب عزیٰ نامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔

## دور خلافت میں عمال کی نگرانی

حضرت فاروقؓ اعظم کی طرح آپ بھی اپنے عمال کی بڑی سخت نگرانی کرتے تھے۔ ایک دفعہ منذر بن جارود والی اصطخر کے متعلق خبر ملی کہ وہ اپنا زیادہ وقت سیروشکار میں صرف کرتے ہیں اور فرائض منصبی میں غفلت برتتے ہیں۔ آپ نے انہیں لکھا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے فرائض چھوڑ کر سیروشکار میں نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو اگر یہ صحیح ہے تو میں تم کو اس کا بدلہ دوں گا۔

اس کے بعد انہیں طلب کر کے معزول کر دیا۔

تحریری بازپرس کے علاوہ کمیشن مقرر کر کے بھی عمال کے طرز عمل کی تحقیقات کراتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبؓ بن مالک انصاری کو عراق کے حکام کی تحقیقات پر مامور فرمایا اور ہدایت کی:

"تم چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عراق جاؤ اور ہر ضلع میں جا کر وہاں کے عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی ہر روش پر کڑی نظر ڈالو۔"

## بیت المال کی حفاظت

بیت المال کی حفاظت میں بھی آپ حضرت عمر ہی کی طرح اہتمام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہؓ بن عباس نے بصرہ کے بیت المال سے دس ہزار کی رقم لے لی' آپ کو معلوم ہوا تو فوراً انہیں رقم واپس کرنے کے لئے لکھا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ عمرو بن سلمہ اصفہان کا خراج لائے اس میں شہد اور چربی بھی تھی، حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم نے یہ چیزیں مانگ بھیجیں۔ عمرو بن سلمہ نے ایک پیپا شہد اور ایک پیپا چربی انہیں بھیج دی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے بیت المال کی چیزوں کو شمار کیا تو دو پیپے کم نکلے۔ عمرو بن سلمہ سے سختی کے ساتھ پوچھا، انہوں نے بتا دیا۔ آپ نے اسی وقت دونوں پیپے منگا لیے۔ اور اس میں سے جو کچھ خرچ ہو چکا تھا۔ اس کا اندازہ لگا کر قیمت ادا کر دی۔

## بازار کی نگرانی

بازار کے نرخ اور ناپ تول کی دیکھ بھال اور نگرانی خود کرتے تھے۔ درہ لے کر بازار نکل جاتے اور بیچنے والوں کو حسن معاملت اور ناپ تول میں ایمانداری کی ہدایت فرماتے۔

## باب العلم

مکتب نبوت سے جو فیض آپ کو پہنچا وہ صحابہ کے حصہ میں آیا۔ خود زبان نبوت سے آپ کو انا مدینتہ العلم و علی بابھا کی سند ملی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں، کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔

فقہ میں آپ کی ذات گرامی صحابہ کرام کا مرجع تھی، حضرت عمرؓ خود مجتہد اور امام فقہ تھے، آپ سے استفادہ کرتے تھے حتیٰ کہ امیر معاویہؓ کو اختلاف کے باوجود اکثر موقعہ پر آپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود جن کے فتاوئ پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، آپ کے فیض یافتہ تھے۔

تصوف کا سرچشمہ بھی آپ۔ ہی کی ذات گرامی ہے صوفیاء کے تمام بڑے بڑے سلاسل حضرت خواجہ حسن بصری کے واسطہ سے آپ تک پہنچتے ہیں۔

آپ شاعری کا بھی نہایت ستھرا اور پاکیزہ مذاق رکھتے۔ آپ سے منسوب دیوان عام طور پر دستیاب ہو جاتا ہے۔

علم نحو کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی۔ سب سے پہلے آپ نے ابوالاسود دئلی کو نحو کے اصول سکھائے تھے، جس نے بعد میں ان اصولوں کی روشنی میں نحو کے قواعد مرتب کیے۔ انہوں نے کہا:

Marfat.com

"علیؓ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا اور حکمت ٹپکتی تھی دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے وحشت کرتے تھے۔ رات کی تاریکی اور وحشت سے محبت کرتے تھے۔ عبرت پذیر اور بہت غور و فکر کرنے والے تھے۔ معمولی لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند کرتے تھے۔ ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے۔ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور باطل میں طمع نہیں کر سکتا تھا اور کمزور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا بعض مواقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے، ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے ایک بے قرار اور غم رسیدہ انسان کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں: اے دنیا کسی اور کو فریب دے تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے، میری مشتاق ہے۔ افسوس۔ افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ ہائے ہائے، سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زاد سفر تھوڑا ہے۔"

آپ کی زندگی ہی میں آپ سے بغض رکھنے والے اور آپ کی تعریف میں غلو کرنے والے لوگ موجود تھے۔ مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدریؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں منافقوں کو بغض علیؓ سے پہچان لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کے سامنے ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو آپ نے فرمایا:

"جو کچھ تم میرے متعلق کہتے ہو، اس سے کم تر ہوں لیکن جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس سے برتر ہوں۔"

علم کے ساتھ عمل کا یہ حال تھا کہ زبیرؓ بن سعید کا بیان ہے کہ بنی ہاشم میں آپ سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ علیؓ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔

## سیرت مرتضوی

عدی بن حاتم، حضرت علیؓ کے صحبت یافتہ تھے ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے کہا کہ حضرت علیؓ کے بارے میں کچھ بیان کریں۔ اس کے جواب میں عدی نے جو تقریر کی وہ سیرت مرتضوی پر ایک جامع تبصرہ ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

پہلی صدی ہجری کی بات ہے، بصرہ میں شمعون نامی ایک آتش پرست رہتا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس کے ایک مسلمان پڑوسی اسے ملنے کے لئے آئے۔ تمام عمر آگ کی پرستش کرنے سے شمعون کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر پڑوسی کا جی بھر آیا اس نے شمعون کو اسلام کی ترغیب دی اور اس سے کہا کہ آخرت میں آگ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسلام قبول کر لو۔ شمعون بولا: میں نے ستر سال آگ کی پرستش کی ہے۔ یہ مجھے نہیں جلائے گی۔ مسلمان پڑوسی نے کہا: آگ کا کام تو جلانا ہے۔ بہرحال بہتر ہے کہ تم اپنے معبود کو آزما لو۔ شمعون کے گھر میں آتش کدہ دہک رہا تھا۔ مسلمان پڑوسی نے کہا تم سچے ہو تو اپنا ہاتھ اس آگ میں ڈالو۔ تمہارا مذہب سچا ہو گا۔ تو تم ضرور آگ سے محفوظ رہو گے۔ شمعون ڈر گیا۔ بولا: یہ بات ہے تو تم آگ میں ہاتھ ڈال دکھاؤ، آگ نے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچایا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر مسلمان پڑوسی نے بسم اللہ پڑھ کر اپنے ہاتھ آگ میں ڈال دیئے۔ اللہ کا کرنا آگ نے کچھ بھی اثر نہ کیا۔ دونوں ہاتھ محفوظ رہے۔ یہ دیکھ کر شمعون نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد شمعون نے اپنے پڑوسی سے کہا اب مجھ پر ایک مہربانی اور کریں مجھے ایک عہد نامہ تحریر کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سابقہ تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ پڑوسی نے اس کی خوشی کی خاطر یہ عہد نامہ لکھ دیا۔ شمعون نے کہا مہربانی فرما کر اس عہد نامے پر ممتاز مسلمانوں کی شہادت بھی درج کرا دیں۔ پڑوسی نے یہ شرط بھی پوری کر دی۔ پھر شمعون اپنے نیک دل پڑوسی سے بولا کہ مجھ سے وعدہ کریں کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دیں گے اور قبر میں اتاریں

Marfat.com

گے اور یہ عہد نامہ مجھے ہاتھ میں دے دیں گے۔ پڑوسی نے یہ شرط بھی منظور کی۔ اس کے بعد شمعون نے دوبارہ اطمینان کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھا اور جان جاں آفرین کے سپرد کی۔

آتش پرست شمعون کو آخرت میں عذاب آتش سے بچانے والے یہ نیک دل پڑوسی اپنے عہد کے عظیم مسلمان خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ تھے جو مولائے کائنات حضرت سید نا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی کنیت ابو سعید ہے۔ آپ جواہر کی تجارت کرتے تھے اس لئے لوگ آپ کو حسن لولو بھی کہتے تھے۔ آپ کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے ایک سو تیس صحابہ کرام کو دیکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام آپ سے بہت مانوس تھے۔ آپ نے جملہ علوم و فنون اپنے پیرو مرشد حضرت سید نا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو اپنا فرزند کہا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بھی تربیت پائی تھی۔ روضتہ الاحباب میں ہے کہ آپ کے والد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام موسیٰ راعی تھا۔ آپ ہفتہ میں ایک دن وعظ فرماتے۔ حضرت مالک دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک روز آپ سے دریافت کیا۔ انسان کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: مردہ دلی میں۔ پوچھا: مردہ دلی کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی طرف راغب ہونا۔

حضرت خواجہ کی خدمت میں جنات بھی اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ ایک روز فجر کی نماز کے لئے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں آئے۔ اس وقت مسجد کا دروازہ بند تھا۔ اس وقت حضرت خواجہ رحمتہ اللہ دعا میں مشغول تھے اور اندر سے آمین کی آوازیں آ رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ رحمتہ اللہ سمجھے کہ آپ کے کوئی ارادت مند ہوں گے۔ آپ مسجد کے باہر ہی ٹھہر گئے۔ جب مسجد کا دروازہ کھلا تو حضرت عبداللہ رحمتہ اللہ اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ اکیلے ہی بیٹھے ہیں۔ نماز سے

Marfat.com

فراغت کے بعد حضرت عبداللہ رحمتہ اللہ نے پوچھا کہ جب دروازہ بند تھا تو وہ آمین کی آوازیں کس کی تھیں۔ فرمایا: فجر سے پہلے یہاں جنات آتے ہیں۔ میں ان کے سامنے واعظ کہتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں۔ تم نے ان کی آمین سنی تھی۔

ایک دفعہ آپ کے ساتھ بزرگوں کا قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں سب کو شدید پیاس محسوس ہوئی۔ دور ایک کنواں نظر آیا۔ قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہاں رسی اور ڈول نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں' تم سب پیٹ بھر کر پانی پی لینا۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے تو کنویں کا پانی ابل آیا۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر پیا۔ ایک آدمی نے اپنے برتن میں پانی جمع کرنا شروع کیا تو پانی دوبارہ نیچے چلا گیا۔ پانی جمع کرنے والے نے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے اللہ پر اعتماد چھوڑ دیا اسی لئے پانی کا جوش ختم ہو گیا۔ ایک روز کسی نے کہا کہ فلاں شخص ہر وقت آپ کی غیبت کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے بصورت تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھجوائیں اور پیغام دیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں درج کروا رہے ہو۔ میں اس کا کوئی معاوضہ تو ادا نہیں کر سکتا۔

کسی محفل میں آپ نے ایک شخص کو بار بار قہقہے لگاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تو پل صراط پر سے گزرا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پوچھا: تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ اس نے کہا: یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا: پھر یہ خواہ مخواہ کا ہنسنا کیسا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد وہ شخص زندگی میں کبھی نہیں ہنسا۔

ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کا کیسا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: اس شخص جیسا' جس کی کشتی سمندر میں ٹوٹ گئی ہو' اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے پر رہ گیا ہو' بلکہ میرا حال اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ساتھ رہتا ہوں جو دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ پچاس ساٹھ سال سے ایک جیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ جن کے کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ جب رات ہوتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رکوع و سجود میں روتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کے انداز میں درخواست کرتے ہیں۔ میں ایسی زندگی گزارنے والوں کے ساتھ رہتا ہوں۔

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فقراء سے جان پہچان

Marfat.com

رکھو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔ یہ بڑی دولت والے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا دولت ہے؟ فرمایا: قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جس کسی نے تمہیں روٹی کھلائی، پانی پلایا یا کپڑا پہنایا، اس کو تلاش کر کے اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

ایک روز حضرت خواجہ رحمتہ اللہ نے ایک شخص کو تن تنہا بیٹھا دیکھا۔ پوچھا: اللہ کے بندے تم کسی سے ملتے کیوں نہیں؟ کم از کم کبھی حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو تو ملو۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے اس کی فرصت نہیں۔ میں اللہ کی نعمتوں کو یاد کرتا ہوں۔ اور اس پر شکر کرتا ہوں۔ پھر اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہوں اور ان پر استغفار کرتا ہوں۔ مجھے بھلا حسن بصری سے ملنے کی فرصت کہاں؟ یہ سن کر آپ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا: اللہ کے بندے! تم تو حسن بصری سے بھی زیادہ سمجھ دار ہو۔

آپ کا قول ہے کہ دنیا میں پانچ قسم کے آدمی ہیں۔ (1) عالم، جو انبیاء کا ورثہ ہیں۔ (2) زاہد، جو خلقت کے رہبر ہیں۔ (3) نمازی، جو سیف اللہ ہیں۔ (4) تاجر، جو اللہ تعالی کے امین ہیں۔ (5) حکمران، جو مخلوق کے نگہبان ہیں۔ اگر عالم لالچی ہو تو کس کی اقتدا کی جائے؟ اگر زاہد دنیا کی طرف راغب ہو، تو ہدایت کس سے حاصل کی جائے؟ اگر نمازی ریا کار ہو، تو اس کا عمل قبول نہیں۔ اگر تاجر خیانت کرے تو امانت دار کس کو بنایا جائے اور اگر حکمران خود بھیڑیئے بن جائیں، تو بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ خدا کی قسم ایسے عالموں نے ایسے زاہدوں نے اور ایسے نمازیوں اور ایسے تاجروں نے اور ایسے حکمرانوں نے لوگوں کو ہلاک کیا۔ یہ سب عنقریب جان لیں گے کہ انہیں کس کروٹ پلٹنا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا وصال 5۔ رجب 110 ھ کو 89 سال کی عمر میں ہوا۔ مزار مبارک قدیم بصرہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

# حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابوالفضل اور نام نامی عبدالواحد بن زید ہے۔

آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے اور افطار چند لقموں تک محدود رکھتے۔

آپ پر زہد کا غلبہ رہتا تھا' جو کچھ پاس ہوتا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ علوم ظاہریہ میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ان کی بیعت سے پہلے بھی چالیس سال تک مجاہدات میں مشغول رہے۔

عمر مبارک کا بیشتر حصہ سیاحت میں گزرا۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں ملک چین میں ایک زاہد کی عبادت گاہ پر پہنچا۔ میں نے اسے آواز دی۔

اے زاہد!

اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ آواز دی۔ پھر بھی اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ آواز دینے پر اس نے مجھے غور سے دیکھا اور کہا:

ابن زید! میں زاہد نہیں ہوں۔ زاہد وہ ہوتا ہے' جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کی بڑائی کی تعظیم کرتا ہے۔ اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہے۔ اس کی قضاء و قدر پر راضی رہتا ہے اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے۔ اس کی قدرت تسلیم کرتا ہے۔ اس کی ہیبت کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اس کی یوم حساب کی فکر کرتا ہے۔ دن میں روزے رکھتا ہے اور

Marfat.com

رات کو نماز پڑھتا ہے۔ دوزخ کا خوف اس کو ہمیشہ بیدار رکھتا ہے۔ میں زاہد نہیں۔ میں تو ایک پھاڑ کھانے والا درندہ ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس جگہ قید کر رکھا ہے تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ پھاڑ کھاؤں' اور کسی کو مجھ سے تکلیف نہ پہنچے۔

میں نے پوچھا: اے زاہد! کس چیز نے مخلوق کو اللہ کی طرف سے بہکا دیا؟ جواب دیا: میرے بھائی! اللہ کی معرفت کے بعد جس چیز نے لوگوں کو اللہ کی طرف سے بہکایا ہے۔ وہ دنیا کی محبت ہے۔ عقلمند ہے وہ جو اس چیز کو دل سے نکال پھینکے اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہیں۔ ان کی طرف متوجہ رہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت خوف (عذاب) کی وجہ سے کرتا ہے' وہ حق تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا بلکہ خود اپنی عبادت کرتا ہے اور اپنی نجات کی طمع میں یہ عبادت کرتا ہے' نہ کہ محبت اور حکم الٰہی کی اطاعت میں ــــــــ

اور فرماتے جو شخص کسی امید (بہشت و انعام اخروی) کی خاطر عبادت کرتا ہے' وہ بھی اپنی پرستش کرتا ہے' کیونکہ وہ نعمت (اخروی و راحت) کی امید پر عبادت کرتا ہے' نہ کہ محبت اور فرمانبرداری کے جذبہ کے تحت کسی نے پوچھا آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا! میں اس کی عبادت نہ کسی امید پر (مزدوری کی طرح) کرتا ہوں اور نہ کسی خوف کی بناء پر' اور نہ دعویٰ محبت کی بنیاد پر کہ اس کی بندگی اس کے شایان شان نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے حکم کی وجہ سے کرتا ہوں۔ چونکہ اس نے فرمایا کہ اے بندے! عبادت کر۔ اس لئے مشغول عبادت ہوں۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو محبوب رکھتے ہوئے اپنے قصور و کوتاہی کا معترف ہوں۔

فرمایا: اللہ کے دوستوں کو تین چیزیں عطا ہوئی ہیں۔

(1) حلاوت (بندگی)' (2) ہیبت (جلال)' (3) محبت (ذوالجلال)

آپ کا وصال 28 صفر 126 ھجری میں ہوا۔ مزار مبارک بصرہ میں ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

# حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ بعض تذکروں میں ہے کہ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم ماوراء النہر میں حاصل کی۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے سلسلہ روحانی سے بے شمار لوگوں کے سینے روشن فرمائے۔ مشہور ہے کہ جوانی میں آپ مرو اور سرخس کے علاقہ میں ڈاکہ ڈالا کرتے تھے' لیکن جب نماز کا وقت آتا تو قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرتے۔

ایک روز دیوار پھلانگ کر کسی گھر میں جانا ہی چاہتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت کان میں پڑی :-

"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد میں تڑپ اٹھیں۔"

یہ سنتے ہی فرمایا : ہاں وہ وقت آگیا ہے۔ فضیل آج سچے دل سے تائب ہوتا ہے۔ اس کے بعد بصرہ میں حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے حلقہ مریدین میں شامل ہو کر عبادات و مجاہدات میں مشغول ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ جو بھی آپ کی مجلس میں آتا' نیکی کی راہ پر گامزن ہو جاتا

اکل حلال کے لئے آپ لوگوں کے گھروں میں پانی بھرا کرتے تھے اور جو اجرت ملتی اس سے اپنی اور اپنے عیال کی ضروریات پوری کرتے۔ حضرت خواجہ ابو علی فرماتے ہیں کہ میں تیس برس حضرت کی خدمت میں رہا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ کے سوا

Marfat.com

کبھی ان کو ہنستے نہیں دیکھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل سے سنا ہے کہ جو شخص حکومت و ریاست کا طالب ہوتا ہے' وہ ذلیل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ایک روز کہا: مجھ کو کوئی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: دنیا میں چھوٹا بن کر رہنا چاہئے۔ (تاریخ مشائخ چشت: مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر فضیل بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ خلیفہ کی معیت میں حج کرنے گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر خلیفہ ہارون الرشید نے کسی باخدا بزرگ کی قدم بوسی کی خواہش ظاہر کی۔ میں انہیں حضرت عبدالرزاق سنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد خلیفہ نے اشارتاً" مجھے ان کی مالی ضروریات دریافت کرنے کو کہا۔ اس پر انہوں نے اپنے قرض کا ذکر کیا' چنانچہ مطلوبہ رقم انہیں دے دی گئی' پھر خلیفہ نے کہا: مجھے کہیں اور لے چلو' تو میں انہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لے گیا۔ کچھ باتوں کے بعد خلیفہ نے ان سے بھی مالی ضروریات دریافت کیں' اور جس قدر رقم کی انہیں ضرورت تھی' وہ دے دی گئی۔ پھر خلیفہ نے کسی تیسرے بزرگ سے ملنا چاہا۔ تو مجھے یاد آیا کہ ان دنوں حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی مکہ مکرمہ میں ہیں۔ دونوں ان کے مکان پر پہنچے۔ وہ گھر میں تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ میں اور خلیفہ باہر کھڑے ہو کر ان کی تلاوت سنتے رہے۔ پھر انہوں نے ہماری آہٹ پا کر دریافت کیا: کون ہے؟ میں نے جواب دیا امیر المومنین۔ فرمایا: یہاں کیوں آئے؟ میں نے کہا' دعا کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور امیر المومنین کی اطاعت تو دینی لحاظ سے بھی واجب ہے۔

یہ سن کر آپ نے چراغ بجھا دیا اور خود حجرہ کا دروازہ کھول کر ایک کونہ میں کھڑے ہو گئے' خلیفہ ہارون الرشید اندر گیا اور اندھیرے میں انہیں تلاش کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس کا ہاتھ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے چھو گیا۔ فرمایا: میں نے زندگی بھر ایسا نرم و نازک ہاتھ نہیں دیکھا۔ خدا کرے یہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔ یہ سن کر خلیفہ اس قدر رویا کہ شدت گریہ سے بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو عرض کی۔ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا: اے امیر المومنین تمہارے جد امجد

Marfat.com

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا نے ایک دفعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی جگہ کی امارت کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: امارت تو قیامت کے روز باعث ندامت ہو گی۔ جبکہ اللہ کی اطاعت میں آپ کا ایک لمحہ دوسروں کی ہزار سالہ عبادت سے افضل ہے۔

ہارون نے مزید نصیحت کی درخواست کی۔ فرمایا: امیر المومنین! آپ کا چہرہ کتنا خوبصورت ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ چہرہ کہیں جہنم کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔ اس لئے ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہا کرو۔ اور اس کے حقوق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہا کرو۔

اس کے بعد خلیفہ نے دریافت کیا کہ آپ کے ذمہ کوئی قرض ہے؟ فرمایا! ہاں اللہ کا قرض ہے۔ جس کی ادائیگی میں لگا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا کروائے۔ واپسی پر خلیفہ نے ایک ہزار اشرفی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی۔ خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! افسوس کہ میری کسی نصیحت کا تم نے اثر نہیں لیا۔ میں تجھے نجات دلانے کا خواہش مند ہوں۔ اور تو مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید روتا ہوا واپس ہوا۔ پھر مجھے کہا: فضل بن ربیع! میں ایسے ہی بزرگ سے ملنا چاہتا ہوں۔

## حضرت کے اقوال

1- ایمان کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب آدمی جملہ ماموررات کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور تقدیر پر راضی رہے اور پھر بھی عدم قبول سے ڈرتا رہے۔

2- شرک یہ ہے کہ آدمی اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے کوئی کام کرے۔

3- دو چیزیں دل کو خراب کر دیتی ہیں۔ (1) بہت سونا (2) بہت کھانا

4- جس بندے کو اللہ دوست رکھتا ہے' اس کو دنیاوی غم دے دیتا ہے اور جس کو دشمن رکھتا ہے اسے دنیا میں عیش دے دیتا ہے۔

5- لوگو! اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ضرور ادا کرتے رہو۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اللہ نے کسی کی نعمت چھین کر اسے دوبارہ واپس دی ہو۔

Marfat.com

6- اگر دنیا ساری کی ساری مجھے مل جائے اور مجھ سے اس کا حساب نہ بھی ہو، تب بھی میں اس سے ایسی نفرت کروں گا، جیسی تم لوگ مردار جانور سے کرتے ہو۔

7- دنیا سے جی لگانا بہت آسان ہے، لیکن اس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔

8- جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کی باتیں توجہ سے سنا کریں وہ زاہد نہیں۔

9- جب تیرا کوئی دشمن تیری غیبت کرے تو اس کو دوست سے زیادہ مفید جان۔ اس لئے کہ وہ (دشمن) تجھ کو اپنی نیکیاں دے رہا ہے۔

10- افسوس تم مالدار لوگوں کے پاس جاتے ہو اور ان کے عطایا قبول کرتے ہو، اور یہ تحقیق نہیں کرتے کہ یہ حلال ہے یا حرام۔ اور پھر اپنی محراب میں پہنچ کر احادیث بیان کرتے ہو۔

11- علماء اگر زہد اختیار کریں، تو بڑے بڑے جابر لوگوں کی گردنیں ان کے آگے جھک جائیں، لیکن افسوس یہ لوگ اپنے علم کو دنیا داروں پر اس نیت سے خرچ کرتے ہیں تاکہ ان کو کچھ پیسہ مل جائے۔

12- مجھے اس وقت بہت دکھ ہوتا ہے کہ جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں عالم یا فلاں عابد کسی مالدار کے روپے سے حج کرنے گیا ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ ایک شخص ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ بزرگ نے فرمایا: میری صرف چھ باتیں مان لو اور ان پر عمل کرو۔ اس کے بعد تمہیں مکمل آزادی ہے جو چاہو کرو۔

اول یہ کہ جب تم اللہ کی نافرمانی کرو تو اس کی نعمت کھانا چھوڑ دو۔ اس شخص نے جواب دیا' حضرت! دنیا میں جو کچھ ہے' سب تو اسی کا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ بزرگ نے فرمایا: پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کی نعمت کھاتے ہو اور اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو۔

دوم یہ کہ جب تم اللہ کی نافرمانی کرنا چاہو' تو اس کے ملک سے باہر نکل کر کرو۔ وہ شخص بولا: حضرت! مشرق سے مغرب' شمال سے جنوب تک سب تو اسی کا ملک ہے۔ پھر میں کہاں جاؤں۔ فرمایا: کیا پھر اس کے ملک میں رہ کر اس کی نافرمانی کرنا تمہیں زیب دیتا ہے؟

سوم یہ کہ اگر کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو' جہاں اللہ تمہیں نہ دیکھے۔ اس نے کہا: عجیب بات ہے کہ تم اس کے ملک میں رہو۔ اس کی دی ہوئی نعمت کھاؤ اور پھر اس کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف کام کرو۔

چہارم یہ کہ جب ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئے' تو اس سے کہو کہ تھوڑی دیر رک جائے اور توبہ استغفار کرنے کا موقع دے۔ وہ شخص بولا: یا حضرت! ملکوت الموت تو کسی کی بات نہیں سنتا۔ بزرگ بولے: کہ جب یہ بات ہے کہ تم ملک الموت کو ذرا دیر کے لئے بھی نہیں روک سکتے تو پھر کیا یہ بہتر نہیں کہ اس کے آنے سے

Marfat.com

قبل ہی سچی توبہ کر لو۔

پنجم یہ کہ جب منکر نکیر قبر میں تم سے سوال کرنے آئیں، تو تم کسی حیلے بہانے سے انہیں ٹال دینا۔ وہ بولا: میرے مخدوم! یہ تو سب سے زیادہ مشکل بات ہے۔ بزرگ بولے: اگر ایسی بات ہے اور تم منکر نکیر کو کسی حیلے بہانے سے نہیں روک سکتے تو پھر پہلے سے ہی ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اور آخری بات یہ ہے کہ کل قیامت کے روز جب گناہ گاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا کہ انہیں ان کی بداعمالی کے باعث دوزخ میں لے جاؤ، تو اڑ جانا اور ہرگز دوزخ میں نہ جانا۔ یہ سن کر وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور مجھ پر حقیقت منکشف ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اس نے سچے دل سے بزرگ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔

انتہائی موثر انداز میں ایک بھولے بھٹکے انسان کو سیدھا راستے دکھانے والے یہ بزرگ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ تھے۔ جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ سیرالاقطاب میں آپ کی کا نسب نامہ اس طرح درج ہے۔ ابراہیم بن ادھمؒ بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت کے نانا بلخ کے بادشاہ تھے، ان کی وفات کے بعد ابراہیم بن ادھمؒ اپنے نانا کی جگہ تخت نشین ہوئے اور نہایت بیدار مغزی اور خدا ترسی کے ساتھ سلطنت کا کاروبار چلانے لگے، لیکن طبیعت فقر اور درویشی کی طرف زیادہ مائل تھیں وہ فقیروں اور درویشوں کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کی خدمت میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی یہ حالت ہوئی کہ ان کا دل سلطنت کے کاموں سے اچاٹ ہونے لگا۔ وہ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔ وہ جب تنہا ہوتے تو انہیں محسوس ہوتا کہ ان کی انگوٹھی، ترکش اور تکمہ گریبان سے آواز نکل رہی ہے کہ ”اے ابراہیم! تمہیں خالق کونین نے دنیاداری کے لئے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ تمہاری پیدائش کا مقصد کچھ اور ہے“۔ بالاخر ایک رات وہ اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک مکان کی چھت ہلنے لگی سلطان ابراہیم جاگ اٹھے اور پکارا کہ اوپر کون چل رہا ہے جواب ملا کہ میرا اونٹ گم

Marfat.com

ہوگیا ہے اسے تلاش کر رہا ہوں۔ سلطان نے خفا ہو کر کہا اے احمق! چھت پر اونٹ کس طرح آگیا۔ چھت سے جواب ملا کہ اے غافل انسان! خدا قادر مطلق ہے وہ چاہے تو اونٹ کو مکان کی چھت پر کسی حکمت عملی سے پہنچا سکتا ہے۔ لیکن اطلس و کمخواب کے کپڑے پہن کر اور شاہی محل میں استراحت کر کے کوئی اللہ کو کس طرح پا سکتا ہے اور تیرا محل میں اللہ کو تلاش کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ سلطان کے دل میں یہ بات تیر کی طرح لگی اور اسی وقت تخت شاہی کو چھوڑ کر صحرا کی طرف نکل گیا۔ راستے میں ایک چرواہے سے اپنے قیمتی کپڑوں کے بدلے اس کا ٹاٹ کا کپڑا لے کر پہن لیا۔ پھر پیادہ پا مرو سے ہوتے ہوئے نیشا پور پہنچے اور ایک غار میں جاگزیں ہوگئے۔ جمعرات کی جمعرات غار سے نکلتے جنگل سے لکڑی کا ایک گھٹا سر پر لاتے اور اسے بیچ کر اس کی قیمت سے آدھا اپنے کھانے کے لئے لیتے اور آدھا فقرا میں تقسیم کر دیتے۔ جمعہ کے روز مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر اپنے غار میں واپس ہو جاتے۔ کچھ روز اسی طرح اس غار میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ اپنے مریدوں میں ابراہیم بن ادھمؒ کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اپنے خرقہ اور خلافت سے ان کو نوازا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو سیدنا ابراہیم ادھمؒ کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ امام صاحبؒ کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ ابراہیم بن ادھمؒ آپ کے سید کس طرح ہوئے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو دوسرے کاموں میں بھی مشغول ہوتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ میں ہی لگے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمارے سید ہیں۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز ان کے بارے میں اکثر فرماتے تھے کہ مفاتیح العلوم ابراھیم ادھم یعنی سارے علوم کی کنجی ابراہیم ادھمؒ ہیں۔

سیر الاقطاب میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھمؒ لکڑی کا گٹھہ سر پر لئے مکہ کے بازار میں کھڑے تھے۔ بلخ کے ایک شخص کا اس طرف سے گذر ہوا۔ اس نے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے ادب سے سلام کر کے عرض کیا کہ اے سلطان! بلخ کی سلطنت کو چھوڑ کر اس طرح تکلیف اور پریشانی اٹھانے کیا فائدہ ہوا۔ آپ نے لکڑی کے گٹھہ پر ہاتھ مارا تو وہ سب سونا ہوگیا۔ اور پھر زمین پر پٹک دیا اور فرمایا بلخ کی سلطنت چھوڑ کر جو

Marfat.com

معمولی مرتبہ اور فائدہ مجھے اللہ نے بخشا اس کا تم نے خود ابھی مشاہدہ کر لیا۔ لیکن بادشاہی کے نام کی نحوست نے میری آج کی حلال روزی ضائع کر دی۔

سیرالاقطاب میں ہے کہ "حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک مرتبہ صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک بزرگ نمودار ہوئے اور انہیں اسم اعظم الٰہی کی تعلیم دی۔ اسم اعظم کا سیکھنا تھا کہ عرش سے تحت الثریٰ تک سب روشن ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ "اے ابراہیم! جنہوں نے تم کو ابھی اسم اعظم سکھلایا تھا وہ میرے بھائی الیاس علیہ السلام تھے اور میں بھی اس اسم اعظم کی اجازت دینے آیا ہوں۔ اس کا ورد برابر جاری رکھنے سے تم بہت جلد اپنے مقصد حقیقی میں کامیاب ہو گے"۔

**آپ کی شب بیداری:-** حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ برابر روزہ سے رہتے اور رات بھر جاگ کر عبادت' ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہتے۔ کبھی کبھی دن کو جنگل سے لکڑی کاٹ کر لے آتے اور اسے فروخت کر کے پیسے غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ رات کو تھوڑی دیر کے لئے بھی آرام نہ فرماتے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ کسی وقت بھی نہیں سوتے۔ آپ نے جواب دیا کہ دوست کی یاد اور محبت میں محو ہونے والے کو نیند نہیں آتی۔

ایک مرتبہ حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی زیارت کے لئے ان کے غار میں تشریف لے گئے۔ غار خالی تھا حضرت ابراہیم بن ادھمؒ مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ لیکن پورا غار خوشبو سے مہک رہا تھا۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا کرامت ہے اگر اس پورے غار کو مشک سے بھر بھی دیا جائے تو ایسی دلاویز خوشبو نہیں پیدا ہو سکتیں جیسی اس وقت اس مرد خدا کے قیام کے باعث ہے"۔

ایک دن خلیفہ معتصم باللہ جو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا معتقد تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ خدمت کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا میں نے دنیا دنیا والوں کے لئے اور آخرت آخرت والوں کے لئے چھوڑ دی ہے اور خود اپنے لئے یاد الٰہی اور اس کی محبت اور دیدار کو مخصوص کر لیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے پوچھا کہ آپ کس کے

Marfat.com

بندے ہیں تو وہ خوف سے کانپنے لگے اور بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو یہ آیت کریمہ پڑھی :ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمٰن عبدا اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہی جواب پہلے کیوں نہ دیا اور اس طرح خوف سے کانپنے کیوں لگے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اپنے آپ کو اس کا بندہ کہا اور اس نے حق بندگی طلب کیا تو کیا ہوگا۔ لیکن اس سے انکار بھی ممکن نہ تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک مرید کو انکساری کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ جو بند ہے اس کو کھولو اور جو کھلا ہے اس کو بند کرو۔ اس شخص نے عرض کیا حضرت میں سمجھا نہیں۔ آپ نے فرمایا روپے کی تھیلی جو بند ہے اس کو کھولو اور زبان جو کھلی ہوئی ہے۔ اس کو بند کرو۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ولی اللہ ہونا چاہتے ہو اس نے جواب دیا زہے نصیب' اس سے بہتر اور کیا ہوگا آپ نے فرمایا دنیا اور آخرت سب کی تمنا چھوڑ دو۔ اللہ کے سوا ہر چیز سے فارغ اور بے نیاز ہو جاؤ اور ہمیشہ حلال کی روزی کھاؤ۔ بغیر اس کے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے مریدوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ لوگوں سے دور بھاگتے تھے اور کسی ایک جگہ قرار سے قیام نہیں فرماتے تھے۔ لیکن آپ کے دو مریدین اور خلفاء بڑے نامی گرامی گزرے ہیں جن کا دنیائے تصوف میں بہت بلند مقام ہے ان میں سے ایک حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ العزیز ہیں اور دوسرے حضرت خواجہ شفیق بلخی قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کو خلافت اور اجازت مرحمت فرمانے کے وقت آپ نے ان کو جو نصیحت فرمائی اور تعلیم دی وہ دل میں رکھ لینے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! دنیا کو ہرگز قبول نہ کرنا اور پیران طریقت کے راستے پر چلنا اور اس پر یقین رکھنا کہ دنیا درویشوں کی راہزن ہے۔ جب کوئی خدا کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو دنیا اس کی راہ میں بڑی بڑی چٹانیں کھڑی کر دیتی ہے کہ وہ راستے سے منحرف ہو جائے اور خدا کی اطاعت سے باز آئے۔ لیکن مرد وہی ہے جو اپنی حفاظت کرے۔ دنیا والے اگر تم سے ملنے آئیں تو تم خدا سے توبہ اور استغفار کے طلب گار رہو اور گریہ و زاری

Marfat.com

کر کے اپنے پیران سلاسل کے توسل سے اللہ سے مدد مانگو۔ تم دنیا والوں سے اس طرح بھاگو جیسے تیر کمان سے گریزاں ہوتا ہے۔

**سنہ وفات:-** حضرت ابراہیم بن ادھمؒ چونکہ لوگوں سے چھپتے پھرتے تھے اور آخر زندگی میں اور بھی بے قراری بڑھ گئی تھی اس لئے آپ کے مقام وفات کے بارے میں دو رائے ہیں، بعض لوگ بغداد بتاتے ہیں اور بعض شام لیکن زیادہ محقق شام ہی ہے یہیں حضرت لوط علیہ السلام کے مقبرہ کے پاس ایک غار میں آپ آخری زندگی میں جاگزیں ہوگئے تھے اور اسی جگہ آپ نے وفات پائی۔ آپ کا وصال 26 / جمادی الاول 280 ہجری کو ہوا۔ منصف سیرالاقطاب نے آپ کی تاریخ وفات "امام اصفیاد بود" نکالی ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام نامی حذیفہ ہے۔ مرعش میں پیدا ہوئے' جو دمشق کے نزدیک ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ آپ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ دیکھا تھا اور ان سے فیض بھی حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے سخت عبادت و ریاضت کی۔ ستر برس گوشہ گیر رہے۔ صرف ہر سال روضہ مطہرہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ' ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سفر پر جاتے تو آپ ان کے ساتھ ہوتے۔

آپ ترک دنیا میں اپنے تمام ہم عصروں کے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو خلافت حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل ہوئی۔ تصوف پر آپ نے کئی کتب تصنیف کیں۔

تاریخ مشائخ چشت (موئلفہ مولانا محمد زکریا) نے آپ کے حالات میں لکھا ہے۔
"سات برس کی عمر میں ہفت قرآۃ کے حافظ ہو چکے تھے۔ سولہ برس کی عمر میں علوم ظاہریہ کی تکمیل فرما لی۔ اس کے بعد حضرت خضر کی راہنمائی سے سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تک رسائی ہوئی۔ آپ پر گریہ و زاری کا غلبہ رہتا۔ کسی نے پوچھا آپ اس قدر روتے کیوں ہیں۔ کیا آپ کو حق تعالیٰ کے رحیم و کریم ہونے کا یقین نہیں۔ فرمایا:

Marfat.com

مجھ کو فریق فی الجنہ و فریق فی السعیر رلاتا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے، میں کون سے فریق سے ہوں۔ مخاطب نے کہا جب یہ حال ہے تو آپ لوگوں سے بیعت کیوں لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے آہ کھینچی اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو غیب سے ندا بلند ہوئی۔ سدید الدین جنتی ہیں۔ یہ ندا سب نے سنی۔

بے شمار لوگ گناہوں سے تائب ہوئے اور تقریباً" تین سو کافر آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔

فرمایا کرتے تھے کہ برے لوگوں اور احمقوں کے تحائف قبول نہ کیا کرو۔ تم ان کے تحائف قبول کرو گے، تو وہ یہ سمجھیں گے کہ تم نے ان کے اعمال و عادات کو بھی قبول کر لیا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کی غذا لاالہ الا اللہ ہے۔ نیز فرمایا برے لوگوں اور احمقوں کی مجلس میں ہرگز نہ بیٹھو، کیونکہ اگر تم نے انہیں قبول کرلیا، تو وہ سمجھیں گے کہ ان کے اعمال رزیلہ اور عادات مکروہہ کو بھی قبول کر لیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام باطنی نعمتیں جو انہیں حضرت الیاسؑ، خضرؑ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئیں، آخر عمر میں خواجہ حذیفۃ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیں، جو سلسلہ وار چلتی ہوئی چشتیہ میں آج بھی رائج ہیں۔ آپ کا وصال 14 شوال 274 ہجری میں ہوا۔ مزار اقدس بصرہ (عراق) میں ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سن پیدائش 167 ہجری ہے۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ سدید الدین حذیفتہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ اکثر روزہ سے رہتے اور جنگل کے کسی پھل سے افطار فرماتے' ذکر الٰہی کی خاطر جنگل میں رہتے' طالبان ہدایت وہاں بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ کے مریدین ہمیشہ باوضو رہتے۔

مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے: 17 سال کی عمر میں حفظ قرآن کے علاوہ تمام مروجہ ظاہری علوم سے فراغت پا چکے تھے۔ شروع ہی سے مجاہدہ کے خوگر تھے اکثر تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ تیس سال مجاہدہ کرنے کے بعد خود کو ناکام سمجھ کر بہت روئے تو غیب سے آواز آئی کہ فقر سیکھنے کے لئے حضرت خواجہ مرعشی کے پاس جاؤ۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' چونکہ تیس برس مجاہدہ کر چکے تھے' اس لئے صحبت مرشد میں ایک ہی ہفتہ میں کمال ہو گیا۔ ایک سال بعد اجازت و خلافت حاصل ہو گئی۔

آپ اپنے وقت کے اولیاء اور علماء کے رہنما تھے' بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ کی چند دنوں کی صحبت سے اخلاقی اصلاح پا کر راہ راست اختیار کر لیتا۔ آپ کے روحانی سلسلہ کی خصوصیات میں ظاہری و باطنی پاکیزگی اور حضور قلب سے بروقت نماز کی ادائیگی کا ایک خاص مقام ہے۔ علاوہ ازیں محاسبہ خلوت گزینی' کم گوئی اور کم کھانے کی

Marfat.com

طرف بھی خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔

آپ کا وصال 7 شوال 287 ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک بصرہ میں ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں "فتوح السلاطین" کے حوالہ سے عصامی کا لکھا ہوا یہ شجرہ طریقت نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ فتوح السلاطین ہندوستان و پاکستان کے مذہبی اور غیرمذہبی لٹریچر میں پہلی کتاب ہے جس میں مشائخ چشت کا شجرہ نظم کیا گیا ہے۔ اس شجرہ میں جو حضرت علی مرتضیٰؓ سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک ہے، حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری کا ذکر بھی ہے۔

علیؓ چوں ازیں کارواں رخت برد  یکے خرقہ بر پیر بصری سپرد
حسن چوں سفر کرد ازیں کوچگاہ  شرف یافت ازو عبد واحد کلاہ
رسیدہ از و بر فضیل عیاض  کہ شد تازہ از بوئے خلقش ریاض
وزو خرقہ بر پور ادہم رسید  ملک وار آں حلہ در بر کشید
از و یافت آں خواجۂ مرعشی  حذیفہ بہ صد فرحت و دلخوشی
پس آں گہ بہ صدق ارادت ربود  ہبیرۃ کہ تعریفش از بصرہ بود
ازاں پس بہ خواجہ علوئش عرب  بہ دینور نسبت کند در نسب
وزو خواجہ اسحاق چشتی نژاد  بہ بر درکشید آں لباس مراد
پس آں خرقہ بو احمد چشت یافت  کہ حورش برشت وملائک بیافت
محمد کہ او نیز از چشت بود  زسو دائے خوش کرد از آں مایہ سود
وزو یوسف آں پیر چشتی گرفت  چو روحش ہوائے بہشتی گرفت
و زد یافت آں قطب چشتی سرشت  کہ بو دست مودود و مقبول چشت
و زویافت آں اشرف الدین شریف  کہ شد زندنی نسبت آں حریف
وزو یافت ہارونی عثمان بہر  در آورد آں خلعت خوش بہ بر
وزو در برآں خرقہ عہدے بعید  معین الدین آں پیر سجزی کشید

Marfat.com

# حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ دینور میں پیدا ہوئے۔ بغداد شریف میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپ کا تعلق انتہائی خوش حال گھرانے سے تھا۔ اس زمانے میں حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہؒ کے علم و فضل کا شہرہ تھا' ان کے بارے میں جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے پیر کے عرس کے موقع پر سماع سنتے ہیں تو آپ ان کے پاس گئے اور سوال کیا کہ آپ عرس کے روز سماع کیوں سنتے ہیں۔ یہ وقت معین کرنا ایک بدعت ہے۔ حضرت خواجہ ابی ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ عرس کے روز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصال دوست میسر ہوا ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ میں اپنے مشائخ کے وصال کی خوشی اس لئے کرتا ہوں کہ ان کی توجہ سے مجھ پر بھی کرم ہو اور وصل میسر ہو۔ اس جواب سے حضرت خواجہ ممشاد رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان خاطر ہوا۔ حضرت کے مرید ہو گئے۔ اپنا تمام مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ مرشد سے خلافت حاصل ہونے کے بعد آپ ہدایت خلق کی طرف مشغول ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی ممشاد اور لقب منعم مشہور تھا۔ یہ اس لئے کہ آپ نہایت سخی تھے۔ ضرورت مندوں کی حاجتیں بکثرت پوری فرماتے تھے۔

انتہائی مالدار تھے' اپنا تمام مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا کر مکہ معظمہ چلے گئے اور یاد خدا میں مشغول ہو گئے ریاضت و مجاہدہ میں کمال حاصل تھا۔ حافظ قرآن تھے علوم ظاہری و باطنی کے امام تھے' ان کے اسم گرامی کے ساتھ علو کا اضافہ ان کے

Marfat.com

علوئے مرتبت کے باعث ہے۔ کیونکہ ان کے زمانے میں ایک اور صاحب "خواجہ دینوری" بھی تھے۔

شجرۃ الانوار میں ہے کہ ریاضت و مکاشفہ میں آپ کو عظیم مقام حاصل تھا۔ آپ نے وصال تک پوری زندگی روزہ سے گزاری۔ مادر زاد ولی تھے۔ ولادت کے بعد آپ دن کے وقت ماں کا دودھ نہ پیتے تھے۔ غروب آفتاب کے بعد رات کو دودھ پیتے تھے۔ تمام تذکرہ نگاہوں نے لکھا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔

"افضل الاخلاق" میں ہے کہ آپ اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے۔ جب کوئی مسافر آتا' تو آپ اس سے دریافت فرماتے کہ مسافر ہو یا مقیم؟ اگر مقیم ہو' تو اس خانقاہ میں آجاؤ۔ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں' کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گا اور اس وقت تم جاؤ گے تو مجھے اس سے تکلیف ہو گی اور مجھ میں فراق کی طاقت نہیں۔ (صفحہ 69 مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

آشنائی بامسافر کردن اے دل خوب نیست
اوبملک خویش رفتہ داغ برسینہ بماند

## تعلیمات و ارشادات

فرمایا کرتے تھے جو شخص کسی بزرگ کی خدمت میں جائے اور وہاں پہنچ کر بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہے تو اس کو ان بزرگ کی باتوں اور ان کی صحبت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

فرمایا کرتے تھے کہ اہل صلاح کی صحبت میں بیٹھنے سے دل میں صلاح پیدا ہوتی ہے اور اہل فساد کی صحبت میں رہ کر دل میں فساد ہوتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ بیکار چیزوں کے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے اور جس چیز کی طرف نفس متوجہ ہو اس کے ترک کر دینے کا نام توکل ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وقت تک کسی بزرگ کی خدمت میں نہیں گیا جب تک کہ اپنے تمام علوم و حالات کو میں نے چھوڑ نہیں دیا اور جب اپنے علوم و حالات

Marfat.com

کو ترک کر کے میں کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو منتظر رہتا ان برکات کا جو ان کی زیارت اور کلام سے حاصل ہوتیں اور یہ اس لئے کہ جب کوئی شخص کسی بزرگ کی خدمت میں اپنے احوال و معارف کو لے کر جاتا ہے تو اپنے علوم کی مشغولی کی وجہ سے ان کے فیوض سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اولین و آخرین کی حکمت جمع کر لے اور اولیاء و مقربین کے احوال کا دعویٰ کرے۔ تو عارفین کے درجہ کو اس وقت تک نہیں پہنچے گا جب تک کہ تیرا باطن اللہ کے ساتھ سکون نہ حاصل کرنے لگے اور اللہ کے وعدوں پر اور جو تیرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے۔ اس پر اعتماد نہ کرنے لگے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جس کا منتہائے مقصد اللہ کی ذات بن جائے اس کو حوادث نہیں گھیر سکتے۔

آپ کے ملفوظات میں ہے کہ میں نے اپنے ایک سفر میں ایک شیخ کو دیکھا جن پر خیر کے آثار تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا اپنی ہمت کو بلند رکھو اوراس کی نگہداشت کرو۔ کیونکہ آدمی کی ہمت ہی تمام اعمال کا پیش خیمہ ہے جس کی ہمت بلند ہو گی اس کے لئے آگے کے سب اعمال اور احوال آسان ہو جائیں گے۔ (طبقات شعرانی)

آپ کی وفات 14 محرم 298 ھ کو ہوئی۔ مزار اقدس قصبہ دینور میں ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان فرسناقہ کے فرزند تھے۔ شجرہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت خواجہ ابو احمد بن سید ابراہیم بن سید یحییٰ بن سید نجد الدین بن سید ناصر الدین بن سید نور اللہ بن سید حسن مثنیٰ بن حضرت سید امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کی عمر بیس سال تھی کہ ایک روز اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ساتھ جا رہے ہیں۔ جونہی ان کے چہرہ انور پر نظر پڑی، گھوڑے سے کود پڑے اور قدموں میں گر پڑے۔

حضرت نے شفقت فرمائی۔ اسی وقت شاہانہ لباس ترک کیا اور حضرت کی مریدی اختیار کی۔ آپ کے والد اور ارکان سلطنت نے بہت سمجھایا، لیکن آپ پر کچھ اثر نہ ہوا، اپنے قول پر ثابت قدم رہے۔ شاہی محلات اور آرام و آسائش چھوڑ کر ہر وقت حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ جب آپ کی تربیت ہو چکی تو حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ پھر چشت میں آپ کو اپنے سجادہ پر بٹھا کر خود اپنے وطن شام کی جانب تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ آپ کے والد کی ایک بہن تھیں جو بہت ہی نیک اور عابدہ و زاہدہ تھیں۔ وہ حضرت شیخ ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں، ایک روز حضرت شیخ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے بھائی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا اور وہ بڑی شان والا ہو گا۔ اپنے بھائی

Marfat.com

سے کہنا، اپنی اہلیہ کا خیال رکھیں، ایام حمل میں کوئی حرام یا مشتبہ چیز کھانے کو نہ دیں۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل حضرت ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے کی سولہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ سے فارغ ہو گئے تھے۔ بیعت بیس سال کی عمر میں کی۔ جس کا حال ابھی گزر چکا ہے۔

تلاوت قرآن سے آپ کو خصوصی رغبت تھی۔ کسی سے نذرانہ قبول نہ کرتے تھے۔ اچھے لباس اور اچھے کھانے سے پرہیز فرماتے۔ کتب سیر میں آپ کی بے شمار کرامتیں درج ہیں۔

حضرت خواجہ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 95 سال کی عمر میں یکم جمادی الثانی 355 ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک چشت میں ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ مودود چشتیؒ نے سات سال کی عمر میں نہ صرف پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، بلکہ قرات و تجوید کے تمام طریقوں پر بھی دسترس حاصل کر لی تھی۔ چھبیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کے وصال پر ان کے جانشین قرار پائے۔

خواجہ مودود چشتیؒ نے شیخ ابوالنصر احمد بن ابوالحسن المعروف شیخ احمد جام سے بھی باطنی فیض حاصل کیا، جب وہ ہرات سے چشت تشریف لائے تھے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ جب آپ پر نزع کا عالم طاری ہوا، تو ایک مرد پر ہیبت و باعظمت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کے ہاتھوں میں ایک خط دیا۔ آپ نے وہ خط پڑھا اور فرمایا: زہے سعادت پھر اس خط کو آنکھوں سے لگایا اور جاں جان آفریں کے سپرد کی۔

آپ کی وفات 97 سال کی عمر میں یکم رجب 537 ھ میں ہوئی۔ مزار اقدس چشت (افغانستان) میں ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت با سعادت شب عاشورہ میں ہوئی۔ ولادت کے موقع پر آپ کے والد ماجد نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اورارشاد فرماتے ہیں کہ اے احمد! تیرے گھر فرزند تولد ہوا ہے۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا اور اس سے میرا سلام کہنا۔ آپ کے والد ماجد بیدار ہوئے تو فرزند کے ولادت کی خوشخبری سنی۔ فوراً" وضو کیا اور آپ کے قریب آکر فرمایا: السلام علیکم! سیر الاقطاب میں ہے کہ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ کے والد ماجد نے آپ کے کان میں کہا' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے اور اللہ کے حضور دعا کی ہے کہ الٰہی! ابو محمد کو ولی کامل کر۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ ایک روز مکتب جا رہے تھے کہ راستے میں خواجہ خضر علیہ السلام نے آپ کو اسم اعظم تلقین فرمایا۔ جس کے باعث تمام علوم ظاہری و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے۔

آپ ہمیشہ ریاضت و مشاہدے میں مشغول رہتے تھے۔ برسوں آپ نے اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔ بے شمار خلق خدا آپ کے فیضان سے مستفید ہوئی۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو احمد سے خرقہ خلافت پایا۔ سات سال کی عمر میں بیعت ہوئے اور بارہ سال کی عمر تک ایک حجرہ میں تنہا رہے اور ہر روز روزہ رکھتے تھے۔

Marfat.com

نفحات الانس میں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حالات میں لکھا ہے:

آپ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے جیسا کہ ان کے والد کی وصیت تھی، حالانکہ ان کی عمر اس وقت صرف چوبیس برس تھی، لیکن اس عمر میں یہ علوم دینی اور حقائق معرفت کی تعلیم مکمل کر چکے تھے اور زہد و ورع میں کامل تھے، آپ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل مجتنب رہتے تھے (یعنی آپ کو دنیا اور دنیا والوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا) دوسروں کو بھی آپ زہد اور دنیا سے دل نہ لگانے کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب اول و آخر دنیا سے الگ رہنا ہی ہے تو پھر خود کو اس غرور اور فریب کی جگہ سے بچانا ضروری ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا، تو اس جہاد میں آپ نے اپنے ستر مریدوں کے ساتھ شرکت فرمائی اور آپ کی دعا سے سلطان فتح یاب ہوا۔

آپ یکم رجب 411 ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزار اقدس چشت (افغانستان) میں ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے خواہر زادے اور مرید و خلیفہ تھے سلسلہ نسب اس طرح ہے: ناصر الدین بن محمد بن سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسین بن سید عبداللہ بن علی اکبر بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں:۔

جب آپ پچاس سال کی عمر میں پہنچے تو آپ نے چاہا کہ خواجہ حاجی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک زمین دوز چلہ گاہ بنوائیں۔ (خواجہ حاجی مکی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ تھے' شیخ ابو اسحاق شامی اکثر آپ کے مزار مبارک کی زیارت کو جاتے تھے) چنانچہ ہاتف غیبی کے اشارے سے آپ نے اس جگہ چلہ گاہ بنوانی شروع کی (جہاں یہ اب واقع ہے یعنی نویں صدی ہجری میں) کدال اور پھاوڑے زمین کھودنے کے لئے لائے گئے' لیکن زمین اس قدر سخت تھی کہ کھدائی ناممکن تھی۔ جب کوئی بھی وہاں کھدائی میں کامیاب نہ ہو سکا تو خواجہ صاحب نے کدال کو خود اپنے ہاتھ میں لیا اور چاشت سے نماز ظہر تک تمام مطلوبہ زمین کھود ڈالی۔ آپ نے بارہ سال تک اس چلہ گاہ میں قیام فرمایا۔ مخزن چشت (خواجہ امام بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ) میں ہے کہ اس دوران آپ پر سکر کا بے حد غلبہ رہا۔ حتیٰ کہ خادم وضو کے لئے پانی لاتا اور آپ کے ہاتھ پر ڈالتا تو اس سکر میں چلے

Marfat.com

جاتے پھر تھوڑی دیر بعد جب صحو میں آتے تو وضو مکمل فرماتے۔

جس زمانے میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ مزارات کی زیارت کیلئے چشت تشریف لے گئے۔ تو حضرت خواجہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہرات واپس تشریف لے گئے تو اکثر اپنی مجالس میں حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کی تعریف فرمایا کرتے۔ (نفحات الانس)

حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقع شریف میں لکھا ہے کہ حضرت ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو جوانی کے ایام میں قرآن مجید حفظ نہیں ہوتا تھا' ایک رات آپ نے خواب میں اپنے مرشد خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں:

"سوتے وقت سو بار سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو۔ اس کی برکت سے حافظ قرآن ہو جاؤ گے۔" چنانچہ آپ نے شیخ کامل کے ارشاد کے مطابق عمل کیا۔ جلد ہی اس کی برکت سے قرآن مجید حفظ ہو گیا۔

آپ کی وفات 4 ربیع الاول 495 ھ میں ہوئی۔ وصال کے وقت عمر مبارک 74 سال تھی۔ مزار اقدس چشت (افغانستان) میں ہے۔

وصال سے قبل آپ نے اپنے بیٹے حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتی شامی رحمۃ اللہ علیہ

شام میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی۔ اوائل عمر ہی میں بامرالٰہی ارادت کی نیت سے بغداد شریف پہنچے اور حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری ؒ سے بیعت ہوئے حضرت دینوری کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا: تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کی: ابو اسحٰق شامی۔ فرمایا: آج سے تمہارا نام ابواسحٰق چشتی ہے' کیونکہ چشت کی خلقت تم سے ہدایت پائے گی اور تمہارے تمام مریدین چشتی کہلائیں گے۔

حضرت خواجہ کا لقب شرف الدین اور کنیت ابواسحاق ہے آپ کو تمام عبادات میں روزہ اور غرباء و مساکین کی صحبت بہت زیادہ پسند تھی۔ سات سات دن کا روزہ رکھتے تھے اور تین لقموں سے زیادہ افطار میں تناول نہ فرماتے تھے۔ ہمیشہ فرماتے مجھ کو جو لذت بھوک میں حاصل ہوتی ہے' وہ دوسری کسی شے میں نہیں ملتی۔ آپ کا مقولہ تھا معراج الفقراء جوع۔

سات سال تک شیخ کی خدمت میں حاضر رہ کر سخت مجاہدات کئے اور اس کے بعد خرقہ خلافت زیب تن کیا اور پیر کے حکم کے مطابق چشت (افغانستان) میں تشریف لا کر اقامت گزین ہوئے۔

آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی' آپ کی وجدانی کیفیت سے درودیوار وجد میں آ جاتے تھے۔ آپ کی محفل میں سننے والوں پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی' اس کا بیان ممکن نہیں۔ اگر کوئی مریض مجلس سماع سے حاضر ہوتا تو اپنے مرض سے شفا پا جاتا۔

دولت مندوں اور دنیا داروں سے آپ انتہائی اجتناب فرماتے تھے۔ کسی دنیا دار کی مجال نہ تھی کہ آپ کی مجلس سماع میں شرکت کر سکے' اور اگر آ جاتا تھا' تو مال و اسباب

Marfat.com

اللہ کی راہ میں لٹا دیتا اور تارک الدنیا ہو جاتا۔ اگر کوئی اعتراض کرتا کہ آپ دنیا داروں اور دولت مندوں کو مجلس سماع میں باریابی سے کیوں محروم رکھتے ہیں تو ارشاد فرماتے: اہل اللہ لطیف ہوتے ہیں اور اہل دنیا کثیف۔ یہ اجتماع ضدین ممکن نہیں۔ ان کے پر تو سے دوسروں کے دل پراگندہ ہو جاتے ہیں۔

آپ سماع سننے سے پہلے قوالوں کو تین دن روزے رکھاتے اور اس کے بعد سماع کا حکم فرماتے۔

ایک مرتبہ بادشاہ وقت آپ کی مجلس میں آیا۔ اس سے قبل بھی وہ ایک مرتبہ حاضر ہو چکا تھا۔ بادشاہ کو دیکھ کر آپ اس قدر روئے کہ حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا۔ پھر فرمایا: خدا جانے مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے جو میری مجلس میں دو مرتبہ بادشاہ کا گزر ہوا اور اتنی دیر فقراء کی صحبت سے محرومی رہی۔ ڈرتا ہوں کہ کل قیامت میں میرا حشر دولتمندوں کے ساتھ نہ ہو۔ یہ کہہ کر ایک آہ کا نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ حدیث شریف سنائی کہ نبی اکرم نے فرمایا: "یا اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھنا۔ مسکینی کی حالت میں موت دینا اور میرا حشر مسکینوں کے گروہ میں کرنا۔"

یہ حال دیکھ کر بادشاہ مایوس واپس چلا گیا۔ آپ نے خلقت کی ہدایت کے لئے چشت میں ایک ایسا چشمہ فیض جاری فرمایا جس کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلا۔

آپ کا وصال 14 ربیع الثانی 343 ھ میں ہوا۔ عکہ (بلد د شام) میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم اور جانشین تھے۔ آپ نے چالیس برس تک تجرد اور گمنامی کی زندگی بسر کی۔ لوگوں سے میل ملاپ پسند نہ تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت 492 ھ میں زندنہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس سال تک آبادی سے دور ایک جنگل میں قیام فرمایا۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے اور درختوں کے پتے وغیرہ کھا کر گزر بسر فرماتے تھے۔ فقر و فاقہ زیادہ پسند تھا۔ ایک روز ایک ضرورت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یا حضرت! میری سات لڑکیاں ہیں۔ سب کی سب جوان ہیں اور میرے پاس خرچ بالکل نہیں۔ کوئی ایسی صورت بتایئے کہ میں ان کے نکاح سے سبکدوش ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا: کل آنا' تمہارے لئے کوئی صورت تجویز کی جائے گی۔ وہ ضرورت مند یہ سن کر چلا گیا۔ راستہ میں اسے ایک کافر ملا۔ اس نے حال احوال پوچھا' تو ضرورت مند نے حضرت کے یہاں کی حاضری کا قصہ سنایا۔ کافر بولا: حضرت تو خود فقیر ہیں' تمہارے لئے بھلا کیا انتظام کریں گے۔ ان سے جا کر کہو کہ سات سال تک میری خدمت میں رہنا قبول کریں۔ میں سات ہزار دینار بطور حق الخدمت پیشگی دے سکتا ہوں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فوراً" اس پیشکش کو قبول فرما لیا اور اس ضرورت مند کے ساتھ کافر کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور دینار اس کو دلا کر خود بندگی قبول فرما لی۔

بادشاہ وقت کو اطلاع ہوئی' تو اس نے فوراً" سات ہزار دینار حضرت شیخ

Marfat.com

خدمت میں روانہ کئے، لیکن حضرت شیخ نے یہ فرما کر کہ میرا اقرار و عہد بندگی کا ہوا ہے، معاوضہ کا نہیں، رقم واپس کردی۔

کافر حضرت کا یہ کردار دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور حضرت شیخ کو اپنی بندگی سے آزاد کر دیا۔ حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی:

"یاالٰہی! اس نے مجھے اپنی غلامی سے آزاد کیا، تو اسے دوزخ کی قید سے آزاد فرما۔" دعا قبول ہوئی اور وہ شخص مسلمان ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں رہ کر اس نے علم سلوک حاصل کیا۔

آپ پر اکثر رونے کا غلبہ رہتا۔ نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا، آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: جب آیت وما خلقت الجن و الانس الالیعبدون کا خیال آتا ہے، تو تاب نہیں رہتی۔ اس خیال سے کہ میری پیدائش تو عبادت کے لئے ہے اور میں کن کاموں میں مشغول ہوں۔ ایک روز ایک شخص نے کثیر رقم آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کی۔ آپ نے فرمایا: بندہ خدا! تمہیں ہم درویشوں سے کیا دشمنی ہے جو اس کو ہمارے ہاں لے آیا۔ اس کو فوراً یہاں سے لے جاؤ، ہمیں اللہ اپنے خزانہ غیب سے اتنا دیتا ہے کہ ہمیں اس دولت کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

آپ کا وصال 3 رجب 631 ھ میں ہوا۔ مزار مبارک بخارا میں ہے۔

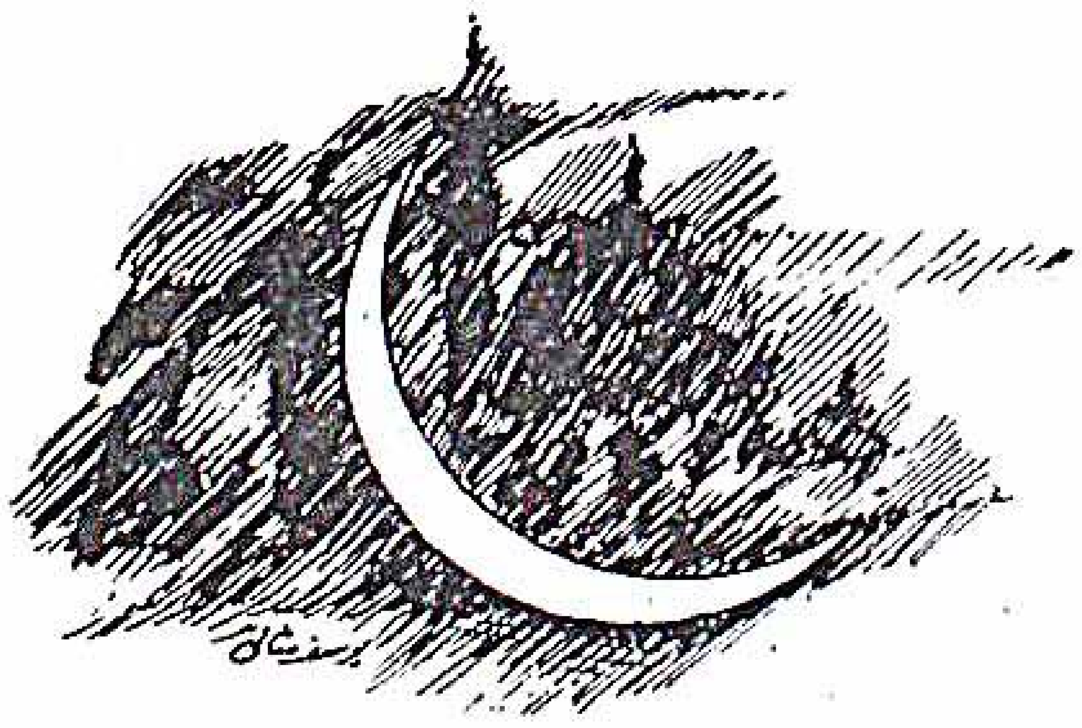

Marfat.com

# حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک دن رات کے مجاہدہ کے بعد مقبول بارگاہ احدیت اور محبوب بارگاہ رسالت بنا دیا تھا۔

آپ کا اسم گرامی عثمان اور کنیت ابوالنور ہے۔ سادات کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰؓ سے ملتا ہے۔ آپ کا مولد شریف قصبہ ہارون (مضافات خراسان) میں ہے ابتدائی تعلیم قصبہ ہارون ہی میں حاصل کی۔ بچپن ہی میں کلام پاک حفظ کر لیا۔ ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ آپ نے اس دور کے نامور علماء سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب نے خاص توجہ سے حضرت خواجہ عثمانؒ کو تعلیم باطنی سے آراستہ کیا اور سلوک و مجاہدات کی منازل طے کرائیں۔ تین سال کے بعد انہوں نے خواجہ عثمانؒ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور کلاہ چہار ترکی ان کے سر اقدس پر رکھتے ہوئے فرمایا:

اے فرزند! چہار ترکی سے مراد چار چیزوں کا ترک ہے، اول ترک دنیا دوم ترک خواہش نفس، سوم ترک طعام و خواب، مگر اس قدر جو زندگی کے لئے ضروری ہو۔ چہارم ترک ماسواء اللہ۔ جو ان چاروں کو ترک کرتا ہے وہی کلاہ چہار ترکی کا حقدار ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے اپنی عمر کے 70 برس سخت ریاضت میں گزارے۔ اس مدت میں انہوں نے نہ تو کبھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور نہ کبھی رات کو سونے کے لئے لیٹے۔

آپ مسلسل کئی دن تک روزے رکھتے اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتے۔ فریضہ نماز پر بہت زور دیتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کل قیامت کے روز جتنے اولیا انبیاء اور مسلمان ہیں۔ ان سب سے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ان میں سے جو کوئی فریضہ نماز سے سلامتی کے ساتھ سبکدوش ہوا صرف اسی کو نجات حاصل ہو گی۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ جب نماز ادا فرماتے تو غیب سے آواز آتی کہ اے عثمان! تیری نماز ہم نے قبول فرمائی' جو مانگنا ہے' مانگ' خواجہ عرض کرتے۔ یا اللہ! میں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔ پھر آواز آئی۔ تمہاری آرزو پوری کی جائے گی۔ کچھ اور مانگو۔ خواجہ عرض کرتے۔ الٰہی! رحمتہ للعالمینؐ کی امت کے گنہ گاروں کو بخش دے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے عثمان! ہم نے تمہاری التجا قبول فرمائی اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیس ہزار گنہ گار بخش دیئے۔ غرض ہر نماز کے بعد حضرت خواجہ یہی دعا مانگتے اور یہی جواب پاتے۔

ایک دفعہ سیاحت کے دوران آپ کا گزر آتش پرستوں کے ایک بڑے معبد سے ہوا۔ اس کے اندر انہوں نے خوب آگ روشن کر رکھی تھی۔ یہ آتش کدہ ایک پر فضا مقام پر واقع تھا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدین کے ہمراہ اس کے قریب ہی قیام فرمایا۔ شام ہوئی تو آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ آگ لاؤ اور کھانا پکاؤ۔ خادم آگ لینے آتش کدہ کی طرف گیا تو آتش پرستوں نے اسے آگ لینے سے روک دیا اور کہا یہ آگ تو ہماری معبود ہے' ہم تمہیں کیسے دے سکتے ہیں۔ مرید نے واپس آ کر حضرت خواجہؒ سے تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ یہ سن کر خود اپنے مرید کے ہمراہ آتش کدہ میں تشریف لے گئے اور آتش پرستوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"معبود حقیقی تو صرف وہ ذات الٰہی ہے' جس نے ہم سب کو اور اس آگ کو پیدا کیا ہے۔ افسوس کہ تم اس ذات حقیقی کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کی عبادت کرتے ہو۔ اگر تم اس مشرکانہ فعل سے باز آ جاؤ تو دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ گے۔ آتش کدے کا بڑا

Marfat.com

پجاری بولا: تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو؟ یہ آگ تو ہماری نجات دہندہ ہے۔ اس کی عبادت ترک کر کے بھلا ہم کیسے نجات پا سکیں گے؟ حضرت خواجہ ؒ نے فرمایا: اگر آگ واقعی تمہاری نجات دہندہ ہے تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر دکھاؤ' اگر وہ جلنے سے محفوظ رہا تو پھر مان لوں گا کہ وہ تمہاری نجات دہندہ ہے۔ پجاری حضرت ؒ کی یہ بات سن کر خاموش ہو گیا۔ اس کی گود میں ایک ننھا سا بچہ تھا۔ حضرت نے پجاری کی گود سے بچہ لے کر اٹھایا اور "یا نار کونی بردا و سلاما" پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑا آتش کدہ تھا اور ہزاروں من لکڑی اس میں جل رہی تھی۔ پجاری نے واویلا شروع کر دیا' ہائے میرا بچہ' ہائے میرا بچہ۔ تھوڑی دیر بعد حضرت خواجہ بچے کو گود میں اٹھائے صحیح سلامت آگ سے باہر آئے۔ تمام آتش پرست یہ ماجرا دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ حضرت خواجہ سے پوچھا: یہ کیا چیز تھی جس کی برکت سے آپ اس دہکتی ہوئی آگ سے محفوظ رہے۔ حضرت نے فرمایا: یہ اللہ پر یقین محکم اور اسلام کی برکت ہے۔ یہ سنتے ہی تمام آتش پرست مسلمان ہو گئے اور سب نے حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

آپ نے طویل عمر پائی آخری عمر میں مکہ مکرمہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے' وہیں 6 شوال 617ھ میں وصال فرمایا۔ جنت معلیٰ میں دفن ہوئے۔

آپ کے ملفوظات طیبات آپ کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ نے "انیس الارواح" کے نام سے مرتب فرمائے۔ اس میں اٹھائیس مجالس ہیں' جنہیں پڑھ کر قلب کو نور اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ ان ملفوظات سے چند باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

1- قرآن مجید کی کثرت کے ساتھ تلاوت گناہوں کا کفارہ ہے۔ یہ دوزخ کی آگ سے محفوظ و مامون رکھنے والی ہے۔
2- جو شخص کسی پیاسے کو پانی پلاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔
3- حلال اور جائز ذرائع سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔
4- جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے' اللہ کے فرشتے اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔ ( ) فاقہ ( ) موت ( ) درویش۔
5- کسی کی حاجت پوری کر دینا' اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے۔
6- صدقہ دینا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

7- افضل ترین پرہیزگاری موت کو یاد کرنا ہے۔

8- اورادو وظائف کی مشغولیت کے دوران اگر کوئی حاجت مند آ جائے تو لازم ہے اورادو وظائف چھوڑ کر حاجت مند کی طرف متوجہ ہو' اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کی مدد کرے۔

Marfat.com

# باب سوم

Marfat.com

Marfat.com

## سیّد ہجویر مخدوم امم داتا گنج بخش

# حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

لاہور میں حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک تقریباً سوا نو سو سال سے مرجع خلائق ہے۔ حضرت خواجہ خواجگاں سیدنا معین الدین چشتی اور قطب العالم شیخ الشیوخ حضرت فرید الدین گنج شکر جیسے اکابر صوفیہ نے یہاں چلہ کشی کی اور برصغیر ہندو پاک کے ہر بادشاہ نے یہاں کی حاضری کو اپنے لئے سعادت سمجھا۔

حضرت مخدوم کا نام علی اور والد محترم کا اسم گرامی عثمان تھا۔ والد ماجد اور جد امجد وقت کے نامور اہل اللہ میں سے تھے۔ غزنی (افغانستان) میں ان کے مزار آج بھی زیارت گاہ خلائق ہیں۔ داراشکوہ نے آپ کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے:

خانوادۂ ایشاں خانوادۂ زہد و تقویٰ بودہ

حضرت مخدوم کے سن پیدائش میں مورخین کا اختلاف ہے۔ البتہ منشی محمد دین فوق نے اعتماد کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی پیدائش کا فخر ۴۰۰ یا ۴۰۱ھ کو حاصل ہے۔

(داتا گنج بخش ص ۵)

غزنی کے قریب ہجویر نامی ایک قریہ ہے' جہاں حضرت مخدوم کی ولادت ہوئی۔ پیر غلام دستگیر نامی نے "بزرگان لاہور" میں آپ کا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:

حضرت مخدوم علی بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن سید عبداللہ (شجاع شاہ) بن سید ابوالحسن علی بن حسن بن سید زید بن امام حسن رضی اللہ عنہ' (ص ۱۸۴)
چار برس کے ہوئے تو آپ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ کی تعلیم و تربیت میں آپ کے والد ماجد نے خصوصی دلچسپی لی۔ کشف المحجوب میں آپ نے اپنے چوالیس اساتذہ

Marfat.com

کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مخدوم کا سلسلہ بیعت جنیدی ہے۔ منشی فوق نے آپ کا شجرہ طریقت اس طرح لکھا ہے:

حضرت علی ہجویری، خواجہ ابوالفضل بن حسن ختلی، شیخ علی حضرمی، شیخ ابوبکر شبلی، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی، حضرت داؤد طائی، حضرت حبیب عجمی، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ

(داتا گنج بخش ص ۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مخدوم بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئے اور خراسان سے لے کر ماوراء النہر مرد اور آذر بائیجان تک کی سیاحت کی۔ اس سیاحت کا حال کشف المحجوب میں ملتا ہے۔

## لاہور میں آمد

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم لاہور میں ۴۶۰ھ کے بعد آئے۔
(مقالات دینی و علمی حصہ اول ص ۲۲۸)

حضرت نے لاہور کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے:

"ایک مسجد آپ نے خود تیار کروائی تھی، جس کا محراب دوسری مساجد کی نسبت جنوب کی طرف جھکا ہوا تھا"۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

"لاہور میں جو مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کی محراب میں بہ مقابلہ دوسری مسجدوں کے سمت جنوب میں ذرا کجی تھی۔ علمائے وقت نے اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قائم نہیں رہی۔ آپ نے ایک روز سب کو جمع کر کے خود نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حاضرین سے کہا کہ دیکھ لو کعبہ کدھر ہے۔ حجابات اٹھ گئے۔ سب نے دیکھ لیا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے"۔

(تصوف اسلام ص ۳۸)

حضرت مخدوم نے لاہور میں تبلیغ دین کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ بے شمار

Marfat.com

لوگوں کو مسلمان کیا اور لاتعداد بھولے بھٹکوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔
ڈاکٹر نکلسن نے حضرت کا سال وفات ۴۶۵ھ اور ۴۶۹ھ کے درمیانی عرصہ میں بتایا ہے۔ مزار اقدس پر جو کتبہ درج ہے' اس پر سن وفات ۴۶۵ھ کندہ ہے۔ ؎

خانقاہ علی ہجویری است
خاک جاروب ازدرش بردار
طوطیا کن بدیدۂ حق بیں
تاشوی واقف در اسرار
چوں کہ سردار ملک معنی بود
سال وصلش برآید از سردار ۴۶۵ھ

## کشف المحجوب

سر زمین لاہور کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت مخدوم نے اپنی معرکہ آراء کتاب کشف المحجوب یہیں تصنیف فرمائی۔ اس بلند پایہ تصنیف کو صوفیہ کرام میں ہمیشہ ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو' اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائے گا۔ اصل عبارت یہ ہے:

"کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی ہجویری است' قدس اللہ روحہ العزیز' اگر کسے راپیرے نہ باشد چوں ایں کتاب مطالعہ کند او راپیدا شود' من ایں کتاب رابہ تمام مطالعہ کردم"۔

(نظامی مرتبہ شیخ علی محمود جاندار بحوالہ تصوف اسلام ص ۳۸)

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں اس کتاب (کشف المحجوب) کا بڑا حصہ ہے۔ (تاریخ مشائخ چشت ص ۹۸)
آیئے' آپ کو کشف المحجوب میں لکھی ہوئی حضرت مخدوم کی پاکیزہ تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

کہ یہ دارو ہیں امراض دلی کا

کشف المحجوب کے مقدمے میں حضرت فرماتے ہیں:
"علی بن عثمان بن علی جلابی غزنوی ہجویری عرض کرتا ہے کہ میں نے استخارہ کیا

Marfat.com

اور جو اغراض نفس میں تھیں' انہیں نکال باہر کیا اور ثابت قدم ہو کر اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کی مرادیں پوری فرمائے۔

میں نے اس کتاب کا نام کشف المحجوب اس لئے رکھا کہ پڑھنے والا نام ہی سے مقصد تالیف سمجھ لے . . . میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں اور اس سے تکمیل کتاب کی توفیق چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے ارادہ و قوت پر ہرگز بھروسہ نہیں۔ اس خیال خام سے میں اظہار براءت کرتا ہوں"۔

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"یہ میں نے جو لکھا ہے کہ میں نے استخارہ کیا' اس سے میری مراد رب العزت تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب ملحوظ رکھنا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کو حکم فرمایا ہے :

**فاذا قرات القران فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔**

یعنی اے محبوب! جب آپ قرآن کریم پڑھنا چاہیں تو اول شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ پس استعارہ' استخارہ اور استعانت سب کے معنی پناہ مانگنے اور اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ جل شانہ' سے مدد لینے کے ہیں' جس سے انسان ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے"۔

## نفسانی اغراض

"پھر جو میں نے یہ کہا ہے کہ نفسانی اغراض سے دل کو پاک کر کے یہ کام شروع کیا ہے تو اس کے اظہار سے غرض یہ ہے کہ جس کام میں غرض نفسانی آ جاتی ہے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے اور دل راستی و دیانت سے ہٹ جاتا ہے اور یہ صورت دو حال سے خالی نہیں یا تو نفس کی غرض پوری ہو گی یا نہ ہو گی۔ نفسانی غرض پوری ہوئی تو اس میں تمام ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اسی لئے کہ جہنم کے دروازے کی کنجی مراد نفس کا حاصل ہونا ہے۔ اگر غرض نفس پوری نہ ہو تو چاہیے کہ پہلے ہی اسے دل سے نکال دیا جائے کہ اسی میں نجات ہے۔

اور دروازۂ بہشت کی کنجی اغراض نفسانی سے مجتنب رہنا ہے' جیسا کہ حضرت رب العزت تعالیٰ شانہ نے فرمایا :

**ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنت ہی الماوٰی**

Marfat.com

یعنی جس نے روکا اپنی خواہش نفسانی کو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

حضرت مخدوم نے جس زمانے میں رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا پاکیزہ سلسلہ شروع کیا' اس وقت زمانے کا کیا حال تھا۔ یہ ذرا انہی کی زبانی سن لیجئے۔ مقدمہ ہی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا جب لوگوں نے ہواو ہوس کا نام شریعت' جاہ و ریاست کی طلب اور تکبر کا نام عزت و علم رکھ لیا ہے۔ ریاکاری کو خوف الٰہی اور دل کے اندر کینہ پوشیدہ رکھنے کو علم سے موسوم کر دیا ہے۔ فضول جنگ و جدل کو مناظرہ' باہم لڑائی جھگڑے اور نادانی کو پاک دامانی قرار دے لیا ہے۔ منافقت کا نام پرہیز گاری' جھوٹی آرزو کا ارادت' طبع کے ہذیان کا معرفت' دلی حرکتوں اور نفسانی وسوسے کا عشق الٰہی' گمراہی کا فقر' انکار حق کا برگزیدگی' لا دینی کا فنا' شریعت رسول سے برگشتہ ہو جانے کا طریقت اور اہل زمانہ کی آفت کا نام مجاہدہ رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہ معارف حق کے راز آشنا لوگ اس جہان سے یکسر الگ تھلگ ہو گئے ہیں اور دنیا داروں نے غلبہ پا لیا ہے"۔

مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جو انتالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں درج ذیل عناوین پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اثبات علم' اثبات فقر' تصوف' خرقہ پوشی' فقرو صفوت' ملامت' صحابہ کرام' اہل بیت' اصحاب صفہ' ائمہ تابعین' تبع تابعین' صوفیہ متاخرین کے امام' صوفیہ متاخرین' صوفیہ کے مختلف مکاتب و مذاہب' توبہ' محبت' صحبت' آداب صحبت' آداب صحبت سفر' کھانے کے آداب' چلنے پھرنے کے آداب' سفر و حضر میں سونے کے آداب' بولنے اور چپ رہنے کے آداب' آداب سوال و ترک سوال' آداب نکاح و تجرد' سماع قرآن' سماع شعر' سماع لحن و نغمہ' احکام سماع' اختلاف سماع' مقامات سماع' وجد' رقص' جامہ دری' آداب سماع وغیرہ۔

(تحتانی ابواب ان کے علاوہ ہیں)

## چار چیزوں کا علم

پہلے باب میں علم کے فضائل اور اقسام کا بیان ہے۔ حضرت مخدوم نے شیخ حاتم اصم کا یہ قول نقل فرمایا ہے:۔

Marfat.com

"دنیا کے تمام علوم میں سے میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کر لیا اور باقی علوم سے بے نیاز ہو گیا۔ اول یہ کہ رزق کی ایک مقدار لکھ دی گئی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں اضافہ کی طلب گاری سے نجات پا گیا۔
دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے اوپر جو حق ہیں' ان کی بجا آوری میرے اوپر فرض ہے۔ پس میں ان کی ادائی میں مشغول ہو گیا۔
تیسرے یہ کہ موت میرے تعاقب میں ہے جس سے کسی طور بھی گریز ممکن نہیں۔ اس لئے میں اس سے ملنے کی تیاری میں رہتا ہوں۔
اور چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے حال کو دیکھتا رہتا ہے' اس لئے اس سے شرم کرتا ہوں اور ممنوعات سے بچتا رہتا ہوں۔

## علمائے غافل

علمائے سو ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی تن آسانی اور دنیا پسندی کی وجہ سے ہمیشہ حکومت و اقتدار کے قریب رہتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق کے بجائے الٹا اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے علمائے سو کا ذکر حضرت مخدوم "علمائے غافل" کے نام سے کرتے ہیں اور ان کی پہچان بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"علمائے غافل وہ ہیں' جنہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ دلی بنا لیا ہے اور شریعت مطہرہ سے حیلے بہانے تراش کر اپنے لئے آسانیاں گھڑلی ہیں۔ وہ اہل حکومت کے پجاری بن گئے ہیں۔ ظالموں کی چاپلوسی کرنا انہوں نے اپنا روزمرہ اور ان کی چوکھٹوں کا طواف کعبہ مقصود بنا لیا ہے۔
وہ اپنے غرور و نخوت کو اپنی زیرکی ہوشیاری جانتے ہیں اور اس پر فریفتہ ہیں۔
وہ کلام میں اس قدر تصنع پسند کرنے والے ہیں کہ ان کا کلام عوام میں نہایت دقیق مشہور ہے۔
وہ ائمہ کرام کی شان میں اور اپنے استادوں کی قابلیت میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور بزرگان دین اور سلف صالحین کے مقابلے میں اپنی فوقیت علمی بگھارتے ہیں۔ اگر ان کے تفوق علمی کے مقابلے میں کونین کا وزن کیا جائے تو ان کی تعلی کا وزن زیادہ ہو"۔

دوسرے باب (اثبات فقر) میں، حضرت مخدوم نے فقر کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

Marfat.com

ایک حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے دوستوں کو حاضر کرو۔ فرشتے عرض کریں گے کہ بار الٰہا تیرے دوست کون ہیں؟ ارشاد ہو گا کہ فقراء و مساکین۔

## رسم پرست صوفیہ

آج ہمارے دور میں فقر و تصوف کے چشمہ صافی کو اہل اغراض نے جس طرح گدلا کر دیا ہے وہ بڑا ہی تکلیف دہ ہے۔ نام نہاد صوفی تصوف کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ ایسے صوفی حضرت مخدوم کے زمانے میں بھی موجود تھے۔ باب ''تصوف'' میں وہ حضرت مرتعش'' کا ایک قول نقل کرکے رسم پرست اور دنیا دار صوفیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو تمہاری روش سے تصوف بدنام ہو رہا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''تصوف تو تمام کا تمام مجاہدہ ہے۔ اس میں ہرگز لہو و لعب شامل نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کو رسم پرست صوفیہ سے بچاؤ۔ عوام الناس نے جب دیکھا کہ ناچ گانا، رقص و سرور اور بارگاہ سلاطین میں پہنچ کر ایک ایک لقمہ پر جھگڑنا اور ان کی بارگاہ میں شرف یاب ہونا کمال فقر بن گیا ہے تو وہ صوفیہ کرام سے بدعقیدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ان صوفیہ کا یہی طغرائے امتیاز ہے''۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دن وہ تھا کہ تصوف حقیقتاً'' خالص تصوف تھا اور نام و نمود نہ تھی۔ یعنی عہد صحابہ کرام اور سلف صالحین میں تصوف نام کا نہ تھا۔ بلکہ ہر کسی میں حقیقت تصوف کا پرتو تھا۔

اب وہ انحطاطی دور آیا ہے کہ تصوف کا نام تو باقی ہے مگر حقیقی معنی معدوم ہیں ... اللہ تعالیٰ تجھے یہ سعادت عطا فرمائے کہ تجھ پر طریق تصوف کا حال منکشف ہو جائے اور منکرین تصوف کو بتا سکو کہ تصوف کے انکار سے ان کی کیا مراد ہے ...... اگر یہ عین تصوف کے منکر ہیں تو یہ انکار تمام احکام شرعیہ اور انبیائے کرام کا ہے اور ان کے فضائل ستودہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ سعادت عطا فرمائے جس کے ساتھ اس نے اپنے ولیوں کو سعید بنایا''۔

اس بات میں حضرت مخدوم نے بتایا ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا قلب ''صفا'' (صفائی) سے لبریز اور کدر (گندگی) سے خالی ہو۔

Marfat.com

تصوف کے بعد "خرقہ پوشی" کا باب ہے جس میں حضرت نے سنت نبویؐ اور آثار صحابہ سے پیوند لگے ہوئے لبادہ اور گدڑی پہننے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ایک جگہ یہ دلچسپ حکایت بیان فرماتے ہیں :۔

"ایک بے علم مدعی فقر نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے سیاہ پوشی کیوں اختیار فرمائی ہے۔ آپ نے جواب دیا : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں چھوڑی تھیں۔ فقر، علم اور شمشیر۔ شمشیر سلاطین نے لے لی، مگر اسے درست جگہ پر استعمال نہ کیا۔ علم، علماء نے استعمال کیا مگر اسے پڑھنے پڑھانے تک محدود رکھا (اور اس پر عمل نہ کیا) اور فقر، فقراء نے اختیار کیا، مگر اسے آلہ غناء اور حصول مال کا ذریعہ بنا لیا۔ میں نے ان تینوں کے غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے"۔

Marfat.com

## غوث اعظم پیرانِ پیر

# سیّدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں صدی ہجری کا نصف آخر دنیائے اسلام کے لئے انتہائی تکالیف اور مصائب کا دور تھا' باہمی انتشار اور فرقہ بندیوں نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کرکے رکھ دیا تھا۔ فروعات پر وہ ایک دوسرے کے گریبان تار تار کر رہے تھے۔ بدعات اور غیر اسلامی نظریات کا پرچار ہو رہا تھا۔ بظاہر اسلامی سلطنتوں کا سلسلہ اندلس سے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا' لیکن اندر سے ان سلطنتوں کا وہی حال تھا جو گھن کھائی ہوئی لکڑی کا ہوتا ہے۔ خود عالم اسلام کے مرکز بغداد میں لاقانونیت کا یہ حال تھا کہ لوگ اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگ رہے تھے۔

اندلس میں اسلامی حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ مصر میں سلطنت باطنیہ (جسے علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں سلطنت خبیثہ لکھا ہے) الحاد اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ عراق و ایران میں حسن بن صباح کے پیروکاروں نے مسلمانوں کے قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

بیت المقدس پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے عیسائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اور وہ عراق و حجاز پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حد یہ کہ عیسائی پادری اسلام پر عیسائیت کی برتری کے وعظ کہتے تھے اور مسلمان انہیں انہماک سے سنتے تھے۔

ہندوستان کا یہ حال تھا کہ اس کے شمال مغربی علاقوں میں سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے گذشتہ شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لئے موقع کی تاک میں تھے۔ غرض پوری ملت اسلامیہ پر نکبت و ادبار کے منحوس سائے لہرا رہے تھے کہ یکایک رحمت خداوندی جوش میں آئی اور ایک ایسے مرد کامل کا ظہور ہوا جس

Marfat.com

کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو ایک بار پھر حیات تازہ بخش دی۔ اس رجل عظیم کا اسم گرامی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی تھا۔ جس کا نام سنتے ہی فرط عقیدت سے آج ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں۔

## نام و نسب

آپ کا نام نامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین تھا۔ دنیا آپ کو غوث اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید ابو صالح موسیٰ اور والدہ محترمہ کا ام الخیر فاطمہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے چودہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ گویا آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ مولانا جامی نے آپ کے عالی مرتبت نسب کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

آں شاہ سرافراز کہ غوث الثقلین است
دراصل صحیح النسبین از طرفین است
از سوئے پدر تا بحسنؓ سلسلہ اوست
وزجانب مادر در دریائے حسین است

## ولادت باسعادت

حضرت غوث اعظم کی تاریخ ولادت کے بارے میں دو روائتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو اور دوسری روایت کے مطابق یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو گیلان (بلاد فارس) میں پیدا ہوئے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے دوسری روایت کو صحیح مانا ہے۔

حضرت غوث اعظم سے ایک دفعہ ان کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق نے ان کا سال ولادت دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا:

"مجھے ٹھیک تو یاد نہیں، البتہ اتنا وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں جس سال بغداد میں آیا تھا میری عمر اٹھارہ برس کی تھی اور اسی سال ابو محمد رزق بن عبدالوہاب تمیمی نے وفات پائی تھی"۔

ابن عبدالوہاب تمیمی کا سن وفات ۴۸۸ھ ہے۔ اس حساب سے آپ کا سال ولادت

Marfat.com

۱۷۴ھ ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

## پہلا رمضان

حضرت کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میرا بیٹا عبدالقادر پیدا ہوا تو ماہ رمضان کے چاند میں شبہ پڑ گیا۔ لوگ مجھ سے بھی پوچھنے آئے۔ میں نے کہا کہ آج میرے بیٹے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ یہ بات سارے شہر میں مشہور ہو گئی کہ سادات کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔ (گیارہویں نامہ از خواجہ حسن نظامی)

حضرت غوث اعظم نے خود بھی ایک شعر میں اپنے زمانہ رضاعت کے روزوں کا ذکر کیا ہے۔ ؎

بدایت امری ذکرہ ملاء الفضا
وصوی فی مھدی بہ کان

یعنی میرے زمانہ طفولیت کے حالات کا ایک زمانہ میں چرچا ہے اور گہوارہ میں روزہ رکھنا مشہور ہے۔

(قصیدہ غوثیہ)

## علم کا شوق

حضرت فرماتے ہیں : میں جوان ہوا تو میں نے والدہ ماجدہ سے عرض کی : اللہ کے واسطے مجھے اپنا حق بخش دیں اور بغداد جانے کی اجازت دیں تاکہ میں وہاں علم حاصل کروں۔ یہ سن کر وہ رو پڑیں اور اسی دینار جو میرے والد ماجد کے ترکے میں ملے تھے' میرے پاس لائیں۔ میں نے اس میں سے چالیس دینار اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیئے۔

میری والدہ نے چالیس دینار میری گدڑی میں بغل کے نیچے سی دیئے اور مجھے بغداد جانے کی اجازت دے دی۔ رخصت سے قبل مجھے نصیحت کی کہ ہر حال میں سچ بولنا۔ پھر فرمایا : "جاؤ میں نے اللہ کے لئے تمہیں اپنا حق بخش دیا"۔

## بغداد کا سفر

حضرت فرماتے ہیں :

Marfat.com

والدہ سے رخصت ہو کر میں بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہمارا قافلہ ہمدان سے آگے نکل گیا تو اچانک ساٹھ سوار جنگل سے نکلے اور انہوں نے قافلے کو گھیر لیا۔ لوٹ مار کرتا ہوا ایک سوار میرے پاس سے گزرا اور پوچھا: لڑکے! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: چالیس دینار۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میری گدڑی میں بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔

اس نے سوچا یہ لڑکا مجھ سے تمسخر کر رہا ہے۔ وہ چلا گیا تو ایک اور سوار آیا' اس نے بھی پہلے سوار کی طرح مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا۔ وہ بھی تعرض کئے بغیر چلا گیا۔

وہ دونوں اپنے سردار کے پاس گئے اور مجھ سے جو سنا تھا اسے کہہ دیا۔ سردار نے مجھے بلایا۔ میں نے دیکھا وہ سب ایک ٹیلے پر آپس میں مال تقسیم کر رہے ہیں۔ سردار نے مجھ سے پوچھا: تیرے پاس کیا ہے؟

میں نے کہا: چالیس دینار

اس نے پوچھا: کہاں ہیں؟

میں نے کہا: میری گدڑی میں بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔

چنانچہ اس کے حکم پر میری گدڑی کو چاک کیا گیا تو اس میں سے چالیس دینار برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا اور پوچھا: تم نے اس قدر محفوظ رقم کا اعتراف کیوں کیا؟

میں نے جواب دیا: میری پاک باز اور ضعیف العمر ماں نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ بھلا والدہ کی نصیحت میں چالیس دیناروں کی خاطر کیونکر فراموش کر سکتا تھا!

یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار رو پڑا اور کہنے لگا:

آفرین ہے تجھ پر کہ تو نے اپنی ماں کا عہد نہیں توڑا اور تف ہے مجھ پر کہ کتنے ہی سالوں سے اپنے رب کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے کہا: تو راہزنی میں ہمارا پیش رو تھا اب توبہ میں بھی ہمارا پیش رو ہے۔ پس سب نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور قافلے کا تمام لوٹا ہوا مال واپس دے دیا۔

(تذکرہ سیدنا غوث اعظم ۹ بحوالہ قلائد الجواہر)

غرض چار سو میل سے زائد کا خطرناک اور پر صعوبت سفر طے کر کے حضرت ۴۸۸ھ

Marfat.com

میں بغداد پہنچے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے۔

## طالب علمی کا زمانہ

مدرسہ کے کچھ طلبہ کا دستور تھا کہ فصل کٹنے کے بعد وہ قریبی گاؤں یعقوبا میں چلے جاتے اور وہاں سے اناج مانگ کر لاتے۔ ایک دفعہ ان طلباء نے حضرت غوث اعظم سے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ ان کے اصرار کی وجہ سے آپ انکار نہ کر سکے اور ان کے ساتھ یعقوبا جا پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہاں ایک بزرگ شریف یعقوبی رہتے ہیں' جو اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ حضرت سب سے پہلے ان کی زیارت کے لئے گئے انہوں نے آپ کی جبین سعادت آثار سے اندازہ لگا لیا کہ قطب زمانہ ہیں۔ فرمایا :

بیٹے! طالبان حق اللہ کے سوا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ تم خاصان خدا معلوم ہوتے ہو۔ اس طرح غلہ مانگنا تمہارے شایان شان نہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا۔

آپ کے زمانہ طالب علمی میں ایک دفعہ بغداد میں ہولناک قحط پڑا۔ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترسنے لگے۔ درختوں اور جھاڑیوں کے پتے تک کھائے جانے لگے۔ حضرت بھی خود سبزیوں کی تلاش میں دجلہ کے کنارے جاتے' لیکن وہاں پہلے ہی لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ آپ کمال صبر و شکر کے ساتھ واپس تشریف لے آتے' کیونکہ آپ کو یہ پسند نہیں تھا کہ پیٹ بھرنے کے لئے لوگوں سے چھینا جھپٹی کریں۔ اسی طرح آپ نے کئی روز فاقے میں گزار دیئے۔

ایک دن بھوک کی شدت سے دماغ چکرانے لگا تو آپ مسجد میں آن بیٹھے۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک عجمی جوان بھنا ہوا گوشت اور روٹی لے کر مسجد میں داخل ہوا اور ایک گوشے میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ بھوک کی شدت سے میرا یہ حال تھا کہ اس شخص کے ہر لقمے کے ساتھ بے اختیار میرا منہ بھی کھل جاتا اور جی چاہتا کہ کاش اس وقت مجھے کچھ کھانا میسر ہو جاتا! آخر میں نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ بے صبر نہ بن' توکل اور بھروسہ بھی کوئی چیز ہے۔

غرض آپ کا نفس مطمئن ہو گیا اور آپ اس شخص کی طرف سے بے نیاز ہو گئے۔ اتنے میں خود ہی اس کی نظر آپ پر پڑی اور اس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت

Marfat.com

نے انکار کیا' لیکن اس نے شدید اصرار کیا- ناچار آپ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے- تھوڑی دیر بعد وہ آپ کے حالات دریافت کرنے لگا- آپ نے فرمایا : میں جیلان کا رہنے والا ہوں' بغداد میں حصول علم کی غرض سے مقیم ہوں- یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا : میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں- کیا تم جیلان کے رہنے والے ایک نوجوان عبدالقادر کو جانتے ہو؟

حضرت نے فرمایا : "میں ہی عبدالقادر جیلانی ہوں"-

یہ سنتے ہی وہ شخص بے چین ہو گیا اور اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں- رقت انگیز لہجے میں کہنے لگا : بھائی! میں نے تمہاری امانت میں خیانت کی ہے- خدا کے لئے مجھے بخش دو!

حضرت بڑے حیران ہوئے اور پوچھا : کیسی امانت؟

وہ بولا : آپ کی والدہ نے میرے ہاتھ آپ کے لئے آٹھ دینار بھیجے تھے- میں کئی روز سے تمہیں تلاش کر رہا تھا کہ تمہاری امانت کے بار سے سبکدوش ہو جاؤں' لیکن تمہارا کچھ پتہ نہ چلا' حتیٰ کہ میرا ذاتی خرچ ختم ہو گیا اور نوبت فاقوں تک آ پہنچی- آخر بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا کہ تمہاری امانت سے کھانا خرید کر پیٹ کے دوزخ کی آگ ٹھنڈی کروں- بھائی! یہ کھانا جو ہم کھا رہے ہیں' دراصل تمہارا ہی ہے کیونکہ تمہاری امانت سے خریدا گیا ہے اور تم میرے نہیں بلکہ میں تمہارا مہمان ہوں- خدا کے لئے میرا قصور معاف کر دو-

حضرت نے اسے گلے لگا لیا اور اس کے حسن نیت کی تعریف کی- پھر کچھ دینار اور بچا ہوا کھانا دے کر نہایت محبت سے اسے رخصت کیا-

آغاز تعلیم سے تکمیل تک آٹھ سالہ مدت میں آپ نے جو زہرہ گداز مصائب برداشت کئے ان کا حال جان کر پتھر کا کلیجہ بھی شق ہوتا ہے- خود حضرت کا ارشاد ہے کہ میں نے طالب علمی کے دوران ایسی ہولناک سختیاں جھیلی ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر پڑتیں تو وہ بھی پھٹ جاتا- جب مصائب و شدائد کی ہر طرف سے یلغار ہو جاتی تو میں زمین پر لیٹ جاتا اور اس آیت کریمہ کا ورد کرنے لگتا :

**فان مع العسر یسرا**

**ان مع العسر یسرا**

(بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے-

(بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے)

Marfat.com

اس آیت مبارکہ کی تکرار سے مجھے تسکین حاصل ہو جاتی اور جب میں زمین سے اٹھتا تو سب رنج و کرب دور ہو چکے ہوتے۔

## حضرتؒ کے اساتذہ

بغداد میں آپ نے جن علماء و شیوخ سے پڑھا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :
ابو الوفا علی بن عقیل' ابو الخطاب محفوظ الکلودانی' ابو الحسن محمد بن قاضی ابی یعلی' محمد بن حسین بن محمد فراء' قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی' ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی' ابو سعد محمد بن عبدالکریم بن خشیش' ابو لغنائم محمد بن علی بن میمون الرسی' ابوبکر احمد بن مظفر' ابو محمد جعفر بن احمد' القاری السراج' ابوالقاسم علی بن احمد الکرخی' ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد الاصیہانی' ابو طالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف' ابو طاہر عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف' ابو نصر محمد وابو غالب احمد وابو عبداللہ یحییٰ' ابناء الامام ابی علی الحسن بن البنا۔ ابو البرکات بتہ اللہ السقطی' ابو العز محمد بن مختار الہاشمی' ابوالحسین السبارک المعروف بابن الطیوری' ابو منصور عبدالرحمٰن القزاز' ابو البرکات طلمتہ العاقولی اور علامہ ابو ذکریا یحییٰ بن علی التبریزی (رحمہم اللہ تعالیٰ)

## شیخ حمادؒ سے استفادہ

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد حضرت کو علوم باطنی کی فکر ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بغداد فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ حضرت فطری طور پر ان ہنگاموں سے متنفر تھے نت نئے جھگڑے اور فساد دیکھ کر انہوں نے بغداد چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ ایک روز قرآن کریم بغل میں دبا کر میں باب حلبہ کی طرف چلا کہ وہاں سے صحرا کو راستہ جاتا تھا۔ یکایک کسی غیبی طاقت نے مجھے اس زور سے دھکا دیا کہ میں گر پڑا۔ پھر غیب سے آواز آئی۔ یہاں سے مت جاؤ۔ خلق خدا کو تم سے فیض پہنچے گا۔
میں نے کہا : مجھے خلق خدا سے کیا واسطہ مجھے تو اپنے دین کی سلامتی مطلوب ہے۔
آواز آئی : نہیں نہیں' تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔ تمہارے دین کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔
چنانچہ میں نے بغداد چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے کوئی ایسا بندہ ملا دے جو ازالہ التباس کر سکے۔ دوسرے روز میں بغداد کے ایک محلے سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھول کر اپنا سر باہر نکالا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا : عبدالقادر!

Marfat.com

کل کہاں جا رہے تھے؟

میں یہ اچانک سوال سن کر حیران رہ گیا۔ میری قوت گویائی جواب دے گئی۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا تو اس شخص نے نہایت غصہ سے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میں وہاں سے آ گیا۔

اب میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ شخص اولیائے کاملین میں سے ہے، جسے کل کے واقعے کا علم ہو گیا۔ میں نے اس دروازے کی تلاش شروع کی لیکن وہ مجھے نہ ملا۔ اب میں ہر وقت اس شخص کی تلاش میں رہنے لگا۔ آخر میں نے ایک دن اسے پا لیا۔ یہ بزرگ شیخ حماد بن مسلم الدباس تھے، جن سے میں نے علم طریقت حاصل کیا اور اپنے اشکالات و شکوک رفع کرائے۔

## خرقہ ارادت

تحصیل علوم کے بعد آپ نے پچیس سال مجاہدات و ریاضات میں گزارے پھر حضرت قاضی ابو سعید مبارک مخرمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

حضرت قاضی ابو سعید مبارک مخرمی جب سیدنا غوث اعظم سے بیعت لے چکے تو ان کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ حضرت فرماتے ہیں میرے شیخ طریقت جو لقمہ میرے منہ میں ڈالتے تھے وہ میرے سینے کو نور معرفت سے بھر دیتا تھا۔

پھر حضرت شیخ ابو سعید مبارک نے آپ کو خرقہ ولایت پہنایا اور فرمایا: اے عبدالقادر یہ خرقہ جناب سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تھا، انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصری کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔

حضرت سیدنا غوث اعظم کا خرقہ ولایت جن واسطوں سے آپ تک پہنچا، ان کی تفصیل یہ ہے:

سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت شیخ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ علی بن محمد القرشی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

## مسند وعظ و اصلاح

حضرت نے علوم ظاہری باطنی کی تکمیل فرما لی تو بڑی بیدار مغزی سے حالات کا جائزہ لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عالم اسلام طرح طرح کے فتنوں کی آما جگاہ بنا ہوا تھا فتنہ خلق قرآن' اعتزال اور باطنیت کی تحریکیں مسلمانوں کے لئے خطرہ ایمان بنی ہوئی تھیں۔ مرکز اسلام بغداد میں فسق و فجور اور منافقت کا بازار گرم تھا۔ سلجوقی آپس میں دست بگریبان تھے' جس سلطان کی طاقت بڑھ جاتی' بغداد میں اسی کے نام کا خطبہ شروع ہو جاتا تھا۔

آپ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے' مگر وعظ کہنے سے جھجکتے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔ جناب یوسف ہمدانی' جن کی نسبت مشہور تھا کہ قطب زمانہ ہیں' بغداد میں آئے میں ان کا ذکر سن کر انہیں ملنے کے لئے گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر اٹھے اور اپنے پاس بٹھایا اور فراست سے مجھے پہچانا اور میری مشکل حل کی۔ پھر فرمایا : لوگوں کو خطاب کیا کرو۔ میں نے کہا : یا سیدی میں ٹھیٹ عجمی' میں فصحائے بغداد کو کیوں کر خطاب کروں۔ فرمایا : تم نے تفسیر' حدیث' فقہ' اصول' لغت' سب کچھ پڑھ لیا' کیا اب بھی تم لوگوں کو خطاب نہ کرو گے؟ منبر پر چڑھو اور لوگوں کو خطاب کرو۔

اس کے بعد حضرت نے مجالس ارشاد و تربیت اور اجتماعات اصلاح و ہدایت کے ذریعے باقاعدہ باطل کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا۔

آپ نے درس و تدریس اور واعظ و ہدایت کا سلسلہ اپنے شیخ طریقت حضرت ابو سعید مخرمی کے مدرسہ میں شروع کیا تو سارا بغداد اور اطراف و اکناف کے لوگ آپ کے

Marfat.com

مواعظ حسنہ پر ٹوٹ پڑے۔ ہجوم خلق سے مدرسہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہتی اور لوگ مدرسہ کے باہر شارع عام پر بیٹھ جاتے۔ ۵۲۸ھ میں قرب و جوار کے مکانات شامل کرکے مدرسہ کو وسیع کر دیا گیا۔ لیکن یہ وسعت بھی لوگوں کے ہجوم کا احاطہ نہ کر سکی۔ آخر آپ کا منبر شہر سے باہر عید گاہ کے وسیع میدان میں رکھ دیا گیا۔

آپ کی مجلس میں بسا اوقات حاضرین کی تعداد ستر ہزار سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ جس میں نہ صرف عوام بلکہ اکابر، مشائخ اور علماء بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ کے مواعظ اور خطبات قلم بند کرنے کے لئے ہر مجلس میں چار سو دواتیں موجود ہوتی تھیں۔ عام طور پر آپ ہفتہ میں تین بار وعظ فرماتے۔ جمعتہ المبارک کو، سہ شنبہ کی شام کو اور یک شنبہ کی صبح کو۔ وعظ و ارشاد کا یہ سلسلہ آپ کے وصال تک جاری رہا۔

## درس و تدریس

وعظ و نصیحت کے علاوہ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ دور دراز سے لوگ علوم شریعت و طریقت حاصل کرنے کے لئے آتے۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے تلامذہ اور مریدین عراق، حجاز، شام اور تمام عالم اسلام میں پھیل گئے تھے۔

آپ کے مدرسہ میں ہر روز ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلاف ائمہ اہل سنت اور ان کے دلائل کا ہوتا تھا۔

## وعظ کی اثر انگیزی

حضرت جب وعظ فرماتے تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ جوش میں آکر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے، بعض بے ہوش ہو جاتے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ غشی میں لوگ واصل بحق ہو جاتے۔ آپ کے وعظ کے دوران اکثر غیر مسلم کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتے۔ آپ کے شاگرد شیخ عبداللہ جبائی کا بیان ہے کہ حضرت غوث اعظم کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد فساق و فجار اور بد اعتقاد لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور ہزارہا یہودی اور عیسائی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

شیخ عمر کیماتی فرماتے ہیں: آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی، جس میں کوئی یہودی اور نصرانی اسلام قبول نہ کرتا اور کوئی فاسق رہزنی اور قتل سے تائب نہ ہوتا اور کوئی رافضی اپنے عقیدۂ باطلہ سے رجوع نہ کرتا۔

Marfat.com

## اخلاق و عادات

حضرت شیخ حرادہ" فرماتے ہیں: میں نے اپنی زندگی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق' فراخ حوصلہ' کریم النفس' رقیق القلب' محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت' علو مرتبت اور وسعت علم کے باوجود چھوٹوں سے رعایت فرماتے' بڑوں کی توقیر کرتے۔ سلام میں سبقت فرماتے۔ غریبوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے۔ آپ کبھی کسی سربراہ یا رئیس کے لئے تعظیما" کھڑے نہیں ہوئے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازے پر گئے۔

## استغناء

آپ نے عمر بھر کسی بادشاہ' امیر یا وزیر کا عطیہ قبول نہیں کیا۔ اگر کبھی آپ کی مجلس میں خلیفہ کی آمد ہوتی تو آپ قصدا" اپنے دولت خانے تشریف لے جاتے۔ جب خلیفہ اور اس کے ساتھی بیٹھ چکتے تو آپ باہر تشریف لاتے۔ امراء سے آپ نہایت سخت الفاظ میں گفتگو کرتے۔ فرماتے کہ ان کے دل کا میل بہت سخت ہے' تند و تیز الفاظ کی سختی ہی اسے کھرچ سکتی ہے۔

## اعلائے کلمتہ الحق

ایک دفعہ خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے قاضی ابو الوفاء یحیٰی بن سعید کو جو "ابن مرجم الظالم" کے لقب سے مشہور تھا' بغداد کا قاضی مقرر کیا۔ اس سے لوگوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ سیدنا غوث الاعظم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے برسر منبر خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> "تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے' جو سخت ظالم ہے۔ یاد کرو کل جب تم اپنے خالق کے سامنے پیش ہو گے تو کیا جواب دو گے۔ وہ مالک دو جہاں تو اپنی مخلوق پر نہایت مہربان ہے"۔

خلیفہ آپ کے یہ الفاظ سن کر تھرا اٹھا اور اتنا رویا کہ داڑھی تر ہو گئی۔ اسی وقت قاضی یحیٰی بن سعید کو منصب قضا سے برطرف کر دیا۔

ایک رات عباسی خلیفہ مستنجد باللہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ دس

Marfat.com

غلام اشرفیوں کی تھیلیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ خلیفہ نے یہ اشرفیاں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ نے بہت منت سماجت کی تو آپ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی اور ایک بائیں ہاتھ میں۔ پھر دونوں کو دبایا تو تھیلیوں سے خون ٹپکنے لگا۔

پھر خلیفہ سے فرمایا: تم لوگوں کا خون نچوڑ کر میرے پاس لاتے ہو۔

خلیفہ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو گیا۔ حضرت نے جلال میں فرمایا:

اگر اس کا نسبی رشتہ حضور نبی اکرمؐ سے متصل نہ ہوتا تو خدا کی قسم اس خون کو اس کے محلوں تک بہا دیتا۔

## استقامت

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق تاج الدین کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد نے بتایا کہ ایک اژدہا برآمد ہوا اور میرے سجدہ کی جگہ منہ کھول کر بیٹھ گیا۔ جب میں قعدہ میں بیٹھا تو وہ اژدہا میری رانوں پر سے گزر کر گردن پر چڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت عطا کی اور میں مطلق ہراساں نہ ہوا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو وہ اژدہا چلا گیا۔۔ دوسرے دن بغداد سے باہر ایک ویران جگہ سے میرا گزر ہوا تو میں نے ایک مہیب صورت شخص کو وہاں کھڑے پایا۔ اس نے کہا: یا حضرت! میں جن ہوں اور کل اژدہا کی صورت میں آپ کی نماز میں مخل ہوا تھا۔ میں بہت سے اولیاء اللہ کو آزما چکا ہوں' لیکن واللہ آپ جیسا ثابت قدم کسی کو نہیں پایا۔ پھر اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور آئندہ کے لئے کسی کو نہ ستانے کا عہد کیا۔

## وصال

ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں آپ شدید بیمار ہوئے۔ آپ نے اپنے اہل خانہ کو خبر دے دی کہ میں بہت جلد تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے عرض کی: قبلہ ام! مجھے وصیت فرمایئے جس پر میں آپ کے وصال کے بعد عمل کروں۔

غوث اعظم نے فرمایا: بیٹا! اللہ سے ڈرتا رہ۔ اس کی عبادت کو اپنا شعار بنا۔ ماسوا کا خوف دل سے نکال دے اور نہ اس سے امید رکھ۔ اپنی تمام حاجتیں اللہ کے سپرد کر اور اسی سے مانگ۔ توحید کو لازم پکڑ۔ تمام چیزوں کا مجموعہ توحید ہے۔

Marfat.com

وصال سے تھوڑی دیر پیشتر آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالجبار نے دریافت کیا: حضور کو کہیں درد تو محسوس نہیں ہوتا۔ فرمایا: دل مسرور و مطمئن ہے، اس کے علاوہ سب اعضاء تکلیف دے رہے ہیں۔

حضرت کے آخری الفاظ یہ تھے:

میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک، برتر اور زندہ ہے۔ اسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔

اس کے ساتھ ہی آواز غائب ہو گئی۔ زبان تالو سے چپک گئی اور روح مبارک پرواز کر گئی۔

آپ نے چار شادیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاروں بیبیوں سے اولاد عطا کی۔ آپ کے ہاں بیس لڑکے اور انتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر آپ خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

براکلمن نے آپ کی تصنیفات کی تعداد ۵۲ لکھی ہے۔ جن میں غنیتہ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی، مکتوبات محبوب سبحانی، جلاء الخاطر فی الباطن و الظاہر اور کبریت احمر بہت مشہور ہیں۔

آپ نے زندگی ہی میں اشاعت اسلام کا ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کر لیا تھا اور اپنے فیض یافتگان کو خصوصی ہدایات دے کر عالم اسلام میں پھیلا دیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد ان حضرات نے آپ کے مشن کو خاص طور پر قائم رکھا اور اشاعت اسلام کی جدوجہد جاری رکھی۔ بلا شبہ یہ انہی کی تبلیغی مساعی کا ثمرہ تھا کہ ۶۱۵ھ سے ۶۵۶ھ کے دوران جب تاتاریوں نے اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو اسلام کا چراغ گل ہونے کے بجائے نہ صرف روشن رہا۔ بلکہ پچیس سال کی قلیل مدت میں یہ غارت گران تاتار حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اسلام کی اس نشاۃ ثانیہ کا سہرا حضرت غوث اعظم کے سر ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

مولائے رُوم

# حضرت جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ

ساتویں صدی ہجری کی ابتدا ہے۔ عالم اسلام میں مولانا بہاء الدین محمد کے علم و فضل کا ڈنکا بج رہا ہے۔

بلخ میں ان کے حلقہ درس میں لاکھوں اشخاص کا مجمع ہے۔ مولانا بہاء الدین منبر پر بیٹھے سورۂ کوثر کی تفسیر بیان کر رہے ہیں۔ اتنے میں سلطان خوارزم شاہ ان کے حلقہ درس میں آ بیٹھتا ہے۔ سلطان کی جس طرف آنکھ اٹھتی ہے۔ اسے انسانوں کا ایک جم غفیر نظر آتا ہے۔ معاً خیال آیا' اصلی بادشاہ تو یہ ہے۔ لاکھوں انسان عقیدت و محبت کی تصویر بنے ہمہ تن گوش ہیں۔ دل میں ایک جذبہ رقابت اٹھا۔ محل میں آیا اور خزانہ شاہی اور قلعے کی کنجیاں مولانا بہاء الدین محمد کو بھیج دیں اور کہلا بھیجا کہ اسباب سلطنت سے اب یہ کنجیاں ہی باقی رہ گئی ہیں' وہ بھی حاضر ہیں۔

مولانا بہاء الدین بات سمجھ گئے۔ فرمایا: جمعہ کو وعظ کہہ کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ چنانچہ جمعہ کے دن تین سو مریدان خاص کے ساتھ شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔

۶۱۰ھ میں نیشا پور پہنچے تو حضرت خواجہ فرید الدین عطار انہیں ملنے کے لئے آئے۔ اس وقت مولانا بہاء الدین کا چھ سالہ بچہ ان کے پاس بیٹھا تھا۔ خواجہ صاحب نے سعادت کا ستارہ بچے کی پیشانی سے چمکتا ہوا پایا تو مولانا بہاء الدین سے کہا:

"بہاء الدین! اس جوہر قابل کی تربیت سے غافل نہ ہونا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن یہ صاحبان عشق و مستی کا سرخیل ہو گا"۔

یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے اس بچے کی پیشانی کو چوما اور اسے اپنی مثنوی "اسرار نامہ" بطور ہدیہ عطا فرمائی۔

یہ چھ سالہ بچہ جلال الدین تھا جو آگے چل کر مولائے روم کے نام سے چار دانگ عالم

Marfat.com

میں مشہور ہوا اور جس کا اسم گرامی سن کر آج بھی اہل دل کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔

## مولانا روم کی ولادت

مولانا روم ۶ر ربیع الاول ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ ان کا شجرہ نسب سات واسطوں سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہا سے اس طرح جا ملتا ہے: جلال الدین رومی بن بہاء الدین محمد بن جلال الدین حسین بن احمد بن قام بن مسیب بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ۔

مولانا روم کے والد مولانا بہاء الدین بلخ سے نکل کر نیشا پور' بغداد' حجاز' شام' آق شہر اور لارندہ سے ہوتے ہوئے ۶۱۷ھ میں قونیہ پہنچے جہاں سلجوقی فرمانروا علاء الدین کیقباد اور علماء و عوام نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ قونیہ میں مولانا کے والد دس سال تک درس و تدریس سے اہل قونیہ کو نوازتے رہے۔ خود سلطان کیقباد اکثر ان کے حلقہ درس میں حاضری دیتا۔ ۶۲۸ھ میں مولانا بہاء الدین محمد کا انتقال ہوا تو مولانا روم ان کی مسند پر بیٹھے اور درس و تدریس کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھا۔ مولانا روم کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی۔

والد ماجد کی وفات کے دو سال بعد مولانا کے استاد برہان الدین محقق نے انہیں ترغیب دی کہ وہ درس و تدریس کے بجائے مزید تعلیم کے لئے شام کے مشہور شہر حلب میں چلے جائیں۔ یہ شہر اس وقت درس فقہ کے لئے عالم اسلام میں مشہور تھا' جہاں چنگیزیوں کے ستائے ہوئے ایرانی علماء و فضلا بکثرت جمع تھے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی بھی اس زمانے میں یہیں درس دے رہے تھے۔

حلب میں مولانا روم نے مدرسہ حلاویہ میں چند شاگردوں کے ساتھ قیام کیا۔ یہاں چند سال رہ کر تحصیل علم کے بعد وہ دمشق پہنچے جہاں انہوں نے چار سال تک قیام فرمایا۔ یہیں انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ اور بعض دوسری کتابیں پڑھیں۔

تکمیل علم کے بعد مولانا قونیہ واپس آئے اور اپنے روحانی ہادی برہان الدین محقق کی سرپرستی میں ریاضت و مجاہدات شروع کئے۔ تین مرتبہ چلہ میں بیٹھے۔ برہان الدین محقق کی وفات کے بعد انہوں نے ان کی مسند بھی سنبھالی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس عرصہ میں ان کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔

## شمس تبریزی سے ملاقات

روایت ہے کہ ایک روز مولانا حوض کے کنارے بیٹھے مصروف مطالعہ تھے۔ سامنے

Marfat.com

کچھ کتابیں رکھی تھیں۔ اتنے میں شمس تبریزی بھی خستہ حالت میں وہاں آ پہنچے اور مولانا سے پوچھا: یہ کیا کتابیں ہیں۔ مولانا نے ٹالنے کی غرض سے کہہ دیا کہ یہ قیل و قال ہے، تم کو اس سے کیا غرض۔

شمس نے تمام کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں۔ یہ دیکھ کر مولانا کا رنگ اڑ گیا۔ گھبرائی ہوئی آواز میں بولے: تو نے یہ کیا کیا! تم نے ایسی چیزوں کو ضائع کر دیا جو اب کسی طرح نہیں مل سکتیں۔ ان کتابوں میں ایسے نادر نکتے تھے کہ دنیا میں ان کا بدل نہیں مل سکتا۔

مولانا کی یہ آہ و زاری سن کر شمس نے حوض میں ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کر کے سب کتابیں نکال کر کنارے پر رکھ دیں۔ مولانا نے دیکھا کہ کتابیں ویسی ہی خشک کی خشک تھیں۔ ان پر نمی کا نام تک نہ تھا۔ ان پر سخت حیرت طاری ہوئی پوچھا: یہ کیا بھید ہے؟ شمس نے کہا: یہ عالم حال ہے، تم کو اس سے کیا غرض۔

یہ کہتے ہی شمس روانہ ہوئے۔ مولانا ان کے پیچھے بھاگے، قدموں میں گر گئے اور بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ۶۴۲ھ کا ہے۔

چھ مہینے تک یہ دونوں بزرگ ایک حجرے میں چلہ کرتے رہے۔ اب مولانا کا یہ حال تھا کہ سماع سے شغف بڑھ گیا۔ ہر وقت شمس تبریزی کی خدمت میں حاضر رہتے۔ محبت کا یہ حال تھا کہ شمس ایک پل کے لئے بھی جدا ہوتے، تو مولانا بے چین ہو جاتے۔

مولانا کی یہ حالت دیکھ کر ان کے مرید اور عقیدت مند شمس کے دشمن ہو گئے۔ تمام شہر میں شمس کے خلاف ایک شورش برپا ہو گئی۔ لوگ کہتے تھے کہ ایک دیوانے نے مولانا پر جادو کر دیا ہے۔

جب یہ شورش حد سے بڑھ گئی تو شمس ایک روز چپکے سے غائب ہو گئے اور دمشق جا پہنچے۔

شمس کے جاتے ہی مولانا کا یہ حال ہوا کہ سب سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ مریدان خاص اور صاجزادوں کو بھی قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ اسی اثنا میں دمشق سے مولانا کو شمس کا خط موصول ہوا۔ اس خط نے شوق کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور مولانا ہر وقت شمس کی یاد میں رقت انگیز اشعار کہنے لگے۔ یہ دیکھ کر لوگ روتے ہوئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: خدا کے لئے ہمیں معاف فرما دیجئے۔

Marfat.com

اب ہم کبھی شمس کی مخالفت نہ کریں گے۔

مولانا نے لوگوں کو معاف کر دیا اور اپنے فرزند سلطان ولد کو ایک خط دے کر شمس کی تلاش میں دمشق بھیجا۔ خط میں شمس تبریزی سے درخواست کی تھی کہ وہ قونیہ واپس آ جائیں۔ سلطان ولد کے ساتھ بیس آدمی اور بھی تھے۔ جنہوں نے آخر کار دمشق میں شمس کو ڈھونڈ نکالا۔ مولانا کا خط دیکھتے ہی شمس ان لوگوں کے ساتھ قونیہ روانہ ہو گئے۔

شمس کے قونیہ پہنچتے ہی پھر محفل سماع جمنے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر لوگ پھر شمس کے دشمن ہو گئے۔ بلکہ اب انہیں کھلم کھلا کافر بھی کہنے لگے۔ جب یہ سب کچھ برداشت سے باہر ہو گیا تو ایک روز شمس یکایک غائب ہو گئے اور اس دفعہ ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی نظر نہ آئے۔

## شیخ صلاح الدین زرکوب

ایک مدت تک مولانا کو شمس کی جدائی نے بے حال و بے قرار رکھا۔ اسی عالم فراق میں ایک روز گھر سے نکلے، راستے میں شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان تھی۔ وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ہتھوڑی کی آواز نے سماع کا اثر کیا۔ وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ یہ دیکھ کر صلاح الدین پر بھی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ ورق کوٹتے ہی رہے یہاں تک کہ سب چاندی ضائع ہو گئی۔ آخر شیخ باہر نکل آئے۔ مولانا نے ان کو گلے لگا لیا اور برجستہ یہ شعر پڑھا۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکان زرکوبی،
زہے صورت، زہے معنی، زہے خوبی، زہے خوبی

(سونا کوٹنے والے کی دوکان سے ایک خزانہ برآمد ہوا۔ اس کی صورت و سیرت کا کیا کہنا اور حسن کا عالم تو دیدنی تھا)

شیخ صلاح الدین نے وہیں کھڑے کھڑے دوکان لٹوا دی اور دامن جھاڑ کر مولانا کے ساتھ ہو گئے۔ حسن اتفاق سے مولانا کو صلاح الدین میں وہ باتیں مل گئیں جن کی تلاش میں وہ شمس کے عاشق ہوئے تھے۔

اب لوگوں کو شیخ صلاح الدین سے بھی حسد پیدا ہوا۔ کیونکہ مولانا ان سے ایسی عقیدت رکھتے تھے جیسی مرید اپنے مرشد سے رکھتا ہے۔

جب مولانا کو لوگوں کی مخالفت کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کے حکم کے بغیر

Marfat.com

ایک پتہ بھی جنبش نہیں کر سکتا اگر یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہیں تو میں ان کے حق میں دعا ہی کروں گا۔ یہ سن کر سازشیوں نے مولانا کے حضور توبہ کی۔

شیخ صلاح الدین سے مولانا کی عقیدت اس حد تک پہنچی کہ انہوں نے اپنے سارے خاندان کو صلاح الدین سے مرید ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کے تمام فرزند شیخ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتے تھے۔

تقریباً دس برس تک مولانا اور شیخ کی صحبتیں گرم رہیں۔ بالآخر ۶۶۴ھ میں شیخ نے چند روز بیمار رہ کر وفات پائی۔ مولانا کو شیخ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ اسی حالت میں ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے زہجراں در فراقت آسماں بگریستہ
دل میان خوں نشستہ' عقل و جاں بگریستہ

صلاح الدین زرکوب بڑے نیک سیرت بزرگ تھے ان کے حالات میں ہے کہ ایام سرما میں انہوں نے کپڑے دھو کر سوکھنے کے لئے پھیلائے ہی تھے کہ نماز کی اذان سنائی دی۔ اس پر انہوں نے وہ گیلے کپڑے ہی پہن لئے اور جامع مسجد جا پہنچے۔ سردی کی وجہ سے یہ کپڑے برف کی طرح جم گئے تھے۔ لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ جمے کپڑوں سے وہ بیمار پڑ جائیں گے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ جسمانی نقصان' روحانی نقصان اور ترک امور شریعت سے بہتر ہے۔

## حسام الدین چلپی

مولانا روم کی طبیعت میں محبت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ صلاح الدین زرکوب کی وفات کے بعد انہوں نے حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم و ہمراز بنایا۔ مولانا ان کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ شاید ان کے مرید ہیں۔ مقدمہ مثنوی میں مولانا نے چلپی کو بایزید وقت اور جنید زماں لکھا ہے۔ چلپی بھی مولانا کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ پورے دس برس کی مدت میں ایک دن بھی انہوں نے مولانا کے وضو خانے میں وضو نہیں کیا۔ شدت کی سردی پڑتی' برف گرتی ہوتی لیکن وہ گھر جا کر وضو کر آتے۔

چلپی چونکہ صاحب علم تھے' اس لئے وہ مثنوی کی کتابت بھی کرتے تھے بلکہ اصل یہ ہے کہ مولانا نے مثنوی حسام الدین چلپی ہی کی فرمائش پر لکھنی شروع کی۔

مولانا کے پاس ان کے متمول مریدین و معتقدین جو کچھ بھی بھیجتے تھے وہ اس کو چلپی

Marfat.com

کے سپرد کر دیتے۔ ایک دن امیر تاج الدین نے ستر ہزار درم مولانا کی خدمت میں بھیجے۔ مولانا نے یہ بھاری رقم بھی چلپی کے حوالے کر دی۔

چلپی سے مولانا اس قدر مانوس تھے کہ اگر کسی محفل میں وہ نہ ہوتے تو مولانا خاموشی اختیار کر لیتے۔ چنانچہ ان کے مرید چلپی سے فرمائش کرتے کہ وہ ہر محفل میں شریک ہوں تاکہ گرمئی محفل قائم رہے۔

چلپی کا سب سے بڑا کارنامہ مثنوی کی کتاب ہے۔ مولانا جب کبھی مثنوی سے دست کش ہوتے۔ چلپی انہیں پھر آمادہ کر دیتے۔ اس طرح مولانا کی وفات سے چند روز پہلے مثنوی کے چھ دفتر مکمل ہو گئے۔

## مولانا روم کی وفات

مثنوی کی تکمیل کے بعد مولانا بیمار ہو گئے۔ جس سے اہل قونیہ میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق عیادت کے لئے آنے لگے۔ اسی دوران ان کے بعض گھر والوں نے کہا کہ کاش مولانا چار سو سال عمر پاتے اور دنیا کو حقائق و عرفان سے بھر دیتے۔ مولانا نے یہ سنا تو فرمایا: "میں نہ فرعون ہوں اور نہ نمرود۔ اس عالم خاکی میں مستقل اقامت کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں دنیا کے قید خانے کا ایک قیدی ہوں اور امید ہے عنقریب بزم حبیب میں پہنچوں گا۔

جب مولانا کی حالت بگڑنے لگی تو عزیز و اقارب اور مریدین بہت پریشان ہوئے۔ شہر کے تمام امراء، علماء، مشائخ اور ہر طبقے کے لوگ آتے تھے اور مولانا کو دیکھ کر بے اختیار چیخیں مار کر روتے تھے۔ وصال سے چند لمحے پہلے حسام الدین چلپی نے پوچھا:

"آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا؟"

فرمایا: شیخ محی الدین ابن العربی کے شاگرد شیخ صدر الدین۔

۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو غروب آفتاب کے وقت مولانا نے انتقال فرمایا۔ اگلی صبح جنازہ اٹھا تو بچے، جوان، بوڑھے، امیر، غریب، عالم، جاہل، غرض ہر طبقے اور فرقے کے آدمی جنازے کے ساتھ تھے اور چیخیں مار مار کر روتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ عیسائی اور یہودی بھی جنازے کے آگے آگے انجیل اور توریت پڑھتے اور نوحہ کرتے جاتے تھے۔ خود بادشاہ تصویر الم بنا جنازے کے ساتھ تھا۔

ہجوم اتنا تھا کہ شام کے وقت جنازہ قبرستان میں پہنچا۔ شیخ صدر الدین نماز جنازہ

Marfat.com

پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے' لیکن چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ آخر قاضی سراج الدین نے نماز پڑھائی۔

## مولانا روم کی حق گوئی

حق گوئی و بے باکی میں مولانا اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا کا زمانہ عالم اسلام کا پر آشوب ترین عہد تھا۔ ہلاکو خاں نے (۱۲۵۸ء میں) جب بغداد کو تباہ کیا تو مولانا کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ چنگیز کی اٹھان ان کے دور شباب کی بات ہے۔

معرکہ کوسہ داغ (۱۲۴۲ء کے بعد چنگیزی قونیہ میں بھی گھس آئے اور انہوں نے ایک ترک معین الدین پروانہ کو اپنی طرف سے گورنر مقرر کر دیا۔ پروانہ اگرچہ چنگیزیوں کا آوردہ تھا' لیکن مولانا کے وعظوں کی تاثیر نے اسے ان کا معتقد بنا دیا اور وہ باقاعدہ ان کی مجلسوں میں شریک ہونے لگا۔ مولانا اس کی موجودگی میں چنگیزیوں کے ظلم و ستم کی داستانیں بیان کرتے اور بڑی بے باکی سے ان پر تنقید کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مولانا سے پوچھا کہ کیا چنگیزی بھی قیامت کے قائل ہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دیں۔ اگر وہ قیامت کے قائل ہوتے تو یہ قتل و غارتگری اور ظلم و ستم کیوں کرتے۔ ان کی یہ حرکات برف کے تودوں کی طرح ہیں۔ جن کو ایک دن سورج پگھلا کر رکھ دے گا۔

ایک دفعہ معین الدین پروانہ چند امراء کے ساتھ ملاقات کو آیا۔ مولانا کو معلوم ہوا تو چھپ گئے۔ معین الدین پروانہ کے دل میں خیال گزرا کہ سلاطین اور امراء "اولوالامر" ہیں اور قرآن کی رو سے ان کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر آئے اور فرمایا :

ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی' شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے آگے بڑھ کر شیخ کو خبر کی۔ لیکن وہ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو وزیر تھا' اس نے کہا۔ حضرت! قرآن مجید میں "**اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم**" آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک سیرت بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو ابھی اطیعو اللہ سے فرصت نہیں ملی اولوالامر کا کیا ذکر۔

یہ سن کر معین الدین پروانہ سخت شرمندہ ہوا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

ایک دفعہ ایک امیر نے معذرت کی اشغال سے فرصت نہیں ہوتی' اس لئے کم حاضر

Marfat.com

ہو سکتا ہوں۔

مولانا نے فرمایا: معذرت کی ضرورت نہیں، میں آنے کی نسبت نہ آنے سے زیادہ ممنون ہوتا ہوں۔

## مولانا کی تعلیمات

مولانا عمر بھر اسلام اور تصوف کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ان کی تصنیفات میں دیوان شمس تبریز (غزلیات) اور مثنوی معنوی بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ایک مجموعہ رباعیات بھی ہے۔ ان کے مطالعہ سے مولانا کی تعلیمات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی غزلوں تک میں حرکت اور جہد مسلسل کی تلقین ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

درخت اگر متحرک بدے زجائے بجا
نہ رنج آرہ کشیدے نہ زخم ہائے جفا

(اگر درخت ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کر سکتا تو وہ آرے کے زخم ہائے جفا سے محفوظ رہتا)

نہ آفتاب نہ مہتاب نور بخشیدے
اگر مقیم بدندے چو صخرہ صما

(اگر سورج اور چاند بھاری پتھر کی طرح ایک ہی جگہ ٹھہرتے رہتے تو وہ ہرگز کائنات تک اپنا نور نہ پہنچا سکتے)

فرات و دجلہ و جیحوں چہ تلخ بودندے
اگر مقیم بدندے بجائے چوں دریا

(اگر فرات، دجلہ اور جیحوں بہتے رہنے کے بجائے ایک مقام پر ٹھہرے رہتے تو ان کا پانی کس قدر کڑوا ہوتا)

ہوا چو حاقن گردد بہ چاہ زہر شود
بہ بیں بہ بیں چہ زیاں کرد از درنگ ہوا

(ہوا جب چلنے کے بجائے کنوئیں میں بند ہو جاتی ہے تو زہر بن جاتی ہے۔ دیکھو اس کے ٹھہر جانے نے کس قدر نقصان پہنچایا)

چو آب بحر سفر کرد بر ہوا در ابر

Marfat.com

خلاص یافت ز تلخی و گشت چوں حلوا

(جب سمندر کے پانی نے ابر کی صورت میں ہوا کے دوش پر سفر کیا تو اس کو کڑواہٹ سے چھٹکارا مل گیا اور وہ میٹھا ہو گیا)۔

مولانا کا اصل شاہکار ان کی مثنوی ہے جس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں :

میں نے مثنوی اس لئے نہیں لکھی کہ لوگ اس کو بستے میں لپیٹ کر رکھ دیں بلکہ اس لئے لکھی ہے کہ اس پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کریں' کیونکہ مثنوی معراج حقائق کی سیڑھی ہے۔ یہ وہ سیڑھی نہیں جس کو گردن پر سوار کرکے شہر بہ شہر گھوما جائے۔ جو ایسا کرے گا' وہ ہرگز منزل مقصود کو نہ پہنچے گا اور دل کی مراد نہ پائے گا۔

"بال جبریل" میں علامہ اقبال نے پیرو مرید کے عنوان سے ایک مکالماتی نظم لکھی ہے' جس میں وہ پیر روم سے زندگی کے بعض حقائق دریافت کرتے ہیں۔ اس نظم سے مثنوی معنوی کی جامعیت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ آپ بھی مرید ہندی (علامہ اقبال) اور پیر رومی کے چند سوال و جواب سن لیجئے۔ پوری نظم طویل ہے۔ میں صرف چند اقتباسات درج کرتا ہوں۔ اس مکالمے میں پیر رومی کی زبان سے جو اشعار کہلوائے ہیں' وہ مثنوی مولانا روم سے ماخوذ ہیں۔

مرید ہندی :

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

پیر رومی :

علم رابرتن زنے مارے بود
علم رابر دل زنے یارے بود

(اگر تو علم کو خواہشات نفسانی کے لئے استعمال کرے گا تو وہ سانپ بن جائے گا اور اگر روحانی ضروریات کے لئے استعمال کرے گا تو وہ تیرا یار و مددگار ہو گا)

مرید ہندی :

پڑھ لئے میں نے علوم شرق و غرب
روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

پیر رومی :

دست ہر نا اہل بیمارت کند

Marfat.com

سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

(اگر تو نا اہلوں سے رجوع کرے گا تو بیمار ہو جائے گا ماں کی طرف آ۔ تاکہ تیری تیمارداری ہو سکے)

مرید ہندی :

ہے نگاہ خاوراں مسحور غرب
حور جنت سے ہے خوشتر حور غرب

پیر رومی :

ظاہر نقرہ گراسپیداست ونو
دست و جامہ ہم سیہ گرد و ازو

(چاندنی بظاہر سفید اور نئی نظر آتی ہے، لیکن اس سے ہاتھ اور کپڑے کالے ہو جاتے ہیں)

مرید ہندی :

آہ مکتب کا جوان گرم خوں
ساحرِ افرنگ کا صید زبوں

پیر رومی :

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود
طعمہ ہر گربہ دراں شود

(جب ادھ پرا پرندہ اڑتا ہے، تو ہر خونخوار بلی کا شکار ہو جاتا ہے)

مرید ہندی :

اب مسلماں میں نہیں وہ رنگ و بو
سرد کیونکر ہو گیا اس کا لہو

پیر رومی :

تادل صاحب دلے نامد بدرد
ہیچ قومے راخدا رسوا نہ کرد

(جب تک کسی باہمت قوم کا دل نہیں ٹوٹتا (یعنی وہ مایوس نہیں ہوتی) تب تک وہ دنیا میں رسوا نہیں ہوتی)

مرید ہندی :

Marfat.com

گرچہ بے رونق ہے بازار وجود
کون سے سودے میں ہے مردوں کا سود

پیر رومی:

زیر کی بفروش و حیرانی بخر
زیر کی ظن است و حیرانی نظر

(عقل کو بیچ اور اس کی جگہ حیرانی خرید کیونکہ عقل محض وہم و گمان ہے مگر حیرانی سے نظر پیدا ہوتی ہے)

مرید ہندی:

ہم نفس میرے سلاطیں کے ندیم
میں فقیر بے کلاہ و بے گلیم

پیر رومی:

بندہ یک مرد روشن دل شوی
بہ کہ برفرق سرشاہاں روی

(تو کسی مرد روشن دل کا مرید ہو جا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر کے اشارے پر چلے)

مرید ہندی:

علم و حکمت کا ملے کیونکر سراغ
کس طرح ہاتھ آئے سوز درد و داغ

پیر رومی:

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید ازنان حلال

(جس طرح حلال کی روزی سے علم و حکمت بڑھتی ہے۔ اسی طرح عشق و رقت بھی رزق حلال کی بدولت ہیں)

مولائے روم کو وصال فرمائے آج تقریباً سوا سات سو برس گزر چکے ہیں۔ ان کی پاکیزہ زندگی اور اسلامی تعلیمات آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، جن میں ہمارے قومی مسائل کا حل بھی ہے اور ملی امراض کا علاج بھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں اپنے مسائل و امراض کا احساس ہے کب!

Marfat.com

Marfat.com

# حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان شمس الدین التمش برصغیر پاک و ہند کا بہادر اور نیک دل بادشاہ تھا۔ عبادت گزار اس قدر تھا کہ اس نے کبھی تہجد کی نماز قضا نہ کی تھی اور رعایا کا اس قدر خیر خواہ تھا کہ راتوں کو جاگ کر ان کے حالات معلوم کرتا اور ضرورت مندوں کی امداد کرتا۔

اس زمانے میں ناصرالدین قباچہ ملتان کا گورنر تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ سلطان التمش کے خلاف بغاوت کر کے خود مختاری کا اعلان کرے۔ ملتان کے دو بزرگوں کو قباچہ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں نے علیحدہ علیحدہ خط لکھ کر سلطان کو قباچہ کے اس ارادہ سے مطلع کرنا چاہا۔ اتفاق سے دونوں کے خط قباچہ کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ ان خطوں کو دیکھ کر بے حد غضبناک ہوا اور ایک محضر کے ذریعے دونوں کو دربار میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں بزرگ اس کی مجلس میں تشریف لے گئے تو قباچہ نے ایک بزرگ کو سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اور دوسرے کو اپنے دائیں طرف بٹھایا ---- جو بزرگ سامنے بیٹھے تھے' قباچہ نے پہلے ان کے ہاتھ میں ان کا خط دیا اور پوچھا تم نے یہ خط کیوں لکھا؟ وہ بزرگ خاموش رہے۔ قباچہ نے حکم دیا کہ اسی وقت ان کی گردن اڑا دی جائے۔ جلاد نے آگے بڑھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ پھر قباچہ دائیں طرف والے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا ان کے ہاتھ میں بھی ان کا خط دیا اور پوچھا کہ یہ خط آپ کا ہے؟

بزرگ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا بے شک یہ خط میرا ہے اور میں نے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے۔ تمہاری سلطنت حاصل کرنے کی کوششوں سے سوائے مسلمانوں کے خون بہنے کے اور کچھ نہ ہو گا۔ تم درویش صفت اور رعایا پرور سلطان کی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے گناہ عظیم کے مرتکب ہو گے۔

قباچہ بزرگ کی یہ بات سن کر کانپنے لگا اور اس قدر خوفزدہ ہوا کہ بزرگ سے معذرت کر کے انہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ قباچہ نے جس بزرگ کی گردن اڑانے کا حکم دیا وہ تھے ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی اور جن بزرگ کی حق گوئی سے قباچہ شدت خوف سے کانپنے لگا تھا' ان کا نام نامی تھا حضرت شیخ بہاء الحق والدین زکریا ملتانی۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

Marfat.com

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد اور ابو البرکات ہے اور والد ماجد کا نام وجیہ الدین تھا جو خاندان قریش سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین 566ھ کو کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بارہ برس کے تھے کہ والد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد وہ خراسان چلے گئے اور سات برس تک علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ پھر بخارا پہنچے اور یہاں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور بہت سے بزرگوں کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ سال تک مدینہ منورہ میں شیخ کمال الدین محمد یمانی محدث سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ کمال الدین محمد نے ترپن سال تک مجاور کی حیثیت سے حرم نبویؐ کی خدمت کی تھی۔ حدیث کی تعلیم کے بعد حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تزکیہ نفس اور تصنیہ باطن کے لئے کئی سال تک مجاہدے کئے۔ پھر وہاں سے بیت المقدس پہنچے اور مسجد اقصیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہاں سے وہ بغداد پہنچے جہاں انہوں نے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ خرقہ خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد مرشد کاملؒ نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کو حکم دیا کہ وہ ملتان جاکر رشدوہدایت کے نور کو عام کریں۔ چنانچہ حضرتؒ اپنے شیخ کے ارشاد کے مطابق ملتان آگئے اور سلسلہ اصلاح و تربیت کا کام شروع کیا۔ شہزادہ داراشکوہ اپنی تالیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے۔

حضرت زکریاؒ اپنے پیرومرشد سے اجازت لے کر ملتان آئے اور طالبان حق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ آپ کی برکت سے بے شمار مخلوق راہ راست پر آئی اور اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ آپؒ کے معتقد ہوئے۔ آج بھی اس نواح میں آپؒ کے مرید کثرت سے موجود ہیں۔ آپؒ کی کرامات و خوارق ظاہر ہیں۔ (صفحہ 197 تذکرہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ)

قرآن حکیم کی تلاوت اور نماز سے حضرتؒ کو بے حد شغف تھا۔ اکثر فرماتے کہ مجھ کو جو کچھ بھی حاصل ہوا، وہ نماز کی بدولت حاصل ہوا۔ ایک دفعہ اپنی مجلس میں اپنے خلفاء سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرلے اور چار پارے اور پڑھے۔ آپؒ کی یہ بات سن کر سب خاموش رہے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر آپؒ خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ کر پہلی رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا اور چار پارے مزید پڑھے، پھر دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں استغناء بے حد تھا۔ ایک روز اپنے خادم سے فرمایا کہ جس صندوقچے میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں، وہ لے آؤ۔ خادم نے واپس آکر عرض کی کہ وہ صندوقچہ کہیں نہیں ملتا۔ حضرت نے فرمایا الحمدللہ

تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے خادم نے آکر بتایا کہ وہ صندوقچہ مل گیا ہے۔ آپؒ اس پر بھی

Marfat.com

الحمدللہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمدللہ فرمایا اور مل جانے پر بھی الحمدللہ فرمایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا فقیر کے لئے دنیا کا وجود اور عدم برابر ہے۔ فقیر کو نہ کسی چیز کے ملنے پر خوشی ہوتی ہے' اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم ہوتا ہے۔ پھر وہ پانچ ہزار دینار ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔ (بحوالہ فوائد الفواد

ایک دفعہ ملتان میں سخت قحط پڑا۔ ملتان کے حاکم کو غلے کی ضرورت ہوئی۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ نے بڑی مقدار میں غلہ اس کے پاس بھجوایا' جب غلہ اس کے پاس پہنچا تو چاندی کے روپوں سے بھری ہوئی سات بوریا بھی غلہ سے برآمد ہوئیں۔ حاکم ملتان نے آپؒ کو اس کی اطلاع دی آپؒ نے فرمایا غلہ کے ساتھ وہ روپے بھی اہل حاجت میں تقسیم کرا دو۔

1257ء میں منگول ملتان میں داخل ہوئے۔ وہ برج اور مورچے گرا کر شہر میں قتل و غارت شروع کرنے کو تھے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ ایک لاکھ درم نقد لے کر مغلوں کے پاس پہنچے اور یہ رقم ادا کر کے شہر کو ان کی تباہی سے بچایا۔

حضرت نے 7 صفر 661ء کو وصال فرمایا۔ فوائد الفواد میں ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی محفل میں ایک دفعہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر آیا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ ایک روز ایک بزرگ صورت شخص ظاہر ہوئے اور ایک لفافہ آپ کے صاحب زادے شیخ صدر الدین عارفؒ کو دیا اور کہا یہ خط ایک صاحب نے دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کو پہنچا دو۔ شیخ صدر الدین اس کا عنوان پڑھ کر بہت حیران ہوئے' اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں وہ خط پیش کر کے باہر آئے۔ باہر آ کر دیکھا تو قاصد جا چکا تھا۔ ادھر خط پڑھنے کے ساتھ ہی شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آواز بلند ہوئی "دوست بہ دوست رسید" یہ اواز سنتے ہی شیخ صدرالدین حجرے میں گئے' دیکھا تو آپؒ وصال فرما چکے تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا وہ بھی کتنا اچھا زمانہ تھا جس میں یہ پانچ بزرگ زندہ تھے۔ حضرت شیخ ابوالغیث یمنیؒ حضرت شیخ سیف الدین باخزریؒ، حضرت شیخ سعدالدین حمویہؒ، شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ۔

Marfat.com

Marfat.com

# باب چہارم

Marfat.com

Marfat.com

## خواجۂ خواجگان ہند الولی

# حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ صاحب اجمیری ۵۳۷ ہجری (مطابق ۱۱۴۳ عیسوی) کو بجستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی پندرہ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد ماجد نے ایک باغ اور پن چکی ورثے میں چھوڑی تھی جس کی آمدنی سے آپ بسر اوقات کرتے تھے۔

ایک روز اپنے باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک قلندر شیخ ابراہیم قندوزی آپ کے باغ میں آئے خواجہ صاحب نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے انہیں بٹھایا اور انگوروں کا ایک خوشہ ان کے سامنے رکھا۔ ابراہیم قندوزی نے کچھ انگور کھائے اور خواجہ صاحب کی یہ ۵۸۲ھ کی بات ہے۔

نیشا پور کے قریب قصبہ ہارون میں وقت کے ایک مرشد کامل نے اپنے مرید باصفا کو خرقہ خلافت سے نوازا اور چند نصیحتیں ارشاد فرما کر حکم دیا کہ اب اللہ کی زمین پر سیاحت کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ مرید باصفا تعمیل ارشاد کی غرض سے رخصت ہونے لگا تو جدائی کے تصور سے مرشد کامل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آگے بڑھ کر مرید باصفا کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: تو محبوب حق ہے اور مجھے تیری مریدی پر فخر ہے۔

مرید باصفا نے مرشد کامل کے دست حق پرست پر محبت سے بوسہ دیا اور اس کے چہرۂ انور کو دیکھتا ہوا بغداد جانے والی سڑک پر روانہ ہو گیا۔

بغداد میں مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف و مستفیض ہوتا ہوا یہ مرید باصفا حجاز مقدس پہنچا جہاں مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی حاضری کے بعد سیدھا مدینہ منورہ آیا اور مسجد نبویؐ میں حاضر ہو کر آستاں بوسی کا شرف حاصل کیا۔ کئی روز مسجد نبویؐ میں قیام رہا۔ درود و سلام کے تحفے پیش کئے۔ (سیر الاقطاب اور مونس الارواح کی روایت کے مطابق) ایک

Marfat.com

روز بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے کا حکم ملا۔

بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے کی بشارت پانے والے اس مرید باصفا کا اسم گرامی خواجہ خواجگان غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تھا' اور قصبہ ہارون میں نعمت خلافت سے نوازنے والے اور سیر و سیاحت کا حکم دینے والے مرشد کامل سید الاولیاء حضرت ابو النور خواجہ عثمان ہارونیؒ تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم۔

حضرت خواجہ خواجگان ۱۴ رجب ۵۳۰ھ مطابق ۱۸ر اپریل ۱۱۳۹ء کو علاقہ سجستان کے ایک قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔(۱)

والد ماجد کا اسم گرامی سید غیاث الدین حسن اور مادر محترمہ کا نام نامی سیدہ ام الورع ماہ نور تھا۔ سولھویں پشت میں حضرت کا شجرہ نسب سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مل جاتا ہے۔ نسب نامہ اس طرح ہے:

(۱) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (۲) حضرت امام حسینؓ (۳) حضرت زین العابدینؒ۔

(۴) حضرت محمد باقرؒ (۵) حضرت جعفر صادقؒ (۶) حضرت موسیٰ رضاؒ (۷) حضرت تقیؒ (۸) حضرت نقیؒ (۹) حضرت حسن عسکریؒ (۱۰) سید محمد مہدیؒ (۱۱) سید ابراہیمؒ (۱۲) سید عبدالعزیزؒ (۱۳) سید نجم الدین طاہرؒ (۱۴) سید احمد حسین (۱۵) سید کمال الدین (۱۶) خواجہ غیاث الدین حسنؒ (۱۷) حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین حسن سنجریؒ۔ (بزم صوفیہ)

حضرت ابھی پندرہ سال کے تھے کہ والد ماجد حضرت سید غیاث الدین حسنؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ورثے میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی۔ جس کی آمدنی سے حضرت خواجہؒ بسر اوقات کرتے۔

حضرت ایک روز اپنے باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک قلندر شیخ ابراہیم قندوزی تشریف لائے۔ حضرت نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے انہیں بٹھایا۔ انگوروں کا ایک خوشہ ان کے سامنے رکھا اور خود با ادب سامنے بیٹھ گئے۔

شیخ قندوزی نے انگور کے چند دانے کھائے اور پھر ان کے حسن اخلاق اور مہمان

۱۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سجستان کو عرب سجز (س ج ز) بھی لکھتے ہیں۔ اس لئے صحیح لفظ سجزی (س ج ز ی) ہے لیکن راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق قصبہ کی نسبت سے سنجری (س ن ج ر ی) بھی درست ہے۔ (ع۔ ن)

Marfat.com

نوازی سے خوش ہو کر جیب سے کھانے کی کوئی چیز نکالی اور حضرت خواجہ کے منہ میں ڈال دی۔ اس چیز کو کھاتے ہی انوار الٰہی جلوہ گر ہوئے اور حضرت کا دل دنیا سے بیزار ہو گیا۔ تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ فروخت کر کے مساکین میں تقسیم کر دی اور خود تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سمرقند و بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔

سمرقند و بخارا میں ان دنوں بڑے بڑے جید علمائے دین موجود تھے۔ جن سے ہزاروں طالبان علم فیض یاب ہو رہے تھے۔ حضرت نے سب سے پہلے سمرقند کے نامور عالم مولانا شرف الدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور حفظ قرآن کے ساتھ مروجہ علوم میں دسترس حاصل کی۔ اس کے بعد آپ بخارا تشریف لے گئے۔

بخارا میں بھی حضرت نے بہت سے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ جن میں مولانا حسام الدین بخاریؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے حضرت کو دستار فضیلت عطا کی اور جن کی درسگاہ سے حضرت نے علوم ظاہریہ کی تکمیل فرمائی۔

تحصیل علم سے فارغ ہو کر حضرت کے دل میں تکمیل باطنی کی تڑپ پیدا ہوئی۔ چنانچہ تلاش مرشد میں بخارا سے روانہ ہوئے۔

ان دنوں نیشا پور کے نواح میں قصبہ ہارون حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے روحانی کمالات کی بدولت مشہور عالم تھا۔ حضرت نے ان کی شہرت سنی تو سیدھے ہارون پہنچے۔ جہاں ۵۶۲ھ میں وہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو دیکھتے ہی ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے اور پھر تقریباً بیس سال ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔

حضرت خواجہ خواجگانؒ کا شجرہ طریقت سولہ واسطوں سے حضور پرنور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ جو اس طرح ہے:-

(۱) حضور پرنور شافع یوم نشور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) شیر خدا حضرت علیؓ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (۴) شیخ عبدالواحد بن زیدؒ (۵) خواجہ فضیل بن عیاضؒ (۶) حضرت ابراہیم ادہم بلخیؒ (۷) خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ (۸) خواجہ امین الدینؒ ابی ہیرۃ البصریؒ (۹) خواجہ ممشاد علو دینوریؒ (۱۰) خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ (۱۱) خواجہ ابو احمد چشتیؒ (۱۲) خواجہ محمد چشتیؒ (۱۳) خواجہ ابو یوسف ناصر الدین چشتیؒ (۱۴) خواجہ محمد مودود چشتیؒ (۱۵) خواجہ حاجی شریف زندنیؒ (۱۶) خواجہ عثمان ہارونیؒ (۱۷) خواجہ خواجگان سید معین الدین اجمیریؒ

مرشد کامل سے بیعت کا حال حضرت نے اپنی کتاب انیس الارواح' میں خود تحریر فرمایا

Marfat.com

ہے۔ انہی کی زبان حق ترجمان سے سنئے:

"مسلمانوں کا یہ دعاگو معین الدین سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی دولت پابوسی سے مشرف ہوا۔ اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار حاضر تھے۔ جب اس درویش نے سرنیاز زمین پر رکھا تو پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا۔ "دو رکعت نماز ادا کر"۔ میں نے نماز ادا کی تو فرمایا۔ "قبلہ رو بیٹھ"۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر حکم دیا۔ "سورہ بقر پڑھ"۔ میں نے پڑھی۔ فرمان ہوا۔ "اکیس بار درود شریف پڑھ"۔ میں نے پڑھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ "آ' تا کہ میں تجھے خدا تک پہنچا دوں"۔

بعد ازاں قینچی لے کر دعاگو کے سر پر چلائی اور کلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا۔ "بیٹھ جا" میں بیٹھ گیا تو فرمایا۔ "ہمارے خانوادے میں ایک شبانہ روز کے مجاہدے کا معمول ہے تو آج رات اور دن مشغول رہ"۔ یہ درویش بموجب فرمان عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضر خدمت ہوا تو ارشاد فرمایا۔ "آسمان کی طرف دیکھ"۔ میں نے دیکھا۔ دریافت فرمایا۔ "کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا عرش اعظم تک۔ پھر فرمایا۔ "زمین کی طرف دیکھ!" میں نے دیکھا۔ استفسار فرمایا: "کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا تحت الثریٰ تک۔ فرمایا۔ "اب ہزار بار سوۂ اخلاص پڑھ"۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا۔ "اب آسمان کی طرف دیکھ!" میں نے دیکھا۔ پوچھا۔ "اب کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا۔ حجاب عظمت تک۔ فرمایا۔ "آنکھیں بند کر"۔ میں نے بند کر لیں۔ فرمایا۔ "کھول"۔ میں نے کھول دیں۔ پھر مجھے اپنی انگلیاں دکھا کر سوال کیا۔ "کیا دیکھتا ہے؟" میں نے عرض کیا۔ "اٹھارہ ہزار عالم"۔

بعد ازاں سامنے پڑی ہوئی ایک اینٹ اٹھانے کا حکم دیا۔ میں نے اینٹ اٹھائی۔ تو اس کے نیچے اشرفیوں کا ڈھیر تھا۔ فرمایا اسے لے جا کر فقراء میں تقسیم کر دے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ واپس لوٹ کر آیا تو ارشاد ہوا کہ "چند روز ہماری صحبت میں گزار"۔ عرض کیا۔ "فرمان عالی سر آنکھوں پر"۔

(انیس الارواح)

بیس برس اپنے مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر رہنے کے دوران حضرت خواجہ صاحب اپنے مرشد کے ساتھ مکہ شریف' مدینہ منورہ' بدخشاں اور بخارا وغیرہ مقامات پر گئے۔ اس سفر کا حال بھی خود حضرت خواجہ خواجگان ہی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

میرے حضرت (خواجہ عثمان ہارونیؒ) بغداد سے روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر زیارت اور طواف خانہ کعبہ سے فارغ ہو کر میرے حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر خدا کے سپرد کیا اور میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر میرے حق میں مناجات فرمائی۔ ندا آئی: "ہم نے معین الدین حسن کو قبول کیا"۔

مکہ معظمہ سے میرے حضرت مدینہ منورہ گئے۔ روضہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے مجھ سے فرمایا: "بارگاہ اقدس و عالی میں سلام عرض کر۔" میں نے سلام عرض کیا۔ روضۂ مطہرہ سے آواز آئی:

وعلیکم السلام' یا قطب المشائخ بحروبر"۔

یہ آواز سن کر حضرت خواجہ اعظم نے ارشاد فرمایا: معین الدین! اب تیرا درجہ کمال کو پہنچ گیا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارتوں سے مشرف ہونے کے بعد میرے حضرت نے حکم دیا۔ چلو' بدخشاں چلو۔

حجاز سے روانہ ہوئے۔ میں اپنے حضرت کا اسباب سر پر رکھ کر ساتھ چلتا رہا۔ جب میرے حضرت بدخشاں پہنچے تو ایک درویش سے ملنے گئے' جو حضرت جنید بغدادی کی اولاد میں سے تھے اور ان کی عمر ایک سو چالیس برس کی تھی ——— بدخشاں سے میرے حضرت بخارا آئے اور وہاں کے علماء و مشائخ سے ملے۔

الغرض میرے حضرت اسی طرح دس سال سفر میں رہے اور دس سال کے بعد پھر بغداد میں آئے۔ یہاں چند روز قیام کرکے پھر سفر شروع کیا اور دس برس تک سفر کرتے رہے اور میں اپنے حضرت کا اسباب سر پر رکھے ساتھ ساتھ پھرتا رہا۔ آخر حضرت نے بیس سال کی مسافرت کے بعد بغداد میں قیام فرمایا۔

(انیس الارواح)

اوپر ذکر آ چکا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ خواجگانؒ ایک عرصہ تک بلاد اسلامیہ کی سیاحت فرماتے رہے اور اس دوران میں سینکڑوں اولیاء اللہ سے ملاقات کی۔ بعض تذکروں میں ہے کہ اسی سفر میں اصفہان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی' لیکن یہ درست نہیں۔ "دلیل العارفین" کی پہلی مجلس میں حضرت قطب صاحبؒ خود

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت غریب نوازؒ کی بیعت سے مشرف ہوا۔

روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی تو حضرت بغداد' ہرات' تبریز' بلخ سے ہوتے ہوئے غزنی کے راستے ہندوستان آئے اور ۵۸۸ھ میں لاہور پہنچ کر حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر چلہ کش ہوئے۔

لاہور سے حضرت ملتان تشریف لے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر انہوں نے ہندوستان میں بولی جانے والی زبانیں (سنسکرت اور پراکرت) سیکھیں اور پھر دہلی سے ہوتے ہوئے ۵۸۹ھ میں اجمیر آ گئے۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ دہلی سے اجمیر جاتے ہوئے حضرت نے تقریباً سات سو ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

اجمیر ان دنوں راجپوت سامراج کا مضبوط سیاسی مرکز تھا۔ ہندوؤں کا سب سے بڑا تیرتھ بھی یہیں تھا جس کی وجہ سے یہ ان کا انتہائی اہم مذہبی گڑھ بھی تھا۔ دور دور سے ہندو اپنی مذہبی رسوم پوری کرنے کے لئے یہاں جمع ہوتے تھے۔

البیرونی نے کتاب الہند میں اس دور کے ہندوستان کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے' وہ انتہائی دردناک ہے۔ مختصر یہ کہ اس زمانے میں ہندوستان کی تمدنی اور اخلاقی حالت حد درجہ تباہ تھی۔ مدنی زندگی کو چھوت چھات کا عفریت بری طرح زہر آلود کر رہا تھا۔ عوام مایوسی کے عالم میں ہلاکت کے کنارے کھڑے تھے۔ زندگی کی ساری لذتیں "اونچی ذات" کے ہندوؤں کے لئے وقف تھیں۔ کوئی شودر کسی برہمن سے قریب ہو کر گزر جاتا تو اس کی پیشانی داغ دی جاتی۔ "نیچ ذات" کے لوگوں کے لئے زندگی ایک بوجھ اور لعنت تھی۔ وہ بظاہر انسان پیدا ہوئے تھے لیکن جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ اجمیر میں یہ برائیاں اپنے نقطہ عروج پر تھیں۔

ان حالات میں حضرت خواجہ خواجگان اجمیر تشریف لائے اور جھیل انا ساگر کے کنارے قیام فرمایا۔ چوہان راجپوتوں کا سردار راجہ پرتھوی راج عرف رائے پتھورا اس وقت اجمیر میں موجود تھا۔

حضرت نے اجمیر میں آ کر تمام سماجی اور تہذیبی حالات کا بغور جائزہ لیا اور پھر "اونچی ذات" والوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے مجبور اور مقہور انسانوں کے سامنے خاص طور پر

Marfat.com

اسلام کا نظریہ توحید پیش کیا اور انہیں بتایا کہ یہ کوئی تخیلی چیز نہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد تم ایک ایسے حصار امن و عافیت میں آ جاؤ گے' جہاں سب انسان برابر ہیں اور جس میں ذات پات کی ہر تفریق گناہ ہے۔

کفر زار ہندوستان میں حضرت خواجہ خواجگان کی یہ دعوت توحید اصل میں ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب کا اعلان تھا۔ یہ اعلان کیا تھا' دکھی انسانوں کا درماں اور زخمی دلوں کا مرہم تھا۔ بقول ابوالفضل لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ دلیل العارفین میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت خواجہ خواجگان اجمیر پہنچے تو وہ ہندوؤں سے بھرا پڑا تھا اور وہاں مسلمان موجود نہ تھے' لیکن جب حضرت خواجہ کے قدم مبارک وہاں پہنچے تو لوگ اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ جن کی حد نہ تھی۔

ہر چند حضرت خواجہ کی دعوت اسلام ہر خاص و عام کے لئے تھی' لیکن "نیچی ذات" کے لوگوں کو اس نے بہت جلد متاثر کیا۔ "اونچی ذات" میں سے بعض سعید روحوں نے بھی حضرت کی دعوت اسلام پر لبیک کہی' لیکن ان میں سے اکثریت نے دعوت اسلامی کو قبول کرنے میں دیر لگائی۔

عام لوگوں کے قبول اسلام کی یہ رفتار دیکھ کر رائے پتھورا اور اس کے درباری حضرت کے جانی دشمن بن گئے۔ اس زمانے میں ہندوستان بالخصوص اجمیر میں جادو منتر کا رواج عام تھا۔ تمام مستند تذکروں میں مذکور ہے کہ راجہ اور مخالف سرداروں کے ایما پر جادوگروں' جوگیوں اور مہنتوں نے اپنی ساحرانہ اور سفلی قوتوں کے بل بوتے پر حضرت کو اجمیر سے نکالنا چاہا۔ لیکن حضرت کی روحانی قوت کے سامنے کوئی جادو یا سحر نہ چل سکا۔ سفلی قوتوں کے بیشتر حاملین عاجز آ کر بالآخر حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

اتفاق سے انہی دنوں حضرت کے وابستگان میں سے ایک شخص کو رائے پتھورا نے (غالباً مسلمان ہونے کے جرم میں) سخت ایذا پہنچائی۔ اس مظلوم نے حضرت اقدس میں حاضر ہو کر فریاد کی حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فوراً رائے پتھورا کے پاس پیغام بھجوایا کہ وہ اس قسم کے ظلم و ستم سے باز آئے۔ وہ پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا۔ حضرت کا پیغام اس کے پاس پہنچا تو اس نے جواب میں بدتمیزی کے الفاظ کہے۔ جب یہ الفاظ حضرت تک پہنچے تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: ما پتھورا را زندہ گرفتیم و دا دیم

چند روز نہ گزرے تھے کہ سلطان شہاب الدین غوری کا لشکر دوسری مرتبہ ہندوستان

Marfat.com

پہنچا۔ رائے پتھورا نے تراوڑی کے مقام پر اس کا مقابلہ کیا لیکن زندہ گرفتار ہوا۔ اور بعد میں قتل کر دیا گیا+

"سیر الاقطاب" میں ہے کہ شہاب الدین غوری ان دنوں خراسان میں تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ خواجگان کھڑے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ شہاب الدین! اللہ تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عطا فرمانے والا ہے' تم اس ملک کی طرف توجہ کرو۔

اس خواب کے بعد سلطان نے (جو پہلے ہی پرتھوی راج سے مقابلہ کی تیاری کر رہا تھا) ہندوستان پر فوج کشی کی۔

تراوڑی کی جنگ سے فارغ ہو کر سلطان شہاب الدین غوری اجمیر گیا تو اسے وہاں مسلمان درویشوں کی موجودگی کا علم ہوا۔ وہ فوراً حضرت خواجہ کی زیارت کے لئے گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں' جنہوں نے اسے خواب میں فتح کی بشارت دی تھی۔

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ سلطان اجمیر پہنچا تو سیدھا حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اسے سینے سے لگا لیا۔ فتح کی مبارک باد دی اور دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔ حضرت خواجہ نے اسے بہت سی نصیحتیں کیں۔ جن میں خاص طور پر تاکید فرمائی کہ یہاں کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنا۔ سلطان نے اجمیر میں تین دن قیام کیا۔ ان تین دنوں میں حضرت خواجہ کی اقتداء میں نماز ادا کرتا رہا اور آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتا رہا۔

شہاب الدین غوری کی فتح کے بعد مسلمانوں کے سیاسی اقتدار اور حضرت خواجہ کی تبلیغی مساعی اور فیوض و برکات کی بدولت شمالی ہند کے علاقے اسلام کے نور سے منور ہو گئے۔ سیر الاولیاء کے مصنف نے اس زمانے کے ہندوستان کی حالت کا نقشہ اور حضرت خواجہ خواجگان کی تبلیغی جدوجہد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

"آپ کے تشریف لانے سے پہلے سارے ہندوستان میں کفر و بت پرستی کا رواج تھا اور ہندوستان کا ہر سرکش' "انا ربکم الاعلیٰ" کا دعویٰ کرتا تھا۔ وہ لوگ اپنے آپ کو خدائے عز و جل کا شریک ٹھہراتے تھے اور وہ سب پتھر' ڈھیلے' درختوں' چوپایوں' گائے اور ان کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے اور کفر کی تاریکی سے

Marfat.com

ان کے دلوں کے قفل اور بھی مضبوط ہو گئے تھے۔ اس آفتاب اہل یقین کے تشریف لانے سے کہ جو حقیقت میں معین الدین تھے اس ملک کی تاریکی نور اسلام سے روشن اور منور ہو گئی"۔

اجمیر میں حضرت خواجہ شان و شکوہ سے بے نیاز انکسار اور سادگی کو اپنا شعار بنائے' ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں بیٹھے رہتے۔ فقر و فاقے کا یہ عالم تھا کہ افطار میں پانچ متقال سے زیادہ جو کی روٹی کبھی میسر نہ آئی لیکن اللہ نے آپ کی نظر کیمیا اثر میں یہ تاثیر بخشی تھی کہ جس پر پڑ جاتی وہ گناہوں سے تائب ہو کر نیکی اور پرہیز گاری کو اپنا شعار بنا لیتا۔ تاریخ مشائخ چشت میں رسالہ احوال پیران چشت کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ معین الدین کی نظر جس فاسق پر پڑ جاتی وہ اسی وقت تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے قریب نہ پھٹکتا۔

حضرت خواجہ خواجگان نے اجمیر میں بیٹھ کر جس استقامت اور مستعدی سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا' اس کی مثال نہیں ملتی۔ غوری اور ایبک کی فتوحات کے بعد اسلامی سلطنت کا مرکز جب دہلی منتقل ہوا تو حضرت خواجہ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو سلسلہ کی اشاعت کے لئے وہاں بھیجا۔

مستورات میں تبلیغ و اشاعت کا فریضہ حضرت نے اپنی صاجزادی بی بی حافظہ جمال کے سپرد کر رکھا تھا۔ جو نہایت عالمہ' عابدہ اور متقی خاتون تھیں۔ بی بی حافظہ جمال نے عورتوں میں تبلیغ دین کے لئے ایک نہایت موثر نظام قائم کر رکھا تھا۔

حضرت خواجہ خواجگان حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی بہت زیادہ خیال رکھتے تھے پڑوسیوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازہ کے ہمراہ ضرور تشریف لے جاتے۔ نماز جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ گھروں کو رخصت ہو جاتے تو حضرت تنہا قبر پر ٹھہر جاتے اور دیر تک اس کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے۔

ایک بار حضرت کے ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو حسب معمول جنازہ کے ساتھ گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی ہمراہ تھے' تدفین کے بعد جب تمام لوگ گھروں کو لوٹ گئے تو حضرت وہاں قبر پر ٹھہر گئے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا یکایک آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ لیکن جلد ہی اصلی صورت میں آ گیا اور حضرت خواجہ الحمد للہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قطب صاحب نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

Marfat.com

قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے، لیکن فوراً ہی رحمت الٰہی نازل ہوئی۔

خدمت خلق کے کاموں میں حضرت ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، ایک روز اجمیر کے ایک کاشت کار نے حضرت سے فریاد کی کہ میرے کھیت یہاں کے حاکم نے ضبط کر لئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک فرمان شاہی پیش نہ کرو گے کھیت واپس نہیں ملیں گے۔ میں امداد کا خواستگار ہوں کیونکہ انہی کھیتوں پر میری معاش کا دار و مدار ہے۔

حضرت نے فرمایا: اگر تمہیں فرمان استمراری مل جائے، پھر تو حاکم تم سے کچھ جھگڑا نہ کرے گا۔

کاشت کار نے کہا: آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام ایک سفارشی مکتوب تحریر فرما دیں کیا عجب کہ جیسا حضور فرما رہے ہیں ویسا ہی ہو جائے۔ حضرت قطبؒ صاحب سلطان شمس الدین التمش کے پیر ہیں وہ جو کچھ ارشاد فرما دیں گے، بادشاہ دل و جان سے قبول و منظور فرمائے گا۔

حضرت نے کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا: ہاں میری سفارش سے تیرا کام تو ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے اس کام کے لئے مامور فرما دیا ہے۔ تو میرے ساتھ دہلی چل۔ چنانچہ آپ اسی وقت اس کاشت کار کو ہمراہ لے کر دہلی روانہ ہو گئے۔

حضرت دہلی تشریف لانے سے پیشتر قطبؒ صاحب کو اپنی آمد سے مطلع فرما دیا کرتے تھے، لیکن اس مرتبہ آپ بلا اطلاع دہلی تشریف لے آئے۔ جس وقت حضرت دہلی کے قریب پہنچے، کسی شخص نے آپ کو پہچان لیا اور فوراً قطبؒ صاحب کو اطلاع کی کہ حضرت خواجہ خواجگانؒ دہلی تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت قطبؒ صاحب نے بادشاہ کو تشریف آوری کی اطلاع دی اور خود پیر و مرشد کے استقبال کے لئے چل دیئے۔ سلطان التمش بھی آپ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر پہنچ گیا۔

قطب صاحب مضطرب تھے کہ حضرت نے اس مرتبہ تشریف آوری کی اطلاع کیوں نہیں دی۔ موقعہ پاتے ہی عرض کیا کہ حضور خادم بارگاہ کو تشریف آوری سے پیشتر ہی اطلاع دہی سے مشرف و ممتاز فرمایا کرتے تھے۔ اس مرتبہ بلا اطلاع تشریف آوری کا کیا سبب ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ میں اس غریب کے کام کے لئے آیا ہوں۔ پھر قطبؒ صاحب کو کل حال سنایا قطبؒ صاحب نے عرض کیا۔ غریب نواز! اگر آپ کا یہ خادم بھی بادشاہ سے فرمان عالی کہہ دیتا تو اس کی کیا مجال تھی کہ اس شخص کی مراد پوری نہ ہوتی۔ غریب نواز

Marfat.com

محض اس کام کے لئے خود کیوں اس قدر تکلیف گوارا فرمائی!

حضرت نے فرمایا- یہ بات درست ہے، مگر ہر مسلمان رحمت حق تعالیٰ سے قربت رکھتا ہے- جس وقت یہ شخص میرے پاس آیا انتہائی ملول اور حزیں تھا- میں نے مراقب ہو کر بارگاہ احدیت میں عرض کیا تو مجھے حکم ہوا کہ اس کے رنج و غم میں شریک ہونا بھی عبادت ہے- یہی وجہ ہے کہ میں خود یہاں تک چل آیا اگر میں وہیں سے اس شخص کی سفارش تحریر کر دیتا تو اس ثواب سے محروم رہتا جو ہر قدم پر اس کی خوشی سے مجھے حاصل ہوا ہے-

حضرت خواجہ صاحبؒ کی کرامتوں اور ان کے اخلاق حسنہ کے بے شمار واقعات کتابوں میں درج ہیں- ان کے باطنی فیضان کے کرشمے لوگ اب بھی دیکھتے ہیں، لیکن ان کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ انہوں نے ہندوستان جیسے توہم پرست اور کفر و ضلالت میں اَٹے ہوئے ملک میں خدا کی توحید لوگوں کو سکھائی اور لاکھوں بے چین دلوں کو تسکین کی دولت سے مالا مال کیا-

حضرت خواجہ خواجگان کا وصال اجمیر میں ۶ رجب ۶۳۲ھ میں ہوا- انہیں اسی حجرے میں دفن کیا گیا جہاں وہ عبادت کیا کرتے تھے، وفات کے وقت ان کی عمر مبارک ۱۰۲ برس کی تھی-

Marfat.com

Marfat.com

پیکرِ تسلیم و رضا، قطبُ الاقطابؒ

# حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

۶۳۴ کا زمانہ ہے' دہلی کے ہر گھر میں ایک کہرام مچا ہے آج ایک ایسا ہر دلعزیز اور مقبول خلائق انسان وصال فرما گیا ہے' جس سے دہلی کا ہر چھوٹا بڑا بے حد محبت کرتا ہے۔ یہ شخص ایک عرصہ تک دہلی میں رہا اور لوگوں میں پیار اور محبت کے خزانے لٹاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر شخص محسوس کر رہا ہے کہ اس کا بہت ہی قریبی عزیز اور پر خلوص محبت کرنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

اس کا جنازہ ایک وسیع میدان میں رکھا ہے' لوگوں کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ نماز کا انتظار ہے اتنے میں منادی اعلان کرتا ہے کہ حضرت نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے جنازہ کی نماز ایسا شخص پڑھائے۔

۱۔ جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو۔

۲۔ عصر کی سنتیں کبھی قضا نہ کی ہوں۔

۳۔ نماز با جماعت میں ہمیشہ تکبیر اولیٰ سے شریک رہا ہو۔

نماز پڑھانے کے لئے امام کا مصلّیٰ خالی ہے' اضطراب بڑھ رہا ہے' وقت گزر رہا ہے۔ لوگوں کی نظریں مصلّیٰ پر جمی ہیں کہ اتنے میں ایک شخص ہجوم سے نکلتا ہے اور مصلّیٰ پر آن کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر کی آواز فضا میں گونجتی ہے۔ نماز شروع ہو جاتی ہے۔

نماز پڑھانے والا یہ شخص شہنشاہ ہندوستان سلطان شمس الدین التمش ہے اور جس بزرگ ہستی کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے' ان کا نام نامی ہے حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ صاحب ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں ۵۶۹ھ کو پیدا ہوئے۔ اصل نام

Marfat.com

بختیار تھا۔ قطب الدین لقب تھا' لیکن لوگوں میں حضرت خواجہ کاکیؒ کے نام سے مشہور تھے۔

سلسلہ نسب یہ ہے :

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحاق حسین بن سید المعروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن حضرت امام نقی الجواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

## تعلیم و تربیت

حضرت کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے بڑی محنت اور لگن سے تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ چار برس چار ماہ کے تھے کہ مولانا ابو حفص سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ پندرہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ریاضیات و مجاہدات میں اوائل عمر ہی سے مشغول رہتے تھے۔ بعض تذکروں میں ہے کہ سترہ سال کے تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ قصبہ اوش تشریف لائے۔ آپ نے ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا۔

سیر الاولیا' سیر العارفین اور سیر الاقطاب میں ہے کہ اوش سے نکل کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بغداد پہنچے اور یہاں امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اس مجلس میں شیخ شہاب الدین سہروردی' شیخ اوحد الدین کرمانی' برہان الدین چشتی اور شیخ اصفہان بھی موجود تھے۔

بیعت کے بعد حضرت ہر روز پچانوے رکعت نماز ادا کرتے تھے اور ہر رات تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتے تھے۔ آپ کی شادی ہوئی تو ابتدائی تین راتوں میں یہ معمول ناغہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "رئیس احمد" نامی ایک درویش کو خواب کے ذریعے یہ پیغام دیا کہ وہ بختیار سے دریافت کریں کہ آخر یہ بے نیازی کیوں؟ حضرت خواجہ پر اس پیغام کا اس قدر اثر ہوا کہ زار و قطار روئے اور آئندہ عمر بھر کبھی یہ ہدیہ بھیجنے میں ناغہ نہیں کیا۔

Marfat.com

## مختلف ممالک کی سیاحت

بیعت و خلافت کے بعد خواجہ قطب صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ غزنی' سمرقند' بغداد اور حجاز مقدس کی سیاحت کا دلچسپ حال آپ کے ملفوظات (فوائد السا لکین) میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں:

"غزنی میں مجھے ایک بزرگ ملے۔ جو بڑے ہی صاحب تجرید و تفرید تھے۔ ان کو جو فتوحات حاصل ہوتیں۔ انہیں کبھی اپنے پاس نہ رکھتے۔ دن میں جو چیزیں آئیں وہ شام تک تقسیم کر دیتے اور جو رات کو حاصل ہوتیں وہ صبح تک بانٹ دیتے"۔ ان کی خانقاہ سے کبھی کوئی محروم نہ جاتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے' ننگوں کو کپڑا پہناتے۔ غرض کہ بڑے صاحب نعمت' فیاض اور سخی تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے چالیس برس تک مجاہدہ کیا' مگر کچھ حاصل نہ ہوا اور کوئی روشنی نظر نہ آئی لیکن جب سے کم سونا کم بولنا کم کھانا اور لوگوں سے کم ملنا اختیار کیا تو روشنی نظر آئی۔ اب عرش اور حجاب عظمت تک کی چیزیں پوشیدہ معلوم نہیں ہوتیں۔

ایک دفعہ دریائی سفر میں تھا کہ ایک درویش کی زیارت کی جو بڑے صاحب نعمت تھے۔ مجاہدے سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جسم مبارک میں صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ ان کا دستور تھا کہ چاشت سے فارغ ہو کر لنگر خانے میں تشریف لے جاتے' جس میں ہزاروں من کھانا ہوتا' ظہر کی نماز تک اس کی تقسیم میں مصروف رہتے۔ ہر آنے والے کو کھانا کھلاتے اور ننگے کو کپڑا پہناتے۔ جب لنگر خانے میں کوئی چیز باقی نہ رہتی تو مصلے پر جا بیٹھتے' ان کا حکم تھا کہ جو کوئی بھی ملنے آئے ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ مصلے کے نیچے سے جو کچھ بھی اس کی قسمت میں ہوتا عطا کرتے۔

میں چند روز ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہا وہ صائم الدہر تھے۔ افطار کے وقت ان کے پاس چار کھجوریں آتیں۔ وہ دو مجھ کو دیتے اور دو خود کھا لیتے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ درویش جب تک کم نہ کھائے' کم نہ سوئے' کم نہ بولے' عالی مقام نہیں ہو سکتا۔

ایک دفعہ میں اپنے یار غار قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ ایک دریا کے کنارے فروکش تھا کہ دیکھا ایک بہت بڑا بچھو تیزی سے کہیں جا رہا ہے میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ اس میں کوئی سر الٰہی پوشیدہ ہے۔ ہم دونوں بچھو کے پیچھے ہو لئے۔ بچھو ایک درخت

Marfat.com

کے پاس پہنچا تو اس نے ایک بہت ہی خوفناک اژدہے کو ڈنگ مارا' جس سے وہ مر گیا۔ پاس ہی ایک شخص سو رہا تھا' ہم وہیں ٹھہر گئے کہ یہ نیند سے اٹھے تو ہم اس سے ملاقات کریں۔

ہم نے اس کے نزدیک جا کر دیکھا تو وہ نشے میں بدمست پڑا تھا۔ تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان بندے پر اللہ تعالیٰ نے اس قدر کیوں رحمت فرمائی۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم پارساؤں ہی پر اپنی توجہ رکھیں تو غریبوں کا کون حامی ہو گا۔

اس کے بعد وہ متوالا اٹھا تو مردہ اژدہے کو دیکھ کر پریشان ہوا۔ ہم نے بچھو اور اژدہے کی کیفیت اس سے بیان کی تو وہ نادم ہوا اور سچے دل سے تائب ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہم نے سنا کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہو گیا ہے۔

میں اپنے مرشد خواجہ بزرگ کے ساتھ حج کو گیا۔ واپسی میں ہم ایک ایسے شہر میں ٹھہرے جس کا نام اب یاد نہیں۔ وہاں ایک بزرگ کی زیارت کی۔ ہیبت الٰہی سے ان کے جسم پر گوشت باقی نہ رہا تھا۔ گویا ایک چوب خشک تھے۔ خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو چند روز ہم یہاں قیام کریں۔ میں نے ادب سے عرض کیا کہ جیسے حضور کی مرضی ہو۔

غرض ہم ان کی صحبت میں ایک ماہ تک رہے اس عرصے میں صرف ایک روز وہ تھوڑی دیر کے لئے عالم صحو میں آئے۔ ہم نے سلام عرض کیا۔ جواب دے کر فرمایا:

"عزیزو! تمہیں یہاں تکلیف ہوئی لیکن اس کا نیک بدلہ پاؤ گے' کیونکہ جو شخص درویشوں کی خدمت کرتا ہے۔ منزل مقصود تک ضرور پہنچ جاتا ہے"۔

پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے تو فرمانے لگے کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی کی اولاد سے ہوں۔ اس عالم تحیر میں تیس سال سے ہوں۔ مجھ کو روز و شب کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ آج صرف تمہارے لئے عالم صحو مین لایا ہے۔

اے عزیزو! اب تمہیں اجازت ہے تم رخصت ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہیں اس زحمت کا نیک بدلہ عطا فرمائے!

پھر فرمایا۔ میری ایک بات یاد رکھنا۔ دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ جو کچھ تمہارے پاس پہنچے اس کو کبھی اپنے پاس نہ رکھنا۔ ورنہ درویشی حاصل نہ ہو گی اور حق کی مشغولیت کے سوا کسی اور چیز کی طرف التفات نہ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ پھر عالم تحیر میں چلے گئے۔

اس سیاحت کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر میں تشریف لائے تو انہوں

Marfat.com

نے خواجہ قطب صاحب کو دہلی جانے کا حکم دیا۔

## دہلی میں تشریف آوری

آپ دہلی روانہ ہوئے تو راستے میں ملتان ٹھہرے یہاں حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کمال محبت و شفقت سے ملے۔ حضرت قطب صاحب چند روز ان کے مہمان رہے۔ سیرالاقطاب میں ہے کہ اسی اثنا میں مغلوں نے ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ ملتان کا حاکم ناصر الدین قباچہ حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور روحانی امداد کے لئے درخواست کی۔ حضرت نے کچھ پڑھ کر ایک تیر پر دم کیا اور فرمایا یہ تیر شام کے وقت دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ قباچہ نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کا کرنا کہ اسی رات مغل محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے۔

حضرت ملتان سے دہلی آئے تو سلطان شمس الدین التمش نے دہلی سے باہر آکر آپ کا استقبال کیا۔ نہایت عزت و احترام سے دہلی میں لایا اور درخواست کی کہ وہ شہر کے اندر قیام فرمائیں، لیکن حضرت نے کیلوکھری میں سکونت پسند فرمائی۔ سلطان ہفتہ میں دوبار ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک بار اس نے بہت منت سماجت کی تو حضرت مجبوراً اندرون شہر فروکش ہونے پر راضی ہو گئے اور ملک معین الدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔

## شیخ الاسلام کی مخالفت

دہلی میں شیخ الاسلام جمال الدین بسطامی کی وفات کے بعد التمش نے حضرت خواجہ قطب صاحب کو اس عہدہ پر مامور کرنا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام بنا دیا گیا۔ شیخ نجم الدین حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے اور برگزیدہ بزرگوں میں سے شمار ہوتے تھے۔ لیکن خواجہ قطب صاحب کی مقبولیت وہ برداشت نہ کر سکے۔ اتفاق سے انہی دنوں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ دہلی تشریف لائے۔ تمام خواص و عوام اور علماء و مشائخ ان کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر شیخ نجم الدین صغریٰ نہیں آئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب اجمیری خود ان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے وہ پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ خواجہ صاحب سے ملتے ہی انہوں نے قطب صاحب کے خلاف شکایات کا پلندہ کھول دیا۔ حاصل یہ تھا کہ قطب صاحب کے ساتھ لوگوں کی گرویدگی اور فریفتگی کی وجہ سے ان کا وقار اور دبدبہ معرض خطر

Marfat.com

میں پڑ گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مرید رشید سے فرمایا:

بابا قطب الدین! تم میرے ساتھ اجمیر چلو کہ کچھ لوگ دہلی میں تمہارے قیام سے ناراض ہیں۔

قطب صاحب، حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ اجمیر روانہ ہوئے تو عوام و خواص کے اضطراب اور عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ:

لوگ حضرت قطب صاحب کے قدموں کے نیچے کی خاک تبرکاً" اٹھا کر سر آنکھوں پر مل رہے تھے اور حضرت قطب صاحب کے پیچھے روتے جا رہے تھے۔

سلطان شمس الدین التمش کو اطلاع ہوئی تو وہ دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور حضرت غریب نواز سے بہ کمال منت وزاری عرض کیا: حضور! برائے خدا قطب صاحب کو یہاں سے نہ لے جائیں۔

حضرت غریب نواز مخلوق کی عقیدت و شیفتگی دیکھ چکے تھے، سلطان کی درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا:

بابا بختیار! تم یہیں رہو اس لئے کہ خدا کی اتنی مخلوق تمہارے جانے سے تباہ حال ہے۔ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا کہ اتنے دل دکھائے اور جلائے جائیں جاؤ ہم نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں چھوڑا۔

(سیر الاولیا۔ ص ۵۵)

یہ سن کر سلطان شمس الدین التمش نے، جس کا دارالحکومت اس نعمت سے محروم ہوا جا رہا تھا، آگے بڑھ کر حضرت خواجہ صاحب اجمیری کی قدم بوسی کی اور شکریہ ادا کیا اس کے بعد حضرت خواجہ قطب صاحب دہلی واپس آ گئے۔

## حکومت پر اثرات

خواجہ صاحب دہلی میں اپنے بوریائے فقر پر بیٹھ کر ارشاد و تربیت میں مشغول رہے۔ سرکار دربار سے انہوں نے کبھی کوئی تعلق نہیں رکھا۔ سلطان التمش خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ خواجہ قطب صاحب ہمیشہ اسے رعایا، فقیروں، غریبوں اور درویشوں کے ساتھ دوستی اور حسن سلوک کی تلقین فرماتے۔

Marfat.com

خواجہ صاحب اپنے ملفوظات میں سلطان التمش کے بارے میں فرماتے ہیں :

"التمش کا عقیدہ صحیح تھا- وہ راتوں کو جاگتا- کسی نے اس کو سوتے نہیں دیکھا وہ بیدار رہ کر عالم تحیر میں کھڑا رہتا اور اگر سو جاتا تو فوراً بیدار ہو جاتا- اٹھ کر وضو کرتا اور مصلّیٰ پر جا بیٹھتا- اپنے نوکروں میں سے کسی کو نہ اٹھاتا اور کہتا کہ آرام سے سونے والوں کو تکلیف کیوں دی جائے- رات کو وہ گدڑی پہن لیتا تاکہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو' وہ کسی شخص کو ساتھ لے کر باہر نکل جاتا- اس کے ہاتھ میں سونے کے ٹنکے کا ایک توشہ دان ہوتا- وہ ہر مسلمان کے دروازے پر جاتا اس کے حالات پوچھتا اور اس کی مدد کرتا وہاں سے واپس ہوتا تو مسجدوں' ویرانوں' خانقاہوں اور بازاروں میں گشت کرتا اور ان مقامات کے رہنے والوں اور درویشوں کو مالی مدد پہنچاتا- طرح طرح کی معذرت کرکے کہتا کہ وہ لوگ اس کی مدد کا ذکر کسی سے نہ کریں- دن کو اس کے دربار میں عام اجازت تھی کہ جو مسلمان رات کو فاقہ کرتے ہوں- اس کے پاس لائے جائیں- جب وہ آتے تو ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیتا اور ان کو قسمیں دے کر تلقین کرتا کہ جب ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہے یا کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ فوراً یہاں آکر عدل و انصاف کی زنجیر کو' جو باہر لٹکی ہوئی ہے ہلائیں تاکہ وہ ان کے ساتھ انصاف کر سکے- ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار وہ برداشت نہ کر سکے گا"- (فوائد السالکین ص ۲۸)

سلطان التمش کا حضرت خواجہ صاحب سے تعلق کس قدر گہرا تھا' اس کا کچھ اندازہ حضرت کے ان ملفوظات سے ہوتا ہے- فوائد السالکین میں حضرت فرماتے ہیں :

"ایک رات التمش میرے پاس آیا اور میرے پاؤں پکڑ لئے- میں نے کہا کہ مجھ کو کب تک تکلیف دیتے رہو گے- جو ضرورت ہو بیان کرو- اس نے کہا- رب العزت نے مجھ کو سلطنت تو دی ہے' لیکن قیامت کے روز جب اس کے بارے میں باز پرس ہو گی اور اس کا حساب دینا ہو گا تو اس وقت آپ مجھے نہ چھوڑیں ـــــ اور وہ اس وقت تک واپس نہ گیا جب تک میں نے اس کی یہ بات قبول نہ کر لی-

## فقر و استغناء

سلطان کی اس ارادت و نیاز مندی کے باوجود آپ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا- جب

Marfat.com

کئی کئی روز فاقوں کی نوبت پہنچ جاتی تو آپ کی اہلیہ پڑوس کے بقال کی بیوی سے کچھ قرض لے کر خورد و نوش کا انتظام کرتیں۔ جب کہیں سے کچھ میسر آتا تو قرض ادا کر دیا جاتا۔

ایک روز بقال کی بیوی نے بی بی صاحبہ سے طنزاً کہا کہ اگر میں تم کو قرض نہ دوں تو تمہارے بچے بھوکوں مر جائیں۔ قطب صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے آئندہ قرض لینے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ حجرہ کے طاق میں سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر جس قدر کاک (یعنی روٹیوں) کی ضرورت ہو نکال لیا کرو اور بچوں کو کھلا دیا کرو، چنانچہ ضرورت کے وقت وہ ایسا ہی کرتی تھیں۔ اس کرامت کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب "کاکی" کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپؒ نے کبھی اتنی رقم اپنے پاس نہ رکھی جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی۔ اس فقر کے باوجود جود و سخا کا یہ حال تھا کہ لنگر خانہ میں جو چیز ہوتی، فوراً تقسیم کر دیتے۔ جس روز کوئی چیز نہ ہوتی تو خادم سے فرماتے کہ پانی ہی کا دور چلاؤ تاکہ لوگ خالی نہ جائیں۔

استغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک بار شاہی حاجب قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا اور کئی گاؤں بطور نذر پیش کئے۔ قطب صاحب نے اپنی جانماز کا ایک کونہ اٹھایا۔ شاہی حاجب نے دیکھا کہ مصلی کے نیچے خزائن الٰہی کے دریائے زخار بہہ رہے ہیں۔ حضرت نے اسے مخاطب کرکے فرمایا:

"اس دولت کے ہوتے ہوئے میں چند گاؤں لے کر کیا کروں گا"۔

ایک روز سلطان التمش کا وزیر چند گاؤں کے فرمان لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور قبول کرنے کی درخواست کی، لیکن خواجہ قطب صاحب نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے گاؤں قبول کیا ہوتا تو میں بھی کر لیتا۔ اس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا:

"اگر میں یہ گاؤں لے لوں تو قیامت کے روز اپنے خواجگان کو کیا منہ دکھاؤں گا"۔

## ریاضت و مجاہدات

تمام تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے عبادت و ریاضت میں بڑی مشقتیں اٹھائیں۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ ابتدائی دور میں تو آپ تھوڑی دیر سو بھی لیتے تھے لیکن آخر عمر میں بالکل نہ سوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں سو جاتا ہوں تو تکلیف ہوتی ہے۔ بیس برس تک وہ رات کو اطمینان سے نہ سوئے اور نہ زمین سے پیٹھ لگائی۔

Marfat.com

یاد حق میں استغراق کا یہ حال تھا کہ اکثر مراقبے میں رہتے۔ نماز کے وقت آنکھ کھولتے۔ تجدید وضو کرتے اور نماز ادا کرتے۔ آخر عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا تھا۔ ہر روز دوبار کلام پاک ختم کرتے تھے۔ جوامع الکلم میں ہے کہ دل شکستہ' لب بستہ حجرہ کا دروازہ بند کئے گریہ و زاری میں مشغول رہتے۔ زیارت کے لئے معتقدین کا ہجوم بڑھ جاتا تو آہ' سرد بھرتے ہوئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور خادم سے فرماتے کہ ایک ایک پیالہ پانی (یا جو کچھ میسر ہے) سب کو دو۔ اس کے بعد وعظ فرماتے اور شب کو رخصت کرنے کے بعد پھر حجرہ میں جا کر یاد الہی میں مشغول ہو جاتے۔

## وصال

ایک بار شیخ علی بجستانی کی خانقاہ میں محفل سماع تھی آپ بھی شریک تھے جب قوالوں نے شیخ احمد جام رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگراست

تو حضرت پر وجد طاری ہو گیا۔ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اسی حال میں حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اور مولانا بدر الدین غزنوی ان کو گھر تک لائے تین دن اور تین رات یہی کیفیت رہی۔ جب نماز کا وقت آتا تو وضو کر کے نماز ادا کر لیتے۔ اس کے بعد پھر سکر کی حالت میں چلے جاتے۔ یہاں تک کہ واصل بحق ہو گئے آپ کو شہید محبت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

میر حسن نے ایک غزل میں آپ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

جاں بریں یک بیت داداست آں بزرگ
آرے ایں گوہرز کان دیگراست
کشتگان خنجر تسلیم را!
ہر زماں از غیب جان دیگراست

وصال سے چند روز پہلے عید کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے قیام گاہ کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ ہمراہیوں سے فرمایا: اس مقام سے مجھے عشق کی بو آتی ہے۔ پھر زمین کے مالک کو بلایا اور اس زمین کو خرید لیا۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ ہجری کو آپ" اسی زمین میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

وفات کے وقت آپ کا سر مبارک حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے زانو پر تھا اور دونوں پاؤں شیخ بدر الدین غزنوی کی آغوش میں تھے۔ نماز جنازہ سلطان شمس الدین التمش نے پڑھائی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

Marfat.com

شیخ شیوخ العالم

# حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند میں اسلام صوفیہ کرام کی مساعی جمیلہ سے پھیلا- اس خطے میں ان مردان خدا کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا (اور بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہے) برصغیر میں مسلمان سلاطین نے کم و بیش ایک ہزار برس تک حکومت کی' اس دوران میں ہندوؤں نے اسلامی کلچر کو نقصان پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر صوفیہ کرام کی مسلسل تبلیغی کوششوں کے سامنے وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے- پروفیسر ایچ اے آر گب نے درست لکھا ہے کہ:

> "تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا- اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی-
>
> (اسلامک کلچر مطبوعہ لندن)

صوفیہ کرام کا ہاتھ ہمیشہ ملت کی نبض پر اور دماغ تجدید و احیاء کی تدابیر سوچنے میں مصروف رہا- مادیت کے سیلاب کو روکنے اور ذہنی انتشار کو ختم کرنے کا جو عظیم الشان کام اس جماعت نے سرانجام دیا' وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے- بلاشبہ ان بزرگوں نے جب کبھی قوم کا اخلاقی مزاج بگڑتا ہوا دیکھا تو اپنی تمام تر ذہنی اور عملی صلاحیتیں صحت مند عناصر کو ابھارنے میں صرف کر دیں-

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کو جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی میں تبلیغ و ہدایت کے منصب پر مامور فرمایا تو اس وقت حالات

Marfat.com

نہایت ہی ناسازگار تھے' سلطان التمش کی وفات ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے علماء موقع سے فائدہ اٹھا کر میدان سیاست میں کود پڑے تھے' لیکن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے سیاسی بکھیڑوں سے بچ کر دین حق کی خاطر جو شاندار خدمات سرانجام دیں' وہ آج بھی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔

حضرت بابا صاحب دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے سجادے پر بیٹھے تھے' لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ دارالسلطنت کا ماحول دین کی تبلیغ و ترویج پر اثر انداز ہونے لگا ہے تو وہ دہلی چھوڑ کر ہانسی تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ کے پیرو مرشد نے یہی مقام آپ کو دیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "میرے پیر نے جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے وہ کسی خاص مقام سے وابستہ نہیں ہے"۔

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۳)

حضرت بابا صاحب پہلے ہانسی اور بعد میں اجودھن تشریف لے گئے۔ اجودھن پاک پتن کا پرانا نام ہے۔ یہاں بابا صاحب نے اپنی تربیت خاص کے سانچے میں ڈھال کر جو لوگ تیار کئے ان میں شیخ جمال الدین ہانسوی' شیخ بدر الدین اسحاق' شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی' شیخ علی احمد صابر کلیری اور شیخ عارف جیسے مردان حق شامل ہیں جو بابا صاحب کے مکتب صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے اور ہر طرف خدا کے دین کا بول بالا کر دیا۔

## خاندان ولادت اور تعلیم

حضرت بابا صاحب کے دادا محترم کا نام قاضی شعیب تھا' جو کابل کے بادشاہ فرخ شاہ کی اولاد میں سے تھے جن کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے خلیفہ دوم امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

پورا نسب نامہ یہ ہے:

شیخ فرید الدین گنج شکر بن جمال الدین سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد المشہور بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل بن نصیر الدین بن محمد المعروف بہ شیمان شاہ بن سلمان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن قطب العالمین سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن

Marfat.com

عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت فاروق الاعظم رضی اللہ عنہ۔ قاضی شعیب. چنگیزی حملے کے دوران کابل سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور پھر قصور ہوتے ہوئے کھتوال (ضلع ملتان) چلے گئے۔ جہاں انہیں قاضی مقرر کر دیا گیا۔ حضرت بابا صاحب یہیں ۵۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام مسعود رکھا گیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کھتوال ہی میں ہوئی۔ یہیں آپ نے درسی کتابیں پڑھیں اور قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے ملتان چلے گئے جو ان دنوں علم و فضل کا مرکز تھا اور قبتہ الاسلام کہلاتا تھا۔ یہاں آپ نے خلوائی کی سرائے کے قریب مسجد مولانا منہاج الدین ترمذی میں قیام فرمایا اور تعلیم شروع کی۔

## پیرو مرشد

اسی مسجد میں ایک روز بابا صاحب فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ قطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تشریف لائے انہوں نے بابا صاحب کو مصروف مطالعہ پا کر پوچھا: میاں! کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: نافع۔ حضرت نے پھر سوال کیا: کیا اس کے مطالعے سے تمہیں کچھ نفع حاصل ہو گا؟ اب جو بابا صاحب کی قطب عالم سے نظریں چار ہوئیں تو عجیب کیفیت ہوئی' فوراً قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا: حضرت نفع تو مجھے آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے حاصل ہو گا۔

سیرالعارفین میں لکھا ہے کہ بابا صاحب نے ان کے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ کیا تو قطب عالم نے فرمایا: تکمیل علم کے بعد میرے پاس دہلی آنا۔ انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچو گے۔ بابا صاحب نے اسی طرح کیا۔ ملتان کے بعد انہوں نے پانچ سال تکمیل تعلیم کے لئے خطہ قندھار' غزنی' بغداد' سیوستان اور بدخشان وغیرہ میں گزارے اور پھر دہلی آئے۔ جہاں تھوڑے ہی دنوں میں قطب عالم نے انہیں نعمتہائے روحانی سے مالا مال کر دیا۔ جب بابا صاحب نے دیکھا کہ دہلی میں ہجوم مردماں کی وجہ سے یکسوئی میسر نہیں ہوتی تو مرشد کی اجازت سے ہانسی چلے گئے' لیکن وہاں سے دہلی آتے جاتے رہے۔

ایک دفعہ آپ دہلی آئے تو خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آپ ان کی توجہ سے فیض یاب ہوئے۔ سیرالعارفین میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ بابا صاحب کے ذوق و شوق اور روحانی استعداد سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ان کے پیر و مرشد سے اپنے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے فرمایا: بابا بختیار! شہباز عظیم بقید آوردہ کہ

Marfat.com

جز بہ سدرۃ المنتہیٰ آشیاں نگیرد- ایں فرید شمعیست کہ خانوادۂ درویشاں منور سازد"-
(سیر العارفین صفحہ ۲۳)

## گنج شکر

گنج شکر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے مختلف روایات لکھی ہیں- یہاں صرف دو روائتیں درج کی جاتی ہیں :

تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ بابا صاحب کی والدہ ماجدہ بچپن میں نماز کی پابندی کرانے کے لئے ان کی جانماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں اور ان سے فرماتی تھیں کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں' ان کی جانماز کے نیچے سے روزانہ ان کو شکر مل جاتی ہے- ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں- کچھ دیر بعد انہیں یاد آیا تو گھبرا کر پوچھا : مسعود! تم نے نماز پڑھی؟ بابا صاحب نے ادب سے جواب دیا : ہاں اماں جان! نماز پڑھ لی اور شکر بھی کھا لی- یہ جواب سن کر ان کی والدہ بڑی حیران ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوئی ہے- چنانچہ اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو گنج شکر کہنا شروع کر دیا-

اخبار الاخیار' خزینتہ الاصفیا' تذکرہ العاشقین اور گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا- جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت شیخ العالم جناب بابا صاحب کھڑے تھے- آپ نے اس سے پوچھا : اونٹوں پر کیا لدا ہوا ہے؟ سوداگر نے ٹالنے کے انداز میں کہا : نمک ہے بابا- اس پر آپ نے فرمایا : نمک ہی ہو گا- سوداگر نے منزل پر پہنچ کر جب بوروں کو دیکھا تو ان میں شکر کے بجائے نمک تھا- بہت پریشان ہوا اور پھر واپس اجودھن حضرت کی خدمت میں آیا اور معافی طلب کی- آپ نے فرمایا : "جھوٹ بولنا بری بات ہے- آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولنا- جاؤ- اگر بوروں میں شکر تھی تو انشاء اللہ شکر ہی ہو گی-

سوداگر نے جھوٹ سے توبہ کی اور واپس آ کر بوروں کو دیکھا تو ان میں شکر بھری ہوئی تھی- بیرم خاں خانخاناں نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے- ؎

کان نمک' جہان شکر' شیخ بحر و بر
آں کز شکر نمک کند راز نمک شکر

## مریدوں کی تربیت

ایک روز مولانا جمال الدین ہانسوی جنگل سے ڈھیلے اور مولانا بدر الدین اسحاق لکڑیاں

Marfat.com

لائے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء نے ان کو ابالنے کے لئے چولہے پر چڑھا دیا۔ اتفاق سے اس روز لنگر خانے میں نمک موجود نہ تھا۔ سلطان المشائخ بازار جاکر بقال سے نمک قرض لائے اور ڈیلوں میں ڈالا۔ جس وقت دستر خوان بچھایا گیا اور سب فقراء جمع ہو گئے تو دعا پڑھنے کے بعد حضرت بابا صاحب نے لقمہ اٹھایا مگر فوراً ہی واپس رکھ دیا اور فرمایا: لقمہ گراں ہے' کوئی شبہ والی بات معلوم ہوتی ہے۔

یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: حضور! لکڑیاں تو حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق لائے ہیں اور ڈیلے مولانا جمال الدین لائے ہیں اور پانی مولانا حسام الدین نے بھرا ہے اور ان کو جوش میں نے دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لقمہ کس سبب سے گراں ہے؟ حضرت بابا صاحب نے ایک لمحہ تامل کے بعد فرمایا: نمک کہاں سے آیا؟ اتنا سننا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حیران رہ گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور کی ذات گرامی کاشف حالات ہے' یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ یہ ڈیلے کڑوے کسیلے ہوتے ہیں' اگر ان میں نمک بھی نہ ہو تو پھر یہ کیسے کھائے جائیں گے۔ محض اس خیال سے میں نے اس میں نمک قرض لے کر ڈال دیا ہے۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا: اچھا' اب اس کھانے کو دوسرے فقراء میں تقسیم کر دو۔ پھر فرمایا: نظام الدین! درویشاں اگر بفاقہ بمیر ند برائے لذت نفس قرض نہ گیرند"۔

حضرت سلطان المشائخ نے اسی وقت دل میں عہد کیا کہ آئندہ تمام عمر قرض نہیں لوں گا۔ بابا صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: انشاء اللہ آئندہ تم کو قرض لینے کی ضرور بھی نہ پڑے گی۔

## تنگ دستی کا علاج

حضرت بابا صاحب کے پاس جب بھی کوئی شخص دینی یا دنیاوی مشکل لے کر آتا تو وہ اسے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے۔ عام طور پر صبر کی تلقین فرماتے اور نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے۔ ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ یا حضرت! میں بے حد تنگ دست ہوں۔ گھر میں عام طور پر فاقوں کی نوبت آ جاتی ہے۔ آپ نے اس شخص کے لئے دعا فرمائی اور پھر اسے ہدایت کی کہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے سورۂ جمعہ پڑھ لیا کرو۔

Marfat.com

## بلبن کے نام خط

ایک بار پاکپتن میں کوئی ضرورت مند بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی : حضور! بادشاہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجئے تاکہ میرا کام بن جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا : کام کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے' میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس نے خط لکھنے کے لئے اصرار کیا۔ تو حضرت بابا صاحب نے سلطان بلبن کے نام یہ خط لکھ کر دے دیا :

**فان تعطہ شیئا فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیا فالمانع ھو اللہ وانت المعذور۔**

یعنی میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ پھر تیرے پاس بھیجا۔ اگر تو اس کو کچھ دے گا تو دین اللہ تعالیٰ کی ہو گی اور یہ شخص تیرا شکر گزار ہو گا اور اگر کچھ نہ دے گا تو روک خدا کی طرف سے ہو گی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

## غوث بہاء الحق سے تعلق

حضرت شیخ اسلام بہاء الحق الدین زکریا ملتانی اور حضرت بابا صاحب کے درمیان بہت محبت تھی۔ بابا صاحب جب بھی انہیں خط تحریر فرماتے یا مجلس میں ان کا ذکر فرماتے تو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا فرماتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا آپ جب بھی حضرت کا نام لیتے ہیں تو شیخ الاسلام ضرور کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا : میں نے لوح محفوظ پر ان کے نام نامی کے ساتھ شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا ہے۔ (سیر الاولیا صفحہ ۸۲)

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے بابا صاحب کو خط بھیجا' جس میں تحریر فرمایا کہ میرے تمہارے درمیان عشق بازی ہے۔ بابا صاحب نے جواب میں لکھا کہ میرے اور آپ کے درمیان عشق تو ہے مگر بازی نہیں ہے۔

(سیر العارفین صفحہ ۵۴)

## بزرگوں کی روش

حضرت شیخ بدر الدین غزنوی آپ کے پیر بھائی تھے۔ دہلی میں ملک نظام الدین خریطہ دار نے ان کے لئے ایک خانقاہ بنوا دی تھی' جہاں وہ ان کے آرام و آرائش کا سارا

Marfat.com

سامان بہم پہنچاتا تھا۔ ایک دفعہ ملک نظام الدین زر کثیر کے غبن میں ماخوذ ہوا۔ جس سے شیخ بدر الدین کے کام اور آرام میں بھی خلل پڑنا شروع ہوا۔ ان حالات میں انہوں نے بابا صاحب کی خدمت میں درد بھرا خط لکھا۔ سارے حالات بیان کئے اور دعا کی درخواست کی ہے۔

فرید الدین و ملت یار زیری
کہ باوش در کرامت زندگانی
دریغا خاطرم گر جمع واری
بدحش کردے گوہر فشانی

بابا صاحب نے یہ خط پڑھا تو جواب میں لکھا:

"عزیز الوجود کا رقعہ ملا اور جو کچھ اس میں درج تھا' اس سے آگاہی ہوئی۔ جو کوئی اپنے بزرگوں کی روش پر نہ چلے گا' ضرور ہے کہ اسے اس طرح کا ماجرا پیش آئے اور وہ غم و الم سے دو چار ہو۔ آخر ہمارے پیران عظام میں سے کون تھا' جس نے اپنے لئے خانقاہ بنوائی اور اس میں جلوس فرمایا۔

(سیر العارفین صفحہ ۵۱)

## ذوق سماع

ایک روز حضرت بابا صاحب کو سماع کا ذوق ہوا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی قوال موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا بدر الدین اسحاقؒ سے فرمایا کہ وہ خط جو قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے بھیجا ہے' لاؤ اور سناؤ۔ مولانا کھڑے ہوئے اور خط پڑھنا شروع کیا۔ حمد و نعت کے بعد تحریر تھا:

فقیر' حقیر' نحیف' ضعیف' بندۂ درویشاں از سرو دیدہ خاکپائے ایشاں محمد عطا المعروف بہ حمید الدین ناگوری۔

اتنا سننا تھا کہ بابا صاحب پر کیفیت طاری ہو گئی اور جب مولانا نے خط کی یہ رباعی پڑھی تو بابا صاحب پر وجد طاری ہو گیا ہے۔

Marfat.com

آں عقل کجا کہ درکمال تو رسد
آں روح کجا کہ درجلال تو رسد
گیدم کہ تو پردہ برگر فتی زجمال
آں دیدہ کجا کہ درجمال تو رسد

اسی طرح ایک روز آپ کو ذوق سماع ہوا اور آپ کی زبان پر مولانا نظامی کا یہ شعر آیا ؎

نظامی آنچہ اسرار است کز خاطر عیاں. کرذی
کسے سرش نمید اند زباں درکش زباں درکش

اس شعر کو آپ تمام دن پڑھتے رہے، پھر رات کو بھی یہی حال رہا اور دوسرے دن بھی۔

ایک روز سماع کی حرمت و حلت پر گفتگو ہو رہی تھی تو فرمایا: سبحان اللہ! وئی جل کر راکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف ہی میں ہوں۔ ایک بار فرمایا: سماع انہی لوگوں کے لئے جائز ہے جو اس میں ایسے مستغرق ہوں کہ ایک لاکھ تلواریں ان کے سر پر ماری جائیں، یا ایک ہزار فرشتے ان کے کان میں کچھ کہیں تو بھی ان کو خبر نہ ہو۔
(راحت القلوب صفحہ ۱۰)

## وصال

ذوالحجہ ۶۶۳ھ کے آخری دنوں میں بیماری نے شدت اختیار کر لی اور آپ کو بے ہوشی کے دورے ہونے لگے، لیکن اس کے باوجود آپ کی کوئی نماز حتیٰ کہ نفلی عبادت تک قضا نہ ہوئی اور وظائف و اوراد بھی وقت پر ادا ہوتے رہے۔ محرم ۶۶۴ھ کی چار تاریخ کو دہلی سے آپ کے مخلص قدیم سید محمد کرمان پرسش احوال کے لئے پاکپتن آئے۔ حضرت بابا صاحب اس وقت حجرہ میں تھے اور دروازہ بند تھا۔ باہر صاحبزادگان اور چند مریدان آپ کی جانشینی کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جیسے ہی ان حضرات نے سید محمد کرمانی کو دیکھا تو کہا: اس وقت اندر نہ جانا، حضرت کی طبیعت ناساز ہے۔ سید صاحب باہر بیٹھے سوچتے رہے کہ میں دہلی سے چل کر آیا ہوں اگر یہ لوگ مجھے حضور کی قدمبوسی کر لینے دیں تو کیا حرج ہے۔ آخر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ حجرے میں داخل ہو گئے اور بابا صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا: "سید! کیا حال ہے، کب آئے؟" عرض کیا: حضور کی دعا سے اچھا ہوں، ابھی حاضر ہوا ہوں۔ اس کے بعد سید

Marfat.com

صاحب نے دہلی کے علماء و مشائخ کے سلام عرض کئے۔ آخر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا سلام عرض کیا۔ جیسے ہی بابا صاحب نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا نام سنا تو خوش ہو کر پوچھا: ان کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: وہ ہر وقت حضور کی یاد میں رہتے ہیں۔ یہ سن کر بابا صاحب اور خوش ہوئے اور مولانا بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ جو تبرکات مجھے سلسلہ بہ سلسلہ اپنے حضرت سے پہنچے ہیں وہ نظام الدین محمد بدایونی کا حق ہے' ان کو پہنچا دینا۔

بعد نماز مغرب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ عشاء کی نماز آپ نے جماعت سے ادا کی' پھر آپ بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ نے سوال کیا: میں نے عشا کی نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ دوبارہ نماز عشا ادا کی تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد پھر سوال کیا۔ کہا گیا: آپ دو مرتبہ عشاء کی نماز ادا کر چکے ہیں۔ فرمایا: ایک دفعہ اور پڑھ لوں' ممکن ہے پھر موقع نہ ملے۔ یہ فرما کر آپ نے عشاء کی نماز مع وتر ادا کی اور پھر تازہ وضو کیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ زور سے یا حی یا قیوم کہا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات سے چند منٹ پہلے پوچھا: مولانا نظام الدین دہلی سے آئے یا نہیں؟ کہا گیا: جی نہیں۔ فرمایا: میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھا' ہانسی میں تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کو اطلاع ہوئی تو وہ پاکپتن آئے۔ حضرت بابا صاحب کا مزار شریف تعمیر کرایا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن شریف ختم کیا گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

## سلطان المشائخ

# حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

اس حقیقت سے آج تک کسی کو انکار کی جرات نہیں ہو سکی کہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعت و تبلیغ دیں کا عظیم الشان کام ہمیشہ صوفیہ اسلام کے مبارک ہاتھوں انجام پاتا رہا اور اس حقیقت سے بھی کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ مختلف وقتوں میں برصغیر پر حملہ کرنے والے مسلمان فاتحین اگر تبلیغ دین کے زندہ و پائندہ جذبہ سے سرشار ہوتے تو آج پورے برصغیر میں حکومت تنہا مسلمانوں کی ہوتی۔

پاکستان بلا شبہ صوفیاء کرامؒ کی تبلیغی اور روحانی کوششوں کا ایک حسین ثمر ہے' یہ الگ بات ہے کہ ہم ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہو سکے اور ملک کا نصف حصہ ان کی پاکیزہ تعلیمات سے روگردانی کے نتیجہ میں کھو چکے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ برصغیر کے انہی نفوس قدسیہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے (مطلق العنان بادشاہوں کے) پایہ تخت دہلی میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگیوں میں جو عظیم اسلامی انقلاب برپا کیا' اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اقتدار کے حریص بعض سلاطین نے انہیں اپنی راہ کا پتھر بھی سمجھا اور پوری قوت کے ساتھ انہیں راستے سے ہٹانا چاہا' لیکن حضرت محبوب الٰہیؒ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی سلطان مطلق العنان کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائے بلکہ زندگی کے آخری سانس تک اس پاکیزہ مشن کی تکمیل میں مصروف رہے' جس کی خاطر حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے بطور خاص انہیں پاک پٹن سے دہلی بھیجا تھا۔

آیئے' اسلام کے اس عظیم و جلیل فرزند کی زندگی پر نظر ڈالیں کہ ان کی زندگی ہمارے بیشتر ملی امراض کا شافی علاج موجود ہے۔

Marfat.com

## پیدائش' ابتدائی تعلیم و تربیت

حضرت محبوب الٰہیؒ ۶۳۶ھ میں بدایون میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی بڑی صالحہ اور باخدا خاتون تھیں۔ اس در یتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ اہتمام کیا۔ کتابیں پڑھنے کے قابل ہوئے تو مولانا علاء الدین اصولی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فقہ کی ابتدائی کتابوں تک ان سے تعلیم حاصل کی۔ قدوری ختم کی تو مولانا علاء الدین نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین اب دستار فضیلت باندھو۔

والدہ صاحبہ سے آکر کہا کہ استاد نے دستار بندی کا حکم فرمایا ہے' میں دستار کہاں سے لاؤں۔ والدہ صاحبہ نے کہا:

"خاطر جمع رکھو' میں اس کی تدبیر کروں گی"۔

چنانچہ روئی خرید کر اس کو کتوایا اور پگڑی تیار کر کے دی۔ والدہ صاحبہ نے اس تقریب میں علماء و صلحاء وقت کی دعوت کی۔ خواجہ علی مرید شیخ جلال الدین تبریزی نے ایک پیچ باندھا اور تمام حاضرین مجلس نے علم نافع کی دعا کی۔

## دہلی میں طالب علمی

سولہ سال کی عمر میں حضرت بدایون سے دہلی آ گئے۔ دہلی آکر انہوں نے حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ دہلی میں اس وقت بڑے بڑے نامور اساتذہ جمع تھے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود کا عہد حکومت تھا اور غیاث الدین بلبن کا عہد وزارت تھا اور مولانا شمس الدین خوارزمی' جو مستوفی الممالک ہو کر شمس الملک کے لقب سے مشہور روزگار ہوئے۔ استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے' انہوں نے سلطنت کے اہم ترین عہدے کی ذمہ داری اور مشغولیت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

## حدیث کی اجازت

حضرت نے حدیث اپنے زمانہ کے مشہور محدث شیخ محمد ابن احمد المار۔ کلی المعروف کمال الدین زاہد (م ۶۸۴ھ) سے پڑھی۔ جو مصنف "مشارق الانوار" علامہ حسن ابن محمد الصغانی کے

Marfat.com

براہ راست شاگرد تھے۔ فقہ میں ان کو بیک واسطہ ہدایہ علامہ برہان الدین المرغینانی سے تلمذ تھا۔ آپ نے ان سے "مشارق الانوار" کا درس لیا اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔

## اجودھن کی پہلی حاضری

اجودھن حاضر ہونے سے پہلے حضرت محبوب الٰہیؒ دہلی میں شیخ کبیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے برادر حقیقی خواجہ نجیب الدین متوکل سے متارف ہو چکے تھے اور کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہنا بھی ہوا تھا ان کی صحبت اور گفتگو نے شیخ کبیر کے ساتھ محبت کی اس چنگاری میں' جو کمسنی اور بدایون کے قیام ہی سے طبیعت میں ودیعت تھی' اشتعال و حرکت پیدا کر دی' آپ نے شیخ کبیر کی خدمت میں حاضری کا عزم کر لیا اور بالاخر ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اپنی اس ملاقات اور پہلی حاضری کا حال حضرت نے خود ہی بیان فرمایا ہے' ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

میں نے چاہا کہ پائے بوسی کے اشتیاق کو' جو عرصہ دراز سے بے چین کئے ہوئے تھا' ذرا تفصیل سے بیان کر دوں لیکن شیخ کے رعب و جلال سے زبان اور قوت گویائی نے ساتھ نہ دیا' اتنا ہی کہہ سکا کہ قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔ شیخ نے جب دیکھا کہ میں اتنا مرعوب ہوں تو فرمایا :

لکل داخل دهشت

"ہر نئے آنے والے پر رعب ہوتا ہی ہے"۔

اسی حاضری میں حضرت محبوب الٰہیؒ شیخ کبیرؒ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔

## شیخ کبیرؒ سے درس

شیخ کبیر کی یہ خصوصی عنایت اور اختصاص تھا کہ آپ نے حضرت محبوب الٰہیؒ کو بنفس نفیس بعض چیزیں پڑھانا شروع کیں۔ فرمایا : "نظام! تم کو کچھ کتابیں مجھ سے بھی پڑھنی ہوں گی"۔ چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تصوف کی مشہور کتاب' "عوارف المعارف" کا درس شروع کیا اور چھ باب اس کے پڑھائے' اس کے علاوہ تمہید ابو شکور سالمی

Marfat.com

بھی اول سے آخر تک سبقاً" سبقاً" پڑھی۔ مزید برآں تجوید کی تعلیم بھی دی اور چھ پارے کامل تجوید کے ساتھ پڑھائے۔

## خود شکنی کی تربیت

درس کے وقت عوارف کا جو نسخہ شیخ کبیرؒ کے ہاتھ میں ہوتا تھا وہ کچھ سقیم تھا اور اس کا خط بھی باریک تھا۔ چند ہی اسباق کے بعد ایک ایسا مقام آیا جہاں شیخ کبیرؒ کو کچھ دیر تامل رہا۔ حضرت نے (سادگی اور نو عمری میں) کہا کہ میں نے شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس ایک اور نسخہ دیکھا وہ نسخہ صحیح تھا۔ شیخ نے فرمایا:

"درویش راقوت تصحیح نسخہ، سقیم نیست"
(فقیر کو سقیم نسخہ کی تصحیح کی طاقت نہیں"۔

شیخ نے بار بار یہ فقرہ دھرایا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ شروع میں تو مجھے خیال نہ آیا لیکن بار بار یہ الفاظ شیخ کی زبان سے نکلے تو سبق کے دوسرے ساتھی مولانا بدر الدین اسحاقؒ نے بتایا کہ خطاب تمہاری طرف ہے۔ حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں یہ سنتے ہی میرے ہوش اڑ گئے، سر برہنہ کردم دور پائے شیخ افتادم۔

حضرت فرماتے ہیں، میں نے ہر چند معذرت کی، لیکن شیخ کا ملال خاطر نہ گیا۔ میں اٹھ گیا لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ وہ دن جیسا مجھ پر گزرا اور جس حزن و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹا شاید ہی کسی شخص کو ایسا کبھی پیش آیا ہو۔ سراسیمہ و پریشان باہر آیا، ایک مرتبہ تو جی چاہا کہ کنویں میں گر کر جان دے دوں لیکن کچھ سوچ کر باز رہا۔ اسی پریشانی اور سراسیمگی کی حالت میں جنگل کو نکل گیا اور بہت رویا۔

شیخ کبیرؒ کے ایک صاحبزادے شہاب الدین نامی سے حضرت محبوب الٰہیؒ کا خاص میل ملاپ تھا۔ انہوں نے شیخ کبیرؒ سے ان کا یہ حال کہا۔ جو مقصود تھا پورا ہو چکا تھا۔ حاضری کی اجازت مرحمت ہوئی۔ معافی ہوئی۔

دوسرے روز ارشاد فرمایا: "یہ سب میں نے تمہارے تکمیل حال کے لئے کیا ہے۔ یاد رکھو، پیر مشاطہ مرید ہوتا ہے۔

اس ارشاد کے بعد خلعت و کسوت خاص سے سرفراز فرمایا۔

### خلافت

۶۵۹ھ میں حضرت شیخ کبیرؒ نے سند خلافت عطا فرمائی۔خلافت سے سرفرانہ فرمانے کے بعد دعا کی

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہاں کی نیکیوں سے مالا مال فرمائے اور نفع دینے والا علم اور پسندیدہ عمل عنایت فرمائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کرے تم سایہ دار درخت بنو اور تمہارے سائے میں مخلوق آرام پائے۔

مرشد سے سند خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ ہانسی میں سند کی توثیق کے لئے حضرت قطب جمال ہانسویؒ کے پاس پہنچے جن کے پاس شیخ کبیرؒ کی سب سندیں پیش ہوتی تھیں۔ انہوں نے بڑی خوشی سے خلافت نامہ کی توثیق کی اور زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا۔

خدائے جہاں راہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

سند خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت دہلی تشریف لائے۔

## رجوع عام

دہلی کے دوران قیام میں خلق خدا اور طالبین کا رجوع شروع ہوا فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور یہ حالت ہوئی کہ حضرت کی خانقاہ کے آگے سلاطین دہلی کے درباروں کی عظمت ماند پڑ گئی۔ بقول حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ۔

در حجرۂ فقر پادشاہی
در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشے بے سریر و بے تاج
شاہانش بہ خاک پائے محتاج

حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"فتوحات کا یہ حال تھا کہ دولت کا دریا آگے دروازے کے بہتا تھا' کوئی دن فتوحات سے خالی نہ ہوتا' صبح سے شام تک لوگ آتے' بلکہ عشاء تک' مگر لینے والے لانے والوں سے زیادہ ہوا کرتے اور جو کچھ کوئی لاتا اس سے زیادہ حضرت کی عنایت سے پاتا"۔ (سراج المجالس ص ۲۰۲)

## شیخ کبیرؒ کی وفات

دہلی سے حضرت کئی بار شیخ کبیرؒ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے اجودھن تشریف

Marfat.com

لے گئے' ایک بار مرشد کامل نے اپنے محبوب مرید کے لئے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ الٰہی : نظام الدین جو تجھ سے مانگا کرے' عطا فرمایا کر۔ یہ دعا قبول ہوئی اور وہ محبوب الٰہی کہلائے۔

آخری بار شیخ کبیرؒ کی خدمت میں (ان کی وفات سے) تین چار مہینے قبل گئے۔ فرماتے ہیں

"۵ محرم (۶۶۴ھ) کو شیخ کبیرؒ نے وفات پائی اور شوال کے مہینے میں مجھے حضرت نے دہلی بھیج دیا۔ بیماری کی ابتدا ہو چکی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا اور آپ بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ رہے تھے۔ ایک روز کہیں سے خربوزہ آیا تھا' خربوزہ کاٹ کر میں نے شیخ کے سامنے رکھا۔ شیخ نے تناول فرمایا اور ایک قاش مجھے عنایت فرمائی۔ میرے دل میں آیا کہ یہ دولت اب کہاں ملے گی کہ اپنے دست مبارک سے مجھے عنایت فرما رہے ہیں۔ میں کھا لوں اور دو مہینے مسلسل روزے رکھ کر (فرض روزہ توڑ دینے کا) کفارہ ادا کر دوں گا"۔

فرمایا : "نہیں نہیں' میرے لئے تو شریعت کی اجازت ہے تمہارے لئے جائز نہیں"۔ (فوائد الفواد ص ۵۳)

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں : کہ شیخ کبیرؒ نے انتقال کے وقت مجھے یاد فرمایا اور کہا : نظام الدین تو دہلی میں ہیں۔ پھر فرمایا : میں بھی اپنے شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا' ہانسی میں تھا۔ فوائد الفواد میں ہے کہ یہ تذکرہ کرتے وقت آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ تمام حاضرین کے دل متاثر ہوئے۔

## بیعت عام

دہلی میں حضرت محبوب الٰہیؒ نے بیعت عام کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ گنہ گار لوگ ان کے سامنے اپنے گناہوں کا اقبال کرتے اور ان سے توبہ کرتے اور وہ ان کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیتے۔ خواص و عوام مالدار و مفلس' امیر و فقیر' عالم و جاہل' شریف و رذیل' شہری و دیہقانی' غازی و مجاہد' آزاد و غلام' ان سب سے وہ توبہ کراتے اور ان کو طاقیہ اور مسواک صفائی کے لئے دیتے۔ ان لوگوں میں سے کثیر تعداد جو اپنے آپ کو حضرت کے مریدوں میں شمار کرتی تھی' بہت سے ان کاموں سے پرہیز کرنے لگی تھی جو کرنے کے لائق نہ تھے۔ حضرت کی خانقاہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کسی سے کوئی لغزش ہوتی' تو اس کی تجدید بیعت کرنا پڑتی اور

Marfat.com

حضرت از سر نو اس سے اقبال گناہ اور توبہ گناہ کراتے۔ حضرت سے مرید ہونے کی شرم لوگوں کو بہت سے گناہوں (منکرات) سے ظاہر اور مخفی طور پر باز رکھتی۔

(تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۱) از ضیاء الدین برنی۔

## عوام میں دینی ذوق

تاریخ فیروز شاہی کے مصنف مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں:

"حضرت کے اکثر مرید ایسے تھے جو مسجد میں یا گھروں پر نماز تراویح میں ختم (قرآن) کراتے اور ان لوگوں میں سے جو ان عبادات وغیرہ میں مستقیم الحال تھے' اکثر و بیشتر رمضان میں اور جمعہ اور مواسم (زمانہ حج) کی راتوں میں قیام کرتے تھے۔ صبح تک جاگتے اور پلک پر پلک نہیں مارتے تھے۔ ان بزرگوں میں بہت سے حضرات ایسے تھے' جو دو تہائی یا تین چوتھائی رات تمام سال قیام اللیل میں گزارتے اور بعض عبادت گزار تو عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت کے مریدوں میں سے چند کو تو میں جانتا ہوں' جو ان کی نظر کرم کی بدولت صاحب کشف و کرامات ہو گئے تھے۔ حضرت کے مبارک وجود' ان کے مبارک انفاس کی برکت اور ان کی مقبول دعاؤں کی وجہ سے اس علاقے کے اکثر مسلمان عبادات اور تصوف کی طرف مائل اور حضرت سے مرید ہونے کے خواہشمند ہو گئے تھے۔ کسی کی زبان پر شراب و شاہد' فسق و فجور' قمار بازی' فحش حرکات کا ذکر تک نہ آتا تھا۔ بڑے جرائم اور کبیرہ گناہ لوگوں کے نزدیک بمنزلہ کفر ہو گئے تھے' مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سود خوری اور احتکار کے مرتکب نہ ہوتے تھے اور خوف و ہراس کی وجہ سے دکانداروں میں جھوٹ' کم تولنا' مکاری و دغا' دھوکہ دہی اور نادانوں کا روپیہ مار لینا' سب قطعی طور پر ختم ہو گئے تھے۔ علم حاصل کرنے والے اور اشراف و اکابر جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' زیادہ تر سلوک کی کتابوں اور ان صحیفوں کا مطالعہ کرتے رہتے تھے جن میں طریقت کے احکام ہوتے تھے ... لوگ کتاب فروشوں سے زیادہ تر سلوک اور حقائق پر کتابوں کے متعلق دریافت کرتے رہتے تھے ... صوفیوں کی خریداری کی کثرت کی وجہ سے لوٹے اور چمڑے کی کشتیاں مہنگی ہو گئی تھیں"۔ (ص ۵۰۵)

Marfat.com

## امراء کی اصلاح

مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ:

"سلطانی امراء سے منسلک امراء' سلاح داروں' محرروں' سپاہیوں اور بادشاہ کے دوسرے ملازموں میں سے بہت سے لوگ جو حضرت کے مرید تھے' چاشت اور اشراق کی نماز ادا کرتے تھے اور ایام بیض اور عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے۔ دہلی میں کوئی محلہ ایسا نہ تھا جہاں پر مہینہ بیس روز کے بعد نیک لوگوں کی مجلس نہ ہوتی"۔

(تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۳)

## خانقاہ میں دینی گفتگو

حضرت کی خانقاہ میں دینی ذوق کا کیا حال تھا' یہ بھی مولانا ضیاء الدین برنی کی زبانی سنئے:

"آستانہ میں نئے آنے والے حضرت کے پرانے مریدوں سے دریافت کرتے کہ حضرت رات کے وقت کتنی رکعتیں پڑھتے ہیں اور ہر رات میں کیا پڑھتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک پر وہ کتنی مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ نیز شیخ فریدؒ اور شیخ بختیارؒ دن میں کتنی بار درود بھیجتے اور کتنی بار سورہ قل ھو اللہ پڑھتے تھے۔ حضرت کے نئے مرید ان کے قدیم مریدوں سے اسی قسم کے سوال کرتے اور روزوں' نفلوں اور کم کھانے کے متعلق معلوم کرتے رہتے تھے۔ اس نیک زمانے میں کثرت سے لوگ قرآن یاد کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ نئے مرید حضرت کے قدیم مریدوں کی صحبت میں رہتے اور قدیم مریدوں کو بندگی و عبادت' ترک و تجرید' سلوک کی کتابیں پڑھنے اور مشائخ اور بزرگوں کے حالات اور واقعات کا ذکر کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا"۔

(تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۳)

## مخالفوں سے حسن سلوک

فوائد الفواد میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی شخص نے حضرت محبوب الٰہیؒ سے کہا کہ آپ کے لئے بعض لوگ نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا سننا مشکل ہے' فرمایا: جو مجھ

Marfat.com

کو برا کہتے ہیں میں نے ان کو معاف کیا' مجھ کو برا کہنے والوں سے تکرار کرنے کی ضرورت نہیں"۔

مولانا ضیاء الدین سنامی اپنے وقت کے متشرع' متقی اور دیانتدار عالم تھے' انہوں نے احتساب پر ایک کتاب "نصب الاحتساب" بھی لکھی تھی' اسی بنا پر حضرت محبوب الٰہیؒ سے سماع پر احتساب کرتے رہے اور شد و مد سے ان کی مخالفت کی۔ لیکن جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت محبوب الٰہیؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا ضیاء الدین سنامی نے اپنی دستار حضرت محبوب الٰہیؒ کے قدموں میں بچھا دی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے اس کو اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا' جب وہ مولانا ضیاء الدین کے پاس پہنچے تو مولانا سنامی آنکھیں چار نہ کر سکے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ اٹھ کر باہر چلے گئے لیکن اسی وقت خبر ملی کہ مولانا کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ رونے لگے اور فرمایا کہ ایک حامی شریعت تھا وہ بھی نہ رہا۔

(اخبار الاخیاء صفحہ ۱۰۲)

## اتباع سنت کی تاکید

حضرت اتباع سنت کا اہتمام بلیغ رکھتے تھے اور اپنے اصحاب و متعلقین کو بھی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ سنن کے علاوہ تاکید تھی کہ مستحبات و آداب تک فوت نہ ہوں۔ سیر الاولیاء میں آپ کا ارشاد منقول ہے:

"استقامت می باید کہ بر متابعت رسول علیہ السلام والصلوٰۃ باشد۔ وہیچ مستحبے و آدابے فوت نہ شود"۔ (ص ۳۱۸)

## مزامیر سے نفرت

حضرت مزامیر سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے اور جب کبھی اس بارے میں کسی بے احتیاطی کی اطلاع ملتی تو نہایت ناراض ہوتے اور اس بارے میں کسی عذر کو قبول نہ فرماتے۔ سیر الاولیاء میں ہے:

"مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ ان دنوں بعض حاضر باش درویشوں نے ایک ایسی مجلس میں' جس میں چنگ و رباب اور مزامیر تھے' شرکت کی اور رقص کیا۔

فرمایا: اچھا نہیں کیا' جو خلاف شرع ہے' وہ ناپسندیدہ ہے۔ اس پر ایک شخص

Marfat.com

نے عرض کیا کہ یہ لوگ جب باہر آئے اور لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا' اس مجلس میں مزامیر تھے' آپ نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں چلا کہ مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے سن کر فرمایا: "یہ تو جواب کچھ نہیں' یہ بات تو ہر معصیت کے متعلق کہی جا سکتی ہے"۔ (صفحہ ۵۲۰)

ایک مرتبہ فرمایا:

جب عورت کو نماز میں امام کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے دستک دیتے وقت اس کی ممانعت ہے کہ ہتھیلی پر ہتھیلی ماری جائے کہ اس سے تالی کی آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ لہو ہے' جب لہو و لعب سے اتنا پرہیز آیا ہے تو سماع میں بطریق اولیٰ مزامیر کی ممانعت ہونی چاہیے"۔

(سیر الاولیاء ص ۵۲۲)

حضرت فرماتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے درد و ذوق عطا فرمایا ہے' اس کو بغیر مزامیر کے ایک ہی شعر سن کر رقت پیدا ہو جاتی ہے' لیکن جس کو عالم ذوق کی خبر نہیں' اس کے سامنے پڑھنے والے کتنے ہی پڑھیں اور کیسے ہی مزامیر کیوں نہ ہوں۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا' اس لئے کہ وہ اہل درد میں سے نہیں ہے۔ اس کا کام تعلق درد سے ہے نہ کہ مزامیر وغیرہ سے۔ (سیر الاولیاء ص ۵۲۳)

سیر الاولیاء میں ہے کہ عارفانہ اور عاشقانہ اشعار سنتے ہی آپ پر سخت رقت طاری ہوتی' لیکن اس طرح کہ لوگوں کو خبر نہ ہوتی' خدام رومال دیتے جاتے اور وہ آپ کے آنسوؤں سے تر ہوتے جاتے۔ یہ دیکھ کر لوگ سمجھتے کہ آپ پر گریہ طاری ہے۔ (صفحہ ۵۱۴)

فوائد الفواد میں ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا: سماع کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(۱) مسمع یعنی سنانے والا' لڑکا اور عورت نہ ہو۔
(۲) مسموع یعنی جو چیز سنی جائے وہ ہزلیات اور فواحش سے پاک ہو۔
(۳) مستمع یعنی جو سنے وہ صرف خدا کے لئے سنے۔
(۴) آلات سماع مثلاً چنگ و رباب اور دوسرے مزامیر نہ ہوں۔ (صفحہ ۲۴۶)

## استغناء

جود و سخا کے باوجود حضرت کے استغناء کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے

Marfat.com

کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرد آہ کھینچتے کہ یہ لوگ درویش کو غارت کرتے ہیں۔
ایک بار ایک عقیدت مند نے دو باغ کچھ زمین اور اسی قسم کا دوسرا ساز و سامان باضابطہ لکھ کر نذر کرنا چاہا، لیکن حضرت محبوب الٰہیؒ نے ان کو قبول نہیں کیا اور مسکرا کر فرمایا کہ اگر میں ان چیزوں کو قبول کر لوں تو لوگ مجھ کو یہی کہیں گے کہ شیخ اب باغ میں جاتا ہے اور اپنی زمین اور باغ کا تماشا دیکھتا ہے، یہ میرے لئے بالکل مناسب نہیں۔ پھر اشکبار ہو کر فرمایا:
"از خواجگان ماو مشائخان ما ہیچ کس ازیں قبول نہ کردہ است"۔
(فوائد الفواد ص ۹۹)

## محبت رسولؐ

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وصال سے چند روز پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔
وفات سے چالیس روز پہلے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے کبھی کچھ کھانے کے لئے اصرار کیا جاتا تو فرماتے:
کسیکہ مشتاق حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد، اوطعام دنیا چگونہ۔

## وصال

مرض الموت کی شدت ہوئی اور انہیں دوا پینے کے لئے کہا گیا تو فرمایا:
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست۔
وصال کے روز لنگر خانہ اور ان کی ملکیت میں جتنی چیزیں تھیں، غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیں تاکہ خداوند تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔ خادم خاص نے کچھ غلہ درویشوں کے لئے رکھ لیا تھا، اس کی خبر ہوئی تو ناخوش ہو کر فرمایا کہ اس کو بھی لٹا دو اور ہر توشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ نماز کا وقت آتا تو ایک ہی وقت کی نماز کئی بار پڑھتے۔ پھر بھی تسکین نہ ہوتی اور فرماتے:
مے رویم و مے رویم و مے رویم
وفات سے پہلے خلفاء کو مختلف تبرکات عطا فرمائے اور ان کو خاص خاص مقامات پر جانے

Marfat.com

کا حکم دیا۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغؒ کو بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا عطا فرمودہ مصلیٰ، خرقہ، تسبیح اور کاسہ چوبیں دے کر فرمایا:

"شما را در دہلی باید بود و جفائے مردم باید کشید"۔

اس کے بعد نماز فجر ادا کی اور تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ عین اس وقت جب آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ یہ آفتاب ابد کے پردوں میں مستور ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخ وفات روز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہے۔ مزار مبارک پر انوار دہلی میں ہے۔ روضہ مبارک کی عمارت سلطان محمد بن تغلق نے بنوائی۔

## خلفاء

حضرت محبوب الٰہیؒ کے خلفاء کی فہرست بڑی طویل ہے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت شیخ نصیر الدین محمود (دہلی)
(۲) حضرت میر خسرو (دہلی)
(۳) حضرت شیخ قطب الدین منور (ہانسی)
(۴) حضرت شیخ حسام الدین ملتانی (پاک پٹن)
(۵) حضرت شیخ برہان الدین غریب (دیوگری)
(۶) حضرت شیخ حسام الدین سوختہ (سانبھر)
(۷) شیخ اخی سراج (مالدہ، بنگال)
(۸) حضرت خواجہ شمس الدین دھاری (ظفر آباد)
(۹) حضرت شیخ منتخب الدین (خلد آباد)

حضرت خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں کہ چین میں بھی حضرت محبوب الٰہیؒ کے ایک خلیفہ تھے ان کا اسم گرامی خواجہ سالار ہن ین تھا، انہوں نے چین میں سلسلہ نظامیہ قائم کر کے اسلام کی تبلیغ کی۔

## مثل جنید و بایزید

تاریخ فیروز شاہی کے مصنف نے درست لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے شیخ نظام الدینؒ کو اس آخر زمانے میں جنیدؒ اور بایزید کی مثل پیدا کیا تھا اور اپنی ذات کے عشق سے جس کی کیفیت انسانی عقل میں نہیں آ سکتی، آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ شیخ ہونے

Marfat.com

کے کمالات کی ان پر مہر لگادی تھی اور ہدایت کے فن کو ان پر ختم کردیا تھا۔

زیں فن مطلب بلند نامی
کاں ختم شدہ است برنظامی

Marfat.com

Marfat.com

## چراغ دہلی

# حضرت خواجہ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

آٹھویں صدی ہجری اپنا نصف مکمل کر چکی ہے۔ دہلی کے تخت پر سلطان فیروز شاہ تغلق متمکن ہے۔ دہلی میں ایک بزرگ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اپنے حجرۂ خاص میں عبادت میں مشغول ہیں۔ اچانک تراب نامی ایک قلندر ان کے حجرہ میں داخل ہوتا ہے اور ان پر چھری سے پے در پے گیارہ وار کرتا ہے۔ بزرگ کے استغراق میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جب خون بہتا ہوا حجرے کے باہر آتا ہے تو مریدین گھبرا کر حجرے میں داخل ہوتے ہیں۔ قلندر کو چھری سمیت پکڑ لیتے ہیں۔ سزا دینے ہی لگتے ہیں کہ بزرگ نحیف آواز میں کہتے ہیں:

"تمہیں قسم ہے، اسے کچھ نہ کہو"۔

یہ کہہ کر بزرگ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آتے ہیں تو قلندر سے معذرت کے انداز میں کہتے ہیں: "بھائی چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو گی، خدا کے لئے مجھے معاف کر دینا"۔ پھر اپنے مریدین خاص شیخ عبدالمقتدر تھانیسری شیخ صدر الدین خطیب اور شیخ زین الدین علی کو حکم دیتے ہیں کہ قلندر کو بیس اشرفیاں دے کر احترام سے رخصت کر دیا جائے۔ صبر و فقر اور تسلیم و رضا کے یہ پیکر حضرت خواجہ سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی تھے، جو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے جانشین اور خلیفہ اعظم تھے۔

حضرت کا اسم گرامی محمود تھا۔ نصیر الدین اور چراغ دہلی القاب تھے۔ آپ کے دادا شیخ عبداللطیف یزدی خراسان سے لاہور آئے یہیں آپ کے والد ماجد شیخ یحییٰ پیدا ہوئے۔ جب وہ جوان ہوئے تو اودھ منتقل ہو گئے۔ اور پشمینہ کی تجارت شروع کی۔ یہاں آپ کی تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہوا اور آپ کا شمار رؤسا میں ہونے لگا۔

Marfat.com

حضرت نصیر الدین محمود کی ولادت باسعادت ۶۷۵ھ میں اودھ میں ہوئی۔ خزینتہ الاصفیاء میں ہے کہ آپ نسباً" سادات حسنی میں سے تھے۔

## تعلیم و تربیت

حضرت نو سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ وہ خود انتہائی نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ ان کے فیض اثر سے حضرت بچپن ہی سے نماز باجماعت کے عادی ہو گئے۔

خیر المجالس میں ہے کہ آپ نے فقہ کی مشہور کتاب بزدوی قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھی۔ سیر العارفین کے مطابق آپ نے ابتدا میں ہدایہ مولانا عبدالکریم شیروانی سے پڑھی اور ان کی وفات کے بعد مولانا افتخار الدین محمد گیلانی سے جمیع علوم کی تحصیل کی۔

## شوق ریاضت

پچیس سال کی عمر میں آپ نے ترک و تجرید کی راہ اختیار فرمائی۔ ایک درویش کے ساتھ آٹھ سال تک جنگل و بیابان میں گھومتے رہے۔ اس صحرانوردی میں بھی نماز باجماعت کے پابند رہے۔ اکثر روزہ رکھتے اور سنبھالو کے پتوں سے افطار کرتے۔

## حضرت محبوب الٰہی کے قدموں میں

عمر مبارک ۴۳ سال تھی کہ بیعت کی غرض سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ عرش پایگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت خانقاہ کے بجائے بالا خانہ پر تھے، یہ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ حضرت محبوب الٰہی بالا خانہ سے اترے تو ان پر نظر پڑی۔ قریب بلا کر پوچھا: "کیسے آئے ہو؟" عرض کیا: جوتیاں سیدھی کرنے آیا ہوں۔ حضرت محبوب الٰہی اس جواب سے مسرور ہوئے اور ان کی درخواست پر بیعت کر لیا۔ پھر فرمایا:

"جب میں اجودھن میں اپنے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا، تو ایک دفعہ میرے ایک ہم سبق نے میرے پھٹے کپڑے دیکھ کر افسوس کیا اور کہا: تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ تم عالم ہو، اگر شہر میں لڑکوں ہی کو پڑھا دیا کرو تو فارغ البالی سے زندگی گزار سکتے ہو۔ میں نے اپنے ہم سبق کو کوئی جواب نہ دیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھ

Marfat.com

کر فرمایا: بابا نظام! اگر تمہارا کوئی دوست تمہارا یہ حال دیکھ کر کہے کہ تم نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے تم لڑکوں کو پڑھا کر فارغ البالی حاصل کر سکتے ہو۔ تو اس کا کیا جواب دو گے؟"

میں نے عرض کیا: "جو ارشاد عالی ہو"۔

فرمایا: "جواب میں یہ شعر پڑھ دینا۔

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیرو برد
ترا سعاد تے بادا مرانگوں ساری

پھر ایک خوان طلب کیا اور مجھ سے فرمایا: یہ اپنے دوست کے پاس لے جاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ میرے دوست نے مجھے دیکھتے ہی کہا: تمہیں یہ صحبت اور حالت مبارک ہو۔

حضرت نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی سے یہ واقعہ سنتے ہی میرے سینے میں عشق الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور مرشد کی محبت دل میں پیوست ہو گئی۔ میں شب و روز مرشد کی خدمت میں رہنے لگا۔ خانقاہ کے تمام درویش مجھ سے محبت کرتے تھے اور مجھے نصیر الدین محمود گنج کہہ کر پکارتے تھے۔

## مرشد سے لباس خاص کی عطا

انہی دنوں حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں حضرت شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے ایک مرید خواجہ محمد گاذرونی آکر مقیم ہوئے۔ وہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو جماعت خانہ میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔ واپس آئے تو کپڑے غائب تھے۔ وہ شور و غوغا کرنے لگے۔ حضرت نصیر الدین محمود جو خانقاہ میں مشغول عبادت تھے۔ شور سن کر بھاگے آئے اور اس خیال سے کہ شور و شغب سے مرشد کی عبادت میں خلل نہ آئے' فورا اپنے کپڑے اتار کر خواجہ محمد گاذرونی کو دے دیئے۔

حضرت محبوب الٰہی نور باطن سے یہ واقعہ جان گئے' اگلے روز ظہر کے بعد انہوں نے حضرت نصیر الدین محمود کو بالا خانہ پر طلب فرمایا اور اپنا خاص لباس ان کو پہنایا پھر دیر تک ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

سیر العارفین میں ہے کہ کچھ روز مرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے لیکن یہاں عوام کے ہجوم کی وجہ سے یاد الٰہی کا زیادہ موقع نہ ملتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امیر خسروؒ کی وساطت سے مرشد کی خدمت میں درخواست کی کہ

Marfat.com

"مجھے جنگل میں جا کر عبادت کرنے کی اجازت دی جائے"۔

حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا:

"اورا بہ ترا درمیان خلق می باید بودو
جفا وقضائے خلق می باید کشید و مکافات
آں ببذل و ایثار و عطامی یابد کرو۔

یعنی ان سے کہہ دو تمہیں خلق میں رہنا چاہیے اور لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کرنے چاہئیں اور جواب میں بذل و ایثار اور سخاوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

پھر فرمایا: ہر شخص کا کام الگ الگ ہے۔ اس لئے میں کسی سے تو یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے لب کو بند رکھے اور اپنے دروازے کو بھی۔ اور کسی کو یہ کہتا ہوں کہ وہ خلق خدا کے درمیان رہے اور ان کی جفاؤں کو برداشت کرتے ہوئے حسن سلوک سے پیش آئے۔ یہی انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کا مقام ہے۔

حضرت نصیر الدین محمود کو مرشد کا یہ حکم ملا تو انہوں نے جنگل میں عبادت کرنے کا خیال یکسر ترک کر دیا۔

## دہلی میں مستقل قیام

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد حضرت نصیر الدین محمود مستقل طور پر دہلی تشریف لے آئے اور مرشد کے حجرۂ خاص میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہ حجرہ جماعت خانہ میں تھا۔ یہاں آپ نے فقر و صبر اور سلیم و رضا کی تمام درویشانہ صفات کی تکمیل فرمائی۔

## مرشد کی جانشینی

حضرت محبوب الٰہی نے جب آپ میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ کمال پائیں، جو جانشینی کے لئے نہایت ضروری ہوتی ہیں تو انہوں نے آپ کو دہلی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

وصال سے پہلے مرشد نے حضرت خواجہ نصیر الدین کو وہ خرقہ، عصا، کاسہ اور نعلین عطا فرمائے، جو انہیں خواجگان سے عطا ہوئے تھے۔

## چراغ دہلی

رفتہ رفتہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کے رشد و ہدایت کی شہرت عرب و عجم میں

Marfat.com

پھیل گئی۔ ان دنوں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری مکہ معظمہ میں شیخ امام عبداللہ یافعی سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک روز شیخ مکہ نے مخدوم جلال الدین سے فرمایا: اگرچہ شہر دہلی کے بڑے بڑے مشائخ اٹھ گئے۔ لیکن ان کی برکت کا اثر شیخ نصیر الدین محمود میں موجود ہے۔ اس وقت ان کی ذات بابرکات بہت غنیمت ہے۔ وہ چراغ دہلی ہیں اور مشائخ کی یادوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔

حضرت سید جلال الدین بخاری نے شیخ مکہ کی یہ بات سنی تو ان کے دل میں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ سے دہلی آئے اور حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کی قدم بوسی کرکے شیخ مکہ کے الفاظ دہرائے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کا لقب چراغ دہلی مشہور ہو گیا۔

## شاہی ملازموں کی اصلاح

حضرت شاہی ملازمت کو پسند نہ کرتے تھے اور نہ از خود شاہی ملازموں سے رابطہ پسند فرماتے تھے ان کے نزدیک شاہی ملازمت روحانیت کی راہ میں ایک سنگ گراں تھی۔ تاہم وہ جس شاہی ملازم میں سچی طلب محسوس فرماتے اس کی اخلاقی اور روحانی حالت سنوارنے کی پوری کوشش کرتے۔

ایک روز ایک سید مرید ہونے کی غرض سے آیا۔ جو شاہی اہل قلم کے زمرہ میں شامل تھا۔ حضرت نے مرید کرکے فرمایا: نماز با جماعت پڑھا کرو۔ جمعہ کی نماز فوت نہ ہو۔ ایام بیض کے روزے قضا نہ کرو۔ کیونکہ جو شخص ایام بیض کے روزے رکھتا ہے' اس کی روزی بڑھتی ہے۔

پھر فرمایا: میرے سب مریدوں کو میری یہ وصیت ہے کہ جس کام سے اللہ اور رسول نے منع فرمایا ہے وہ ہرگز نہ کریں۔

پھر شاہی ملازم کو مخاطب کرکے فرمایا: دنیا کی دولت بے ثبات ہے۔ یاد رکھو' تمہارے پائیگاہ کے گھوڑے' تمہارے ملازم' تمہارے درم و دینار' یہ سب چیزیں ایک روز تم سے چھوٹ جائیں گی۔ ان چھوٹ جانے والی چیزوں کا اندیشہ کیوں؟ فکر اس چیز کی کرو' جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ غور کرو' ہمارے سامنے کتنے تھے اور کتنے چلے گئے۔ ایک روز ہمیں بھی کوچ کرنا ہے۔

پھر اس شاہی ملازم سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ جواب دیا: قرآن مجید پڑھاتا ہوں۔ شاہی

Marfat.com

ملازم کے ایک ساتھی نے کہا:

"حضرت یہ حافظ ہیں اور ان کے والد بھی حافظ اور صالح بزرگ تھے"۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: اگر کوئی شخص گھر پر یا راستہ میں جہاں بھی موقع پائے قرآن مجید پڑھتا رہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے تو شاہی ملازمت اس کے لئے حجاب نہیں۔ وہ بلا شبہ صوفی ہے۔ پھر حضرت شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھا ؎

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطان بہ بند صوفی باش

ایک دفعہ ایک لشکری خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا: "اگر طلب دنیا میں نیت اچھی ہو تو وہ فی الحقیقت طلب آخرت ہے۔

## سلطان محمد تغلق کی ایذا رسانی

سلطان محمد تغلق حضرت سے سخت مخالفت رکھتا تھا وہ چاہتا تھا کہ حضرت شاہی ملازمت قبول کر لیں۔ جب حضرت نے ہر طرح انکار کیا تو اس نے ایذا رسانی پر کمر باندھ لی۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کے پیر بھائی خواجہ سید مبارک خود اپنی تصنیف سیر الاولیاء میں حضرت اور سلطان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سلطان محمد تغلق نے شیخ نصیر الدین محمود کو، جن کو تمام عالم بالاتفاق شیخ عصر تسلیم کرتا تھا اور جن کے بے شمار مرید تھے، سخت ایذائیں پہنچائیں لیکن شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے خواجگان کے اتباع میں تمام سختیوں کو برداشت کیا اور کبھی بدلہ لینے کی کوشش نہ کی۔

سید محمد گیسودراز نے ایک بار اپنی مجلس میں حضرت نصیر الدین محمود پر سلطان محمد تغلق کی ایذا رسانیوں کا ذکر کرنا چاہا، لیکن ان کے دل کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ بیان نہ کر سکے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

سلطان محمد تغلق حضرت شیخ کو زبردستی اپنے ساتھ سفر پر لے جاتا تھا۔ ایک بار اس نے شیخ کو تکلیف پہنچانے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ان کے سامنے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا رکھ دیا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کھانا کھالیں گے تو شریعت کے خلاف عمل کرنے پر ان سے جواب طلبی کرے گا اور اگر کھانے سے انکار کریں گے تو حکم عدولی پر سخت سزا

Marfat.com

دیے گا۔ شیخ نے برتنوں سے سالن نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا اور پھر کھایا۔ اس سے سلطان کو بڑی نا امیدی ہوئی۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کو سلطان کی طرف سے جو تکالیف پہنچائی جاتی تھیں وہ معمولی نہ تھیں۔ اس سے ان کے متعلقین اور معتقدین کو سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ حضرت شیخ برہان الدین غریب کو دیوگیر میں جب ان ایذا رسانیوں کا حال معلوم ہوا تو بہت روئے اور فرمایا: کیا کروں، حضرت مولانا محمود خود علیم و کریم ہیں۔ وہ چاہیں، تو زمین سلطان اور اس کے پورے لاؤ لشکر اس طرح نگل لے کہ ڈکار تک نہ لے۔

حضرت کے متعلقین جب سلطان کا ظلم و ستم دیکھتے تو عرض کرتے کہ سلطان کے لئے بددعا کریں، مگر آپ ارشاد فرماتے:

"بدعا کرنے سے خود تکلیف اٹھانا آسان ہے"۔

سلطان محمد تغلق اپنی عمر کے آخری دور میں ٹھٹھہ کی مہم پر گیا، جو دہلی سے ہزار کردہ پر واقع ہے۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کو طلب کیا۔ حضرت بادل نا خواستہ علماء مشائخ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ چند ہی روز بعد ٹھٹھہ میں سلطان محمد تغلق نے وفات پائی اور سلطان فیروز شاہ تغلق بادشاہ بنا۔ حضرت کا دل اس کی ایذا رسانیوں سے پہلے ہی دکھا ہوا تھا۔ فیروز شاہ تغلق بادشاہ بنا تو آپ نے اسے پیغام بھجوایا: وعدہ کرو کہ خلق خدا کے ساتھ عدل و انصاف کرو گے۔ یاد رکھو! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں ان بیکس بندوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے کوئی دوسرا فرمانروا طلب کروں گا۔

سلطان اس پیغام سے لرز گیا اور جواب بھیجا کہ میں خدا کے بندوں سے ہمیشہ حلم و بردباری سے پیش آؤں گا اور ان پر انصاف اور محبت سے حکومت کروں گا۔

حضرت نے یہ جواب سنا تو فرمایا: اگر تم خلق کے ساتھ خلق سے پیش آؤ گے تو میں تمہارے لئے چالیس سال کی حکمرانی کی دعا کروں گا۔ آخر یہی ہوا۔ سلطان فیروز نے چالیس سال نہایت عدل و انصاف سے حکومت کی۔

## خانجہاں کی دینداری

خانجہاں جو سلطان فیروز شاہ تغلق کا انتہائی لائق اور ذہین وزیر تھا۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کا مرید تھا۔ جب وہ حلقہ ارادت میں داخل ہوا، تو مرشد سے اپنے لئے عبادت و ریاضت کی تفصیل پوچھی۔ حضرت نے فرمایا: تم وزیر مملکت ہو، تمہاری عبادت اور ریاضت

Marfat.com

یہی ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت براری میں انتہائی کوشش کرو۔ خانجہاں نے مزید اوراد و وظائف کے لئے اصرار کیا تو فرمایا۔ ہمیشہ باوضو رہو۔

تاریخ فیروز شاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ خانجہاں حضرت کی ہدایت پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ حاجتمندوں کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتا۔ ہمیشہ باوضو رہتا۔ اگر دربار میں مسند وزارت پر اس کو وضو کی حاجت ہو جاتی' تو فوراً اٹھ کر وضو کر لیتا۔ رات کو جب اپنے بستر عریر پر سونے کے لئے جاتا تو پلنگ کے پاس ایک آفتابہ اور ایک طشت رکھوا لیتا اور جب آنکھ کھلتی فوراً پلنگ سے اتر کر وضو کر لیتا۔

تاریخ فیروز شاہی میں ہے کہ وفات کے بعد وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مزار پرانوار کے قریب دفن ہوا۔ تمام خلقت خدا نے اس کے لئے ماتم کیا۔ یہاں تک کہ ہر شخص تعزیت کے لئے مسجدوں اور مقبروں میں جا بیٹھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خانجہاں کی خدا ترسی اور عدل پروری کی جلاء حضرت چراغ دہلی ہی کی صحبت میں ہوئی۔

## تلقین و ہدایت

آپ کی خانقاہ میں اصلاح نفس اور روحانی استفادہ کے لئے ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہوتے اور حسب صلاحیت فیض حاصل کرتے۔

ایک دفعہ ایک عالم دین بیعت کے لئے آئے جو ہدایہ' بزدوی اور کشاف وغیرہ کتابیں پڑھ چکے تھے۔ بیعت کے وقت حضرت نے ارشاد فرمایا: جب کوئی طریقت میں داخل ہو' تو اس کو چاہیے کہ اپنی آستین چھوٹی کرے۔ دامن اونچا رکھے اور سر منڈوائے۔ آستین چھوٹی کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے تاکہ اس کو مخلوق کے سامنے نہ پھیلائے۔ دامن اونچا کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنا پاؤں قطع کر لیا ہے' تاکہ کسی ایسی جگہ نہ جا سکے جو بری ہو اور جہاں معصیت ہوتی ہو۔ سر منڈانے کے معنی ہیں کہ راہ حق میں اس نے اپنا سر کاٹ لیا ہے اور اب اس سے کوئی بات خلاف شرع ظہور میں نہ آئے گی۔

ایک دفعہ ایک بزرگ بیعت کے لئے آئے جو نسباً" سید تھے اور جوہری بازار کے داروغہ تھے۔ حضرت نے اپنی کلاہ منگوا کر پہنی اور دست مبارک بیعت کے لئے بڑھایا۔ اقرار لیا اور دوگانہ نماز پڑھوائی۔ نماز کے بعد انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ہر بات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنی چاہیے اور تمہارے لئے یہ بات اور بھی ضروری ہے کہ

Marfat.com

آل رسولؐ ہو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت دو چیزوں میں ہے' جو کچھ خدا اور رسولؐ نے کہا' اس کو کرنا اور جس سے خدا اور رسولؐ نے منع کیا ہے اس سے بچنا۔ پھر فرمایا: خرید و فروخت میں ہرگز جھوٹ بات زبان پر نہ آنی چاہیے۔ مثلاً ایک چیز پانچ درم میں خریدی ہے۔ جب کسی خریدار کو اس کے لینے پر آمادہ دیکھے تو یہ نہ کہے کہ میں نے چھ درم میں لی ہے' ساتٹ درم میں بیچوں گا۔ اس سے کچھ برکت نہیں ہوتی بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہے کہ پانچ درم ایک دانگ میں دوں گا' تو اس ایک دانگ منافع میں بڑی برکت ہو گی اور اس کا مال اس طرح بڑھے گا کہ خود اس کو خبر نہ ہو گی کہ کہاں سے بڑھا۔

ایک مرتبہ ایک مالدار خاتون مرید ہونے آئیں اور ایک شخص کے ذریعے مرید ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے پانی کا ایک کوزہ منگوایا۔ اس کو سامنے رکھا اور کچھ پڑھا۔ پھر اس میں انگشت شہادت ڈبوئی اور اس شخص کو کوزہ دے کر فرمایا: اسے خاتون کے پاس لے جاؤ' ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنی شہادت کی انگلی پانی میں ڈال کر کہیں کہ میں فلاں کی مرید ہوئی۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ وہ باقاعدگی سے نماز پڑھتی رہیں۔ ایام بیض کے روزے رکھیں۔ لونڈی غلام کو نہ ستائیں' مار پیٹ نہ کریں اور ہر ایک سے اخلاق سے پیش آئیں۔

ایک کاشت کار کو نصیحت کی کہ تخم ریزی کے وقت دل شاکر اور زبان ذاکر ہونی چاہیے۔

ایک مرتبہ شاہ پور سے ایک بزرگ آئے آپ نے ان کا حال پوچھا تو وہ بولے: قناعت و توکل کی زندگی گزارتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: درویش کو چاہیے کہ اگر اس پر فاقہ گزرے تو بھی اپنی حاجت غیر سے بیان نہ کرے۔

ایک دفعہ حجاز مقدس سے ایک عرب نوجوان آیا۔ اس نے ایک کنگھی آپ کی خدمت میں نذر کی۔ حضرت نے دست مبارک سے شانہ دان اٹھایا اور اس میں سے پرانی کنگھی نکال کر نئی رکھی۔ جب کنگھی رکھ چکے تو حاضرین سے پوچھا کہ کنگھی پہلے کس طرف سے رکھی' پھر خود ہی ارشاد فرمایا: دندانوں کی طرف سے پہلے رکھنا چاہیے کیونکہ وہ بالوں کی تفریق کا باعث بنتے ہیں۔ جو چیز باعث تفریق ہو اس کو دور رکھنا مناسب ہے۔

حضرت اپنی مجلسوں میں زیادہ قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی تعلیمات پر گفتگو فرماتے تھے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ لوگوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر عمل نہیں کرتے' اسی لئے خراب حال و پریشان ہیں۔ ان جملوں کا بار بار اعادہ کیا۔ پھر فرمایا: حضرت

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول صادر ہوا وہ سزاوار متابعت ہے۔ فرمایا: ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے یعنی جو خدا اور رسولؐ نے فرمایا' اس کی متابعت کرے اور جس سے منع کیا ہے' اس کو ترک کر دے۔ پھر یہ آیہ شریفہ پڑھی: **وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھو۔**

آپ نے مرید کو ہدایت کی تھی کہ تارک نماز کی تعظیم نہ کریں۔ وہ سلام کریں تو جواب میں علیک نہ کہیں تاکہ وہ شرمائیں اور نماز کی پابندی کریں۔ نماز باجماعت کی آپ سختی سے تاکید فرماتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ نماز کے وقت اعضاء کا قبلہ کعبہ شریف ہوتا ہے۔ اگر اعضاء اس طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح دل کا کعبہ ذات پاک حق تعالیٰ ہے۔ اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو پھر یہ کیسی نماز ہو گی۔

حضرت نفس کی اصلاح و تربیت پر بہت زور دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ محافظت نفس کے لئے مخالفت نفس ضروری ہے۔ اکثر یہ شعر پڑھتے۔

صحت نفس و قوت یک روزہ
بہتر از تاج و تخت فیروزہ

## سماع

حضرت ہمیشہ مزامیر کے بغیر سماع سنتے تھے۔ ایک روز ان کے بعض پیر بھائیوں نے مجلس سماع منعقد کی۔ قوالوں نے دف کے ساتھ گانا شروع کیا تو حضرت فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے بیٹھنے کے لئے اصرار کیا تو فرمایا: "یہ خلاف سنت ہے"۔ بعد میں کسی نے حضرت محبوب الٰہی کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا: وہ سچ کہتے ہیں اور حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔

ایک بار کسی نے ان سے مجلس سماع میں مزامیر' دف' رباب اور رقص کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: مزامیر بالا جماع مباح نہیں ہیں۔ اگر کوئی طریقت سے گرے تو کم از کم شریعت میں رہے اور اگر شریعت کا بھی نہ ہو گا' تو پھر کہاں کا رہے گا اور نجات کی کیا صورت ہو گی۔ اول تو سماع ہی میں علماء کا اختلاف ہے' اگر کچھ شرائط کے ساتھ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن مزامیر تو بالاتفاق حرام ہیں۔

Marfat.com

سماع کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ: داروئے درد منداں است۔ فرمایا کرتے تھے کہ سماع میں ذوق درد دل سے ہوتا ہے، مزامیر سے نہیں۔

۱۸۔ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ھ کو ۸۲ برس کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ وصال سے پہلے مولانا زین الدین علی نے عرض کی کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیں تاکہ سلسلہ جاری رہے۔ فرمایا: ان درویشوں کے نام لکھ لاؤ جن کو تم اس لائق سمجھتے ہو۔ کچھ دیر بعد انہوں نے درویشوں کی ایک فہرست آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے نام دیکھ کر فرمایا: یہ لوگ دوسروں کا بار نہ اٹھا سکیں گے۔ اس کے بعد وصیت فرمائی کہ خواجگان کے تمام تبرکات میرے ساتھ دفن کر دیئے جائیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمتہ علیہ نے غسل دیا اور جس پلنگ پر غسل دیا تھا، اس کی ڈوریاں نکال کر اپنی گردن میں ڈال لیں اور فرمایا: میرے لئے یہی خرقہ ہے اور یہی کافی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

شیخ المشائخ

# حضرت خواجہ کمال الدین علامہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خواہر زادہ تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عبدالرحمٰن تھا۔ سلسلہ نسب حضرت سیدنا فاروق اعظم سے ملتا ہے۔

علم حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول میں یگانہ روزگار تھے۔ اس لئے علامہ آپ کا خطاب تھا۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مولانا احمد تھانیسری، مولانا عالم سنگریزہ ملتان اور مولانا عالم پانی پتی جیسے بزرگ شامل ہیں۔

شرف بیعت حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے حاصل تھا، خلافت حضرت چراغ دہلیؒ نے عطا فرمائی۔

حصول خرقہ خلافت کے بعد احمد آباد گجرات چلے گئے، جہاں آپ کو قبول عظیم حاصل ہوا اور بے شمار خلقت حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔

آخر عمر میں دہلی تشریف نہ آئے۔ آپ کا وصال ۲۷ ذیلقعد ۷۶۲ھ کو ہوا۔ مزار مبارک حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے روضہ اقدس کے قریب ہے۔

Marfat.com

سراج السالکین

# حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ چار سال کی عمر میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید تھے۔

علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا یہ شعر بہت مشہور ہے ؎

بار دیگر ہم ہمی گوید سراج
قبلہ مانیست الاروئے دوست

فخر الاولیاء میں ہے کہ آپ حضرت چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ تھے اور والد بزرگوار حضرت خواجہ کمال الدین علامہ سے بھی آپ کو خلافت ملی تھی۔

آپ کا وصال پنجشنبہ یکم جمادی الاول ۸۱۷ھ بوقت عشاء ہوا۔ مزار مبارک قلعہ پیراں پٹن نہروالا میں محلہ برکات پورہ میں زیارت گاہ مخلوق ہے۔

Marfat.com

قطبُ العالم

# حضرت خواجہ عِلمُ الدین عِلمُ الحق رحمۃ اللہ علیہ

سراج السالکین حضرت خواجہ سراج الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ والد محترم کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہی سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ارادت و اجازت حاصل تھی۔

نہایت درجہ مرتاض، متبع سنت اور صاحب کشف و کرامت تھے۔ جو زبان مبارک سے ارشاد فرماتے، وہی ہوتا۔ سماع سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔

آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ مجد الدین رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ قطب العالم حضرت خواجہ علم الدین مادر زادولی تھے۔ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ (مراۃ السالکین)

چہار شنبہ ۶ر صفر ۹۰۱ھ کو وصال فرمایا۔ پیران پٹن (احمد آباد گجرات) میں اپنے والد ماجد کے روضہ شریف کے اندر مدفون ہیں۔

آنجناب کے بے شمار مرید و خلفاء تھے لیکن سلسلہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمود راجن سے جاری ہوا۔

Marfat.com

## حبیبِ معبود

# حضرت خواجہ محمود عرف راجن رحمۃ اللہ علیہ

اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ علم الدین علم الحق اللہ علیہ سے خرقہ فقر وارادت حاصل کیا' اور ان کے وصال کے بعد جانشین ہوئے۔

ریاضت و کرامت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ اور شطاریہ میں حضرت شیخ قاذن رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی۔ نیز ایک خرقہ خلافت چشتیہ شیخ ابی الفتح مرید و خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز رحمتہ اللہ علیہ سے بھی حاصل تھا۔

آپ کا وصال جمعہ ۲۲ صفر ۹۳۲ھ میں ہوا مزار مبارک پیران پٹن میں ہے۔

آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد بے شمار ہے لیکن سلسلہ فرزند ارجمند حضرت خواجہ جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ سے جاری ہوا۔

Marfat.com

# حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمود راجن رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی انہی سے حاصل کیے۔ مراۃ السا لکین میں ہے کہ آپ صاحب معرفت، اہل شریعت اور عالم متبحر تھے۔ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت شیخ احمد کھٹو رحمتہ اللہ علیہ نے بھی، آپ کو خاندان مغربیہ کی خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔

سماع کا بڑا ذوق تھا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کی ایک غزل کا یہ مقطع بہت مشہور ہے ؎

چوں از وجود خویش بکلی عدم شدم
دیدم جمال قدس بہر ذات و ہر صفات

۹ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں کفار چاپا نیر نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

شہید خنجر تسلیم عمر جاوداں دارد

سے مادہ تاریخ برآمد ہوتا ہے۔ مزار شریف احمد آباد گجرات کے محلہ شاہ پور میں دریائے سانبر کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے۔

Marfat.com

قدوۃ الاولیاء

# حضرت خواجہ ابوصالح حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ

۹۲۳ھ میں احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ احمد عرف میاں جیو تھا۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ مراۃ السالکین میں ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے اور آپ نے اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں شہرت عظمیٰ حاصل کرلی تھی۔

بارہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ جمال الدین جمن کے مرید ہوئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کرکے ان کے خلیفہ بنے۔

آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد کی طرف سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں مختلف بزرگان سلاسل سے قادریہ' گازرونیہ' نور بخشیہ' ہمدانیہ' فردوسیہ اور کبرویہ وغیرہ سلسلوں میں بھی خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔

علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) تفسیر محمد (۲) تقسیم الاوراد (۳) رسالہ چار برادران (۴) حاشیہ تفسیر بیضاوی۔ (۵) حاشیہ قوت القلوب (۶) حاشیہ بر شرح مطالعہ (۷) حاشیہ نزہت الارواح

آپ نے ۵۹ برس کی عمر میں اکتالیس سال مسند ارشاد پر فائز رہنے کے بعد ۲۸ر ذیقعد ۹۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ مزار پرانوار احمد آباد گجرات کے محلّہ شاہ پور میں ہے۔

آپ کا سلسلہ آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سے جاری ہوا۔

Marfat.com

# قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین محمّد حامد رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی شمس الدین اور لقب محمد ہے۔ ۹۵۶ھ کو احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد حضرت خواجہ حسن محمد رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ فقر و ارادت حاصل کیا اور ان کے وصال کے بعد سجادہ نشیں ہوئے۔

والد ماجد سے قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں میں بھی خلافت ملی تھی۔ نیز حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے فیض روحی حاصل تھا۔

سماع و وجد کا بڑا ذوق تھا۔ آپ نے کئی کتب تصنیف فرمائیں، جن میں مجالس حسینیہ بہت مشہور ہے۔

آپ کے چار صاجزادے (شیخ عزیز اللہ، شیخ سراج الدین، شیخ حسن محمد، شیخ محمود) تھے لیکن سلسلہ خاندان چشتیہ نظامیہ آپ کے پوتے حضرت خواجہ یحییٰ مدنی سے جاری ہوا۔

۲۹ر ربیع الاول ۱۰۴۰ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ مزار مقدس احمد آباد گجرات میں حضرت خواجہ حسن محمد رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ انور کے قریب ہے۔

Marfat.com

امام الاتقیاء

# حضرت خواجہ ابو یوسف محی الدین یحیٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی محی الدین، لقب یحیٰ مدنی اور کنیت ابو یوسف ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمود بن حسن تھا۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۰ر رمضان المبارک بروز پنجشنبہ ۱۰۱۰ھ کو احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر لیا۔ تکمیل علوم کے بعد اپنے دادا حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ فقر و ارادت حاصل کیا اور ان کے وصال کے بعد سجادۂ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

اورنگ زیب جب گجرات کی صوبہ داری پر معمور تھا تو اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی استدعا کی۔ حضرت خواجہ نے معذرت چاہی لیکن پھر بھی اورنگ زیب خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے لئے دعائے خیر کروائی۔ حضرت نے فرمایا: تم تخت پر متمکن ہو گے اور تم سے دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تقویت پہنچے گی۔

حضرت کو سماع کا بڑا ذوق تھا۔ مرزا باقر محتسب نے جب اعتراض کیا تو حضرت نے اورنگ زیب کو یہ مختصر خط لکھا: از جانب شیخ یحیٰ سلام برسد از انجاکہ سماع قوت صالحانست منع کردن راہم وجہے ندارد۔ والسلام

اورنگ زیب نے مکتوب ملتے ہی حضرت کو معذرت کا خط لکھا اور محتسب کو سخت تنبیہہ کی۔

آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اشارے پر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اس لئے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔

نہایت درجہ صاحب ریاضت و کرامت تھے۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کے بیشمار خلفاء تھے، لیکن سلسلہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی سے جاری ہوا۔

چودہ سال مدینہ منورہ میں رہنے کے بعد ۹۰ برس کی عمر میں ۲۸ر صفر ۱۱۰۱ھ میں وصال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبہ مبارک میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

بحرِ شریعت و طریقت

# حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ

والد ماجد کا اسم گرامی نور اللہ بن شیخ احمد تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے اسلاف کا پیشہ معماری تھا۔ تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی اور محل نواب آصف خاں لاہور آپ ہی کے بزرگوں کے تعمیری شاہکار ہیں۔

حضرت شاہ صاحب ۲۴ر جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابو الرضا الہندی (حضرت شاہ ولی اللہ کے تایا) سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

تکمیل علوم کے بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ آپ یک لخت مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ حافظ محمد جمال ملتانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کو ایک ہندو لڑکے سے گرویدگی پیدا ہو گئی اور عشق اس درجہ تک پہنچ گیا کہ ایک لمحہ بھی اس کے بغیر چین نہ پڑتا تھا۔ اس زمانے میں دہلی میں ایک مجذوب تھے۔ جن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ صرف اس شخص کی نذر قبول کرتے ہیں جس کا کام ہونا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کچھ شیرنی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے یہ نذر قبول کر لی۔ اگلے روز شاہ صاحب اس لڑکے کے پاس گئے تو وہ نہایت محبت سے پیش آیا۔ شاہ صاحب کافی دیر تک اس لڑکے کے پاس بیٹھے رہے۔ لیکن جب اٹھے تو یہ حال تھا کہ ہندو لڑکے کی طرف سے طبیعت بھر چکی تھی۔ اب شاہ صاحب کی طبیعت اس مجذوب کی طرف راغب تھی۔ ہر وقت انہی کا خیال اور انہی کی طرف دھیان رہتا۔ شاہ صاحب اپنے آپ پر ضبط کی بڑی کوشش کرتے لیکن جب بالکل مجبور ہو گئے تو مجذوب سے اپنی حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ مجذوب نے کہا:

"شاہ صاحب! اگر اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو وہ میرے پاس بہت ہے اور اگر ابر کرم کے خواہاں ہو تو وہ شیخ یحییٰ مدنی کے پاس ہے۔ وہاں چلے جاؤ"۔

Marfat.com

حضرت شیخ یحییٰ مدنی اس وقت مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ شاہ صاحب نے ان کا نام سنتے ہی مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ جب ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ ایک شاگرد کو شرح وقایہ پڑھا رہے تھے۔

شاہ صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ شیخ تو علوم ظاہری ہی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب نے اس خطرہ کو محسوس فرما لیا اور شاگرد سے کتاب لے کر شاہ صاحب کے ہاتھ میں دے دی۔ شاہ صاحب کا یہ حال ہوا کہ کتاب کی عبارت تک نہ سمجھ سکے۔ فوراً توبہ کی اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

شاہ صاحب کچھ عرصہ حجاز میں مقیم رہے آخر شیخ یحییٰ مدنی نے خرقہ خلافت سے نوازا اور ظاہری و باطنی نعمت سے سرفراز کیا اور حکم دیا کہ دہلی جا کر خلق کی خدمت وہدایت کا فریضہ انجام دیں۔

شاہ صاحب نے دہلی آکر بازار خانم میں رہائش اختیار فرمائی اور سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ بہت جلد ان کی شہرت پورے ملک پر پھیل گئی اور طلباء دور دور سے تحصیل علم کے لئے حاضر ہونے لگے۔

دہلی میں شاہ صاحب کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں توکل اور قناعت کی بے پناہ دولت دے رکھی تھی۔ فرخ سیر نے بہت کوشش کی کہ شاہ صاحب شاہی خزانہ سے کچھ قبول فرمائیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے ہر بار انکار کر دیا۔

جمعہ کی نماز آپ جامع مسجد میں پڑھتے تھے، جہاں بادشاہ بھی موجود ہوتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کا اس قدر رعب تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر بادشاہ کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

شاہ صاحب کی متعدد تصانیف ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں اب بھی دستیاب ہو جاتی ہیں:۔

(۱) قرآن القرآن (۲) عشرہ کاملہ (۳) سوا السبیل (۴) کشکول (۵) مرقع (۶) تسنیم (۷) الہامات کلیمی (۸) رسالہ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ (۹) شرح القانون۔

بعض کتابوں میں ان کی تصنیف "رد روافض" کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو آج کل دستیاب نہیں۔

مرزا غالب کے ایک خط سے (جو اردوئے معلیٰ حصہ اول میں ہے) معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے اور ان کا کلام غدر کے ہنگاموں میں تلف ہو گیا تھا۔

شاہ صاحب نے ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۷۲۹ء کو وصال فرمایا۔ انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا۔

غبار خاطر عشاق مدعا طلبی است
بخلوتے کہ منم یاد دوست بے ادبی است

Marfat.com

فنا فی الشیخ

# حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۶۰ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے۔ سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے واسطہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی' پھر تکمیل کے لئے دہلی آ گئے۔ اس وقت دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ علیہ کا شہرہ تھا۔ ایک روز ان کی حویلی میں پہنچے۔ شاہ صاحب کے ہاں اس وقت محفل سماع ہو رہی تھی' ان کا دستور تھا کہ سماع کے وقت مکان کے دروازے بند کرا دیتے تھے۔ حضرت نظام الدینؒ نے دروازے پر دستک دی۔ شاہ صاحب نے ایک مرید کو باہر بھیجا۔ اس نے دروازے پر ایک غیر متعارف شخص کو کھڑے دیکھا تو نام دریافت کیا۔

شاہ صاحب نے نام سنتے ہی مرید سے کہا کہ نظام الدین کو اندر لے آؤ۔ مریدوں کو یہ سن کر سخت حیرت ہوئی کہ شاہ صاحب نے خلاف معمول ایک نا آشنا شخص کو محفل سماع میں آنے کی اجازت کیوں دی۔ لیکن شاہ صاحب نے فوراً ان کی تشفی کر دی کہ اس شخص کے نام نامی سے بوئے آشنائی آتی ہے۔ یہ غیر نہیں ہے۔

شاہ صاحب حضرت نظام الدین سے نہایت محبت سے ملتے اور ان کی ظاہری تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ عرصہ تک حضرت نظام الدین شاہ صاحب کی خدمت بابرکت میں رہ کر علوم ظاہری حاصل کرتے رہے۔

ایک روز شاہ صاحب مجلس سے اٹھے اور فرش کے کنارے تک پہنچے تو حضرت نظام الدین نے بڑھ کر فوراً جوتے اٹھائے اور صاف کر کے رکھ دیئے۔ شاہ صاحب کو یہ ادا پسند آئی اور انتہائی محبت سے فرمایا: نظام الدین! تو ہمارے پاس علوم ظاہری حاصل کرنے آیا ہے

Marfat.com

یا فوائد باطنی، جو بہرحال زیادہ بہتر اور اچھے ہیں۔

حضرت نظام الدین نے بے ساختہ عرض کیا۔

سپردم بتو مایہ خویش را

تودانی حساب کم و بیش را

یہ شعر سنتے ہی شاہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ یحییٰ مدنی کی پیش گوئی یاد آ گئی۔ انہوں نے حجاز سے روانگی کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ایک شخص ایسے موقع پر یہ شعر پڑھے گا اور وہ ہماری نسبت کا مالک ہو گا، اس سے چشتیہ نظامیہ سلسلے کو بے حد ترقی ہو گی۔

فرمایا: آمد آں یارے کہ بامی خواستیم۔ اور اسی وقت بیعت فرما لیا۔

علوم باطنی کی تکمیل ہو چکی تو حضرت نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور دکن جانے کا حکم دیا اور نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دکن کی ولایت عطا فرمائی ہے تم یہ کام پورے طور پر انجام دو اور ہمہ وقت اعلائے کلمتہ اللہ میں مصروف رہو اور اپنے جان و مال کو اسی میں صرف کر دو۔

حضرت نے اورنگ آباد (دکن) میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی، جو بہت جلد مرجع عوام و خواص بن گئی۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دکن میں آپ کے ایک لاکھ سے زیادہ مرید تھے۔

احسن الشمائل میں ہے کہ حضرت نظام الدین ہر کام اور بات سنت نبویؐ کے مطابق کرتے تھے۔ سنت سے ہٹ کر کوئی کام کرنا ان کے متعلق نہیں سنا گیا۔

حضرت شاہ کلیم اللہ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ ایک خط میں انہیں اس طرح مخاطب فرمایا ہے: اے برادر، اے جان جہاں، اے تمام ایمان و جان من۔

حضرت عبادت، اشغال و اوراد کے معاملے میں سختی سے کام لیتے تھے، رات دن ہر وقت مریدوں کی دیکھ بھال فرماتے۔ آدھی رات کو مریدوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لے جاتے اور جس کو سویا ہوا پاتے، پانی چھڑک کر جگا دیتے۔ اپنے مریدوں کو اتباع شیخ اور ادب کی تعلیم خاص طور پر دیتے تھے۔

سماع کے معاملے میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے اصولوں پر عمل کرتے اور زمان، مکان اور اخوان کی پابندیوں کا خاص طور پر لحاظ فرماتے۔

ایک مرتبہ بادشاہ نے بلایا لیکن آپ نے دربار جانے سے انکار کر دیا۔ حضرت شاہ

Marfat.com

صاحب کو دہلی میں اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے نہایت تحسین فرمائی۔

حضرت کی تصنیف "نظام القلوب" بہت مشہور ہے۔ جس میں اشغال و ازکار کا تفصیل سے ذکر ہے۔

حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آباد میں وصال فرمایا۔

Marfat.com

Marfat.com

محب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

# حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۲۶ھ کی بات ہے۔ اورنگ آباد (دکن) میں حضرت شاہ نظام الدین کے ہاں ایک فرزند ارجمند کی پیدائش ہوئی۔ حضرت نے فوراً دہلی میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کو اطلاع بھجوائی۔ وہ اس خبر سے بے حد مسرور ہوئے اور جواباً" کہلا بھیجا کہ نظام الدین تمہارا یہ بیٹا نہایت فرخندہ خال و خوش اقبال ہے۔ میں تمہیں اس بچے کے شاندار مستقبل کی بشارت دیتا ہوں۔ وقت آئے گا کہ یہ بچہ شاہجہاں آباد (دہلی) میں ہدایت وارشاد کی شمع روشن کرے گا' جس سے مخلوق کے سینے منور ہوں گے اور تصوف و طریقت کے میخانے میں پھر سے بہار آ جائے گی۔ یہ بچہ دین حنیف کے لئے باعث فخر و صد افتخار ہو گا۔ تم اس بچے کا نام "فخر الدین" رکھو۔

## سلسلہ نسب

حضرت شاہ فخر الدین والد ماجد کی جانب سے صدیقی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سید۔ ان کی والدہ ماجدہ محترمہ سید بیگم حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں۔

حضرت شاہ فخر الدین کا لقب "محب النبی" تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے خواب میں حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو اس لقب سے مخاطب فرماتے ہوئے سنا تھا۔

## تعلیم و تربیت

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے اپنے ہونہار صاحبزادہ کی تعلیم و تربیت کا

Marfat.com

انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا۔ ان کے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ بچے کے شاندار مستقبل کی بشارت دے چکے تھے۔ پیر و مرشد ہی کے ایماء پر انہوں نے وقت کے مشہور اور قابل ترین علماء سے ان کی تعلیم کی تکمیل کرائی۔

حضرت شاہ فخر الدین نے فصوص الحکم' صدرا' شمس بازغہ وغیرہ کتابیں میاں محمد جان سے پڑھیں اور ہدایہ مولانا عبدالحکیم سے پڑھی۔

شاہ صاحب نے بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں' جن میں شرح وقایہ' مشارق الانوار اور نفحات الانس وغیرہ شامل ہیں۔ حدیث کی سند انہوں نے دکن کے مشہور محدث مولانا حافظ اسعد الانصاری المکی سے حاصل کی۔

درسی کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب نے دیگر علوم و فنون سے بھی واقفیت حاصل کی۔ طب اور تیر اندازی کے متعلق کتابیں پڑھیں اور فنون سپاہ گری میں مہارت حاصل کی۔

## بیعت و خلافت

حضرت شاہ نظام الدین بیٹے کی اصلاح باطن کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ بچپن ہی میں انہیں مرید کر لیا تھا۔ جب شاہ نظام الدین کا وقت آخر آیا تو اپنے داماد قاضی کریم الدین خاں کو حکم دیا کہ

مولانا فخر الدین کو بلاؤ۔ وہ آئے تو حضرت شاہ نظام الدین نے انہیں اپنے سینے سے لپٹا لیا اور اپنی تمام باطنی نعمتیں ان کے سینے میں منتقل کر دیں۔ اس کے بعد ان کی روح پرفتوح عالم فانی سے عالم باقی کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت شاہ فخر الدین کی عمر اس وقت سولہ سال تھی اور انہوں نے اپنی تکمیل علوم ابھی نہیں کی تھی۔ والد ماجد کے وصال کے تین سال بعد تک انہوں نے سلسلہ تعلیم جاری رکھا اور علوم کی تکمیل کی۔

## لشکر میں ملازمت

تعلیم سے فراغت کے بعد شاہ صاحب نے والد ماجد کے سجادہ پر بیٹھنے کے بجائے لشکر میں ملازمت کر لی۔ لشکر میں نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خاں ان کے ساتھی تھے۔ لشکر کی ملازمت کے دوران شاہ صاحب کا حال یہ تھا کہ دن شمشیر زنی میں گزرتا اور راتیں رکوع و سجود میں۔

Marfat.com

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ لشکر کی ملازمت کے دوران شاہ صاحب تمام رات اپنے خیمہ میں عبادت کرتے رہتے۔ اس زمانے میں آپ کو اخفائے حال کی بڑی فکر رہتی تھی۔ آپ سخت ریاضت کرتے اور کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوتی۔ جو لوگ آپ کی ظاہری حالت دیکھتے انہیں اس بات کا قطعی گمان نہ ہوتا کہ یہ فوجی نوجوان شیر بیشہ ولایت ہے۔

لشکر کی ملازمت کے دوران آٹھ سال تک شاہ صاحب نے دن رات مشقتیں اٹھائیں' لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ چاند کی روشنی چھپے نہیں چھپتی۔ شاہ صاحب کے کمالات بھی ظاہر ہونے لگے۔ جب آپ کی شہرت زیادہ بڑھی تو آپ نے لشکر کی ملازمت ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

لشکر میں شاہ صاحب کے ایک ساتھی ہمت یار خاں کیمیا بنایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ فوج کو جس قدر دولت کی ضرورت ہوتی وہ بآسانی مہیا کر دیتے۔ ایک روز ہمت یار خاں نے شاہ صاحب سے خوشامد کرتے ہوئے عرض کی کہ پورے لشکر میں آپ کے سوا کسی کو یہ راز معلوم نہیں کہ میں کیمیا بناتا ہوں۔ میری زندگی کا اب کوئی اعتبار نہیں۔ آج مرا تو کل دوسرا دن۔ آپ مجھ سے یہ علم سیکھ لیں۔ شاہ صاحب نے بے نیازی سے فرمایا: "ہمت یار خاں! ہمارے پاس ایک ایسا نسخہ' کیمیا (قرآن مجید) موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی کیمیا کی ضرورت نہیں۔

## اورنگ آباد میں قیام

لشکر کی ملازمت چھوڑ کر شاہ صاحب اورنگ آباد آ گئے اور والد ماجد کے سجادہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہاں بھی آپ نے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن اب جس سجادہ پر بیٹھے تھے' وہاں اخفائے حال ممکن نہ تھا۔ آپ کے کمالات باطنی کا شہرہ دور دور پہنچا اور خانقاہ میں عقیدت مندوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔

شہرت سے آپ کو طبعاً" نفرت تھی۔ کئی بار آپ نے ارادہ کیا کہ اورنگ آباد کو چھوڑ کر دہلی چلے جائیں لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مرشد کے مزار پر بیٹھے ہیں۔ ارادہ ترک کر دیتے۔ اسی کشمکش میں تھے کہ ایک روز خواب میں حضرت شاہ نظام الدین کو یہ شعر پڑھتے دیکھا۔

شہ اقلیم فقرم بے خودی تخت روان من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

حواب سے بیدار ہوئے تو یہ شعر زبان پر تھا۔ اس سے مذبذب ارادے میں پختگی پید

Marfat.com

ہو گئی اور آپ نے اورنگ آباد کو خیرباد کہنے کا تہیہ کر لیا۔

## دہلی میں ورود مسعود

آخر ۱۱۶۰ھ میں اپنے دو خادموں قاسم حبشی اور محمد حیات کے ساتھ پاپیادہ دہلی کی طرف چل پڑے۔ دہلی میں ایک بڑھیا نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ بڑھیا کے مکان کے قریب ایک بت خانہ تھا۔ شاہ صاحب کے قیام سے بت خانہ کی رونق ختم ہو گئی اور ہندو آپ کی عقیدت کا دم بھرنے لگے۔

یہاں سے آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور درگاہ شریف کی مسجد میں معتکف ہو گئے۔

بزرگان سلسلہ کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے آپ حضرت کلیم اللہ کے مزار پر پہنچے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ کے فرزند نہایت محبت اور اخلاص سے پیش آئے اور تین روز تک آپ کو مہمان ٹھہرایا۔ اس کے بعد آپ نے کٹرہ پہلیل میں ایک حویلی کرایہ پر لے لی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت شاہ فخر الدین جیسا باکمال اور صاحب عرفان و حال درویش دہلی میں غیر معروف اور گمنام نہ رہ سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حویلی میں خلقت کا ہجوم بڑھنے لگا اور بیعت و توبہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہیں کٹرہ پہلیل میں شاہباز لامکاں قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ آپ کے حلقہ مریدین میں داخل ہوئے۔

## پاک پٹن شریف کی حاضری

دہلی میں قیام کو زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ شاہ صاحب نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ دکن سے دہلی آتے ہوئے وہ اجمیر شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ دہلی میں اپنے سلسلہ کے سب مزارات پر بھی حاضری دے لی تھی، لیکن حضرت بابا صاحب کے مزار پر حاضری ابھی نہ ہوئی تھی۔ پاک پٹن کا یہ سفر محبت اور عقیدت کی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ سینکڑوں میل کا یہ سفر شاہ صاحب نے پاپیادہ کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے، لیکن وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ چلے جا رہے ہیں۔ جب پاؤں کے زخموں نے بالکل ہی مجبور ہو جاتے تو ٹھہر جاتے اور آبلوں پر مہندی لگا لیتے۔ ذرا سکون ہوتا تو پھر پاک پٹن شریف کی طرف چل پڑتے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی اس سفر روحانی میں اپ کے ہمراہ تھے۔ پاک پٹن شریف سے کچھ دور ایک گاؤں میں شاہ صاحب نے رات کو قیام کیا۔ صبح ہوئی تو خواجہ صاحب نے دیکھا کہ شاہ صاحب اپنی نعلین مبارک چھوڑ کر برہنہ پا پاک پٹن شریف روانہ ہو گئے ہیں۔

اس زمانے میں پاک پٹن شریف میں حضرت شیخ محمد یوسف سجادہ نشین تھے' انہوں نے شاہ صاحب سے نہایت محبت کا برتاؤ کیا۔ شاہ صاحب مزار شریف کے قریب ایک حجرہ میں فروکش ہوئے۔ جہاں آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے۔

## درس و تدریس

دہلی واپس آ کر شاہ صاحب نے اجمیری دروازہ میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ عمارت امیر غازی الدین خاں فیروز جنگ کی تعمیر کردہ تھی۔ اس مدرسہ میں بیٹھ کر شاہ صاحب نے صرف درسی کتابیں پڑھانے پر اکتفا نہ کیا' بلکہ حقائق و معارف کے وہ دریا بہائے کہ بقول مصنف مناقب فخریہ: "حضرت محبوب الٰہیؒ کے دور کی طرح عرفان کا چراغ پھر روشن کر دیا .... سینے حقائق کے خزانوں سے معمور ہو گئے۔ جو سو رہے تھے جاگ اٹھے۔ جو بے ہوش تھے ہوش میں آ گئے۔ جو بے خبر تھے باخبر ہو گئے۔ مردہ دل زندہ ہو گئے۔ زندہ دل بسمل بن گئے۔ عشق و محبت الٰہی کا بازار گرم ہو گیا۔ ذوق و شوق کا دریا موجیں مارنے لگا۔ دل کے میخانے اور آنکھوں کے ساغر آنسوؤں کی شراب سے مزین ہو گئے۔

## فیض صحبت

شاہ صاحب کی خانقاہ میں جو آتا' وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جرائم پیشہ لوگ خانقاہ میں آتے اور ولی کامل بن کر نکلتے۔

شاہ صاحب خود سنت نبویؐ کا نمونہ تھے۔ ان کی صحبت بابرکت کا لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوتا۔ سنت نبویؐ پر وہ بڑا زور دیتے تھے۔ مریدوں کو ہدایت فرماتے کہ حدیث شریف میں جو درود آیا ہے۔ اسی کو پڑھیں۔ دوسری چیزوں کی طرف رجوع نہ کریں۔ مذہب حنفی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور حدیث کی طرف کثرت سے رجوع کریں۔

شاہ صاحب نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ ادا کرتے اور مریدوں کو بھی نہایت سختی سے اس کی تلقین کرتے۔

شاہ صاحب کے زمانے میں ہندوستان پر شیعوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ حتیٰ کہ

Marfat.com

حضرت مظہر جان جاناں ان کے یزیدی حملے سے شہید ہوئے۔ انہی دنوں ایک افغانی شاہ صاحب کی خانقاہ میں آیا اور آپ پر حملہ کیا۔ خدام نے اس کو پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اور اپنا سر مبارک زمین پر ڈال کر فرمایا: "ہم حاضر ہیں جو کچھ تمہارے جی میں ہے کرو۔" وہ نہایت شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو آدمیوں کو اور اپنے ساتھ لایا۔ اس کو دیکھتے ہی آپ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: صاحب بخیر و عافیت؟ ان الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ اخلاق کا وہ ہتھیار جو پہلی بار اچٹتا ہوا لگا تھا' اپنا کام کر گیا اور ان لوگوں نے اپنے سر اور پیر کوٹ کوٹ کر معافی مانگی۔ ملفوظات شاہ فخر الدین میں ایسے بہت سے لوگوں کا ذکر ہے جو شیعہ تھے' لیکن شاہ صاحب کی صحبت جادو اثر سے سنی ہو گئے۔ فخر الطالبین میں ایک شخص کے بارے میں لکھا ہے:

پیش از ملاقات حضرت مولانا مذہب شیعہ داشت بغلظت تمام۔ اکنوں بفضل الٰہی تابع سنت است۔

شاہ صاحب اپنے مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ ہر روز سونے سے قبل دن بھر کے حالات کا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ بندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے خالق کا حق ادا کیا۔ شاہ صاحب اپنے مریدوں کو اس بات کی بھی سختی سے ہدایت فرماتے تھے کہ وقت کا کوئی لمحہ کسی فضول کام میں ضائع نہ ہو۔

## تصانیف

شاہ صاحب نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ نظام العقائد (اسلام کے بنیادی عقائد پر عالمانہ بحث)

۲۔ رسالہ مرجیہ (حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کے ایک بیان کی شرح)

۳۔ فخر الحسن (حضرت خواجہ حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت و خلافت کا علمی و تاریخی ثبوت)

سرسید نے ان کتابوں کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کو دیکھنا آپ کی ممارست علمی پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔

## معمولات

شاہ صاحب اپنے معمولات کے سختی سے پابند تھے۔ ان کے زمانے میں دہلی میں آئے

Marfat.com

دن ہنگامے برپا رہتے تھے لیکن پھر بھی وہ اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیتے تھے اور جن مزارات پر حاضری یا جن امور کی بجا آوری انہوں نے اپنے آپ پر لازم قرار دے لی تھی، ان کی پابندی کرتے۔

فجر کی نماز کے بعد وہ اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے تھے۔ تین گھڑی دن نکلے تک وہیں رہتے۔ اس وقت کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ حجرے سے باہر مجلس میں آ کر بیٹھتے۔ جہاں تمام یاران و مخلصان حاضر خدمت ہوتے۔ اس وقت حدیث شریف کا درس ہوتا۔ قاعدے کے مطابق کوئی مرید حدیث شریف کی عبارت پڑھتا اور آپ اس پر تقریر فرماتے۔

پھر کھانے کا وقت ہو جاتا۔ قیلولہ کے وقت امیر کلو یا نتھو موجود ہوتے اور شاہ صاحب سینہ پر کوئی کتاب رکھ کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ یہ کتاب عام طور پر فوائد الفواد ہوتی۔

اس کے بعد نماز ظہر باجماعت ادا فرماتے۔ تمام یاران مدرسہ نماز باجماعت میں شریک ہوتے نماز کے بعد آپ ہر ایک سے خندہ روئی اور بشاشت سے گفتگو فرماتے۔ جمعہ اور سہ شنبہ کو مولوی عظمت اللہ صاحب سے مثنوی مولانا روم سنتے۔ اس مجلس میں سوائے خاص مریدوں کے کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوتی۔

رمضان شریف کے مہینے میں آپ کے زیر سایہ لوگوں کا ذوق عبادت بہت بڑھ جاتا۔ آپ کا معمول تھا کہ ۲۷ رمضان کو سرائے عرب چلے جاتے اور قطب صاحب یا نظام الدین صاحب میں معتکف ہو جاتے۔

## اخلاق و عادات

شاہ صاحب کا اخلاق نہایت بلند و اعلیٰ تھا۔ دشمن تک آپ سے متاثر ہوتے۔ تاریخ مشائخ چشت میں ہے کہ لوگ آپ کی جان لینے کی فکر میں جاتے لیکن جب آپ سے ملتے تو خود تیغ اخلاق سے گھائل ہو جاتے۔

اے برتر از سپہر و مہ و مہر جاہ تو
گردن کشاں مسخر تیر نگاہ تو

شاہ صاحب ہر چھوٹے بڑے سے محبت اور اخلاص سے پیش آتے۔ کسی کو تکلیف

Marfat.com

میں دیکھتے تو جب تک اس کی مدد نہ کر لیتے۔ آپ کو چین نہ آتا۔ ایک مرتبہ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے جب جہاز پر سوار ہونے لگے تو ایک بڑھیا نے بڑھ کر سوال کیا کہ مجھے لڑکی کی شادی کرنی ہے اور میرا یہ حال ہے کہ فاقے کرتی ہوں۔ شاہ صاحب یہ سنتے ہی جہاز سے اتر آئے اور حکم دیا کہ ہمارا تمام اسباب جہاز سے اتار کر بڑھیا کو دے دیا جائے۔ پھر جو کچھ جیب میں نقد موجود تھا وہ بھی بڑھیا کے حوالے کر دیا اور خود دہلی واپس آ گئے۔

شاہ صاحب کی طبیعت میں انکسار بہت تھا۔ کوئی ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا تو اسے روکتے تھے خود ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حد یہ کہ شدید بیماری کے دوران بھی ہر آنے والے کا اسی طرح استقبال کرتے۔

لوگوں کی خوشی اور غم میں ضرور شرکت فرماتے۔ جو لوگ روزانہ اور پابندی سے آنے والے تھے' ان کی غیر حاضری سے مشوش ہوتے اور ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بے چین رہتے۔ ایک دفعہ ان کا خاکروب پیر محمد دو روز نہ آیا تو نہایت متفکر ہوئے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے تو فوراً اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ بہت محبت سے اس کا حال دریافت کیا اور حکیم میر حسن کو اس کے علاج کے لئے مقرر کیا۔ پھر نقد رقم دینے کے بعد فرمایا:

میاں پیر محمد! تم جو دو روز نہیں آئے اور فقیر سے اس زمانے میں پرسش احوال میں تاخیر ہوئی' اس کو معاف فرما دو۔

ایک مرتبہ دہلی کے ایک شخص نے اپنے زمانے کے تین بڑے بزرگوں کے اخلاق کا امتحان کرنا چاہا۔ اس نے شاہ ولی اللہ صاحب' شاہ فخر الدین صاحب اور مرزا مظہر جاں جاناں کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ تینوں بزرگ اس مکان پر پہنچ گئے۔ میزبان زنان خانہ میں کھانا لینے کے لئے گیا۔ کئی گھنٹے بعد واپس آیا اور بیوی کی علالت کا عذر کر کے کچھ پیسے ان تینوں بزرگوں کو دیئے۔ شاہ فخر الدین نے یہ پیسے کھڑے ہو کر لئے۔ شاہ ولی اللہ نے بیٹھ کر اور مظہر جاں جاناں نے یہ کہہ کر کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی۔

شاہ صاحب نہایت صادق القول بزرگ تھے۔ بہت کم وعدہ کرتے تھے لیکن جب کر لیتے تو جب تک وہ ایفا نہ ہو جاتا نہایت بے قرار رہتے۔

## حق گوئی و بے باکی

شاہ صاحب کے زمانے میں سکھوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے۔ دہلی کا ہر خاندان ان

Marfat.com

سے ہراساں اور پریشان تھا۔ بڑے بڑے خاندانوں کی عزت خطرے میں تھی۔ شاہ صاحب قتل و غارت گری کے یہ مناظر دیکھتے تو سخت بے چین اور مضطرب ہوتے۔ مسلمانوں کے خون کی یہ ارزانی دیکھ کر ان کا دل تڑپنے لگتا۔ ان کو بادشاہ پر سخت غصہ آتا کہ وہ اس فتنہ کے انسداد سے کیوں غافل ہے۔

انہی ایام میں ایک روز بادشاہ (اکبر شاہ ثانی) ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اپنے مبارک قدموں سے قلعہ کو نوازیں۔ آپ نے اخلاق کریمانہ سے یہ دعوت منظور فرمالی۔

شاہی قلعہ میں کھانا کھا چکے تو شاہ صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

کوئی بادشاہ جب تک امور مملکت میں خود محنت اور مشقت سے کام نہ لے، اس کا بندوبست بہتر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ملک امیروں کے سپرد کر رکھا ہے اور خود اس کے انتظام سے غافل ہیں۔ یہ بات ملک کے لئے بہتر نہیں ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ خود انتظام سلطنت کے سلسلے میں محنت کے لئے مستعد ہو جائیں....

آج ملک پر کافر فاجر قابض ہیں۔ خصوصاً سکھوں کا ناہنجار فرقہ جو اسلام کا مخالف ہے۔ ملک کے اہم حصوں پر قابض ہے۔ سکے اور سلطانی اثر کو اس نے درمیان سے اٹھا دیا ہے۔ آپ کے امراء آپس میں لڑ رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان میں محبت اور میل جول پیدا کریں اور ان سب کو تسلی دے کر اپنے ساتھ رکھیں کہ دینی اور دنیوی فلاح اسی میں ہے۔

## وصال

شاہ صاحب نے ۷۳ سال کی عمر میں ۲۸ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا۔ وصال سے ایک دن قبل زبان مبارک پر مثنوی کا یہ شعر تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگزارم سراسر جاں شوم

آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پاک کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

قرآن و حدیث سے آپ کے بے پناہ تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے آج بھی آپ کے

Marfat.com

عرس شریف کے موقع پر کلام اللہ اور صحیح بخاری کا ختم ہوتا ہے۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

Marfat.com

قبلۂ عالم

# حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر نور محمد آں ہمہ نور　　گر نویسم جہاں شود پُرشور
سالہا ماند در حریم حضور　　گشت مانند اسم خود ہمہ نور
کارش از فخر دیں گرامی شد　　وارث نسبت نظامی شد

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار ان اکابر چشت میں ہوتا ہے، جن کی پرخلوص اور مسلسل جدوجہد سے چشتیہ سلسلہ کے انوار سیکڑوں یا ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینوں تک پہنچے بلاشبہ حضرت شیخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے بعد پنجاب میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں سب سے زیادہ کامیابی انہی کو حاصل ہوئی۔ آج تونسہ شریف، سیال شریف، احمد پور، چاچڑاں، مکھڈ، جلال پور، گولڑہ اور بھیرہ میں رشد و ہدایت کے جو چراغ روشن ہیں۔ ان سب میں نور محمد ہی کی ضیا ہے۔

## پیدائش اور خاندان

حضرت خواجہ صاحب مہارویؒ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو چوٹالہ میں پیدا ہوئے۔ یہ جگہ مہار شریف سے چار کوس کے فاصلے پر مشرق کی طرف ہے۔ والد ماجد کا نام ہندال تھا جو کھرل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب نوشیرواں عادل سے ملتا ہے۔ مناقب المحبوبین میں ان کا یہ نسب نامہ درج ہے:

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ بن ہندال بن طاطار بن فتح بن محمود بن مرہ بن عزیز بن داتا بن دینا بن کوبھ بن چر بن سالار بن ادھر بن واسو بن کولر بن جگ سین بن کج سین بن سریک بن اچیت بن دیورائے بن گڈن بن موا بن بدھ بن بوھل بن بابدہ بن کھرل بن کھیوہ بن رانو بن

Marfat.com

دھوہڑ بن جبل بن، جج بن آہر ابن بھوٹا بن رائے دیوان بن چالک بن سلنگھی بن راجہ کرن بن سورج بن تشب بن قاسم بن مولراج بن راجہ جگ دے بن اودے دیپ بن بنسیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیرواں عادل۔

خواجہ صاحب مہارویؒ کا پیدائشی نام بابل تھا۔ جسے حضرت شاہ فخر صاحب نے بدل کر نور محمد کر دیا تھا۔ خواجہ صاحب کے اجداد کھیتی باڑی کرتے اور مویشی چراتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ فخر صاحب نے ان کے اجداد کے بارے میں پوچھا تو عرض کیا:

"زراعت می کروند و مواشی می چرانیدند
دمی دوشید ندو برمال مرد ماں می دویدند"
(مناقب ص ۵۳)

یعنی میرے آباؤ اجداد زراعت کرتے، مویشی چراتے اور ان کا دودھ دوہتے اور لوگوں کے مال پر دوڑتے تھے۔

شاہ صاحب نے یہ سن کر فرمایا: نور محمد! تجھ کو میں اپنا کام سکھاؤں گا۔ (حدیقۃ الاخیاء ص ۲۴)

## تعلیم و تدریس

خواجہ صاحب کی پیدائش کے بعد ان کے والد چوٹالہ سے مہار آ گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جب خواجہ صاحب پانچ برس کے ہوئے تو ان کے والد ماجد نے انہیں قرآن مجید پڑھنے کے لئے حافظ محمد مسعود کے پاس بھیج دیا۔ جو بڑے پرہیز گار اور متقی بزرگ تھے۔ یہیں خواجہ صاحب نے قرآن کریم حفظ کیا۔

ایک روز خواجہ صاحب حافظ مسعود کے مدرسے میں سبق پڑھ رہے تھے کہ ایک بزرگ شیخ احمد دودی والا وہاں آئے اور خواجہ صاحب کو دیکھ کر فرمایا:

"سبحان اللہ ایک زمانہ آئے گا کہ اس بچے کے در پر بادشاہ سر رکھیں گے"۔ پھر ان کے استاد سے مخاطب ہو کر فرمایا: "زمانہ مستقبل میں ہماری اور تمہاری نسلوں کی لاج انہی سے ہو گی"۔

حافظ مسعود کے مدرسے سے فارغ ہو کر وہ موضع بڈھیراں تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ تحصیل علوم کے بعد موضع بیلانہ آئے۔ یہاں شیخ احمد کھوکھر سے چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ڈیرہ غازی خاں چلے آئے جہاں شرح ملا تک علم حاصل کیا۔

Marfat.com

ڈیرہ غازی خاں میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد خواجہ صاحب لاہور آ گئے۔ تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے کہ لاہور میں خواجہ صاحب سخت تکلیفیں اٹھاتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ انہیں اکثر اوقات فاقہ کرنا پڑتا' لیکن علم کے ذوق و شوق میں کبھی کمی نہ آئی۔

## دہلی میں آمد

لاہور سے خواجہ صاحب تکمیل تعلیم کے لئے دہلی آئے۔ اس زمانے میں وہاں نواب غازی الدین خاں کے مدرسے کی بڑی شہرت تھی۔ آپ اسی مدرسے میں داخل ہو گئے اور حافظ برخوردار جی سے کافیہ پڑھنا شروع کیا۔ حافظ صاحب چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے اور خواجہ صاحب پر خاص التفات فرماتے تھے۔ ہمیشہ اپنے ساتھ ہی انہیں کھانا کھلاتے خواجہ صاحب ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

میاں برخوردار جی' مرد خوب و صاحب نسبت بودند (مناقب ص ۵۷)

ابھی خواجہ صاحب قطبی پڑھ رہے تھے کہ حافظ برخوردار جی کو دہلی سے باہر اپنے گھر جانا پڑا جس سے تعلیم کا یہ سلسلہ یک لخت منقطع ہو گیا۔

## شاہ فخر صاحب کی خدمت میں

خواجہ صاحب کو اپنی تعلیم منقطع ہو جانے کا بڑا صدمہ تھا ایک روز وہ ایک حوض کے کنارے نہایت اداس اور غمگین بیٹھے تھے کہ ایک درویش حافظ محمد صالح بھیروی نے اداسی کا سبب دریافت کیا۔ خواجہ صاحب نے کہا:

استاد آں مشفق و رفیق وطن رفتند تسکین خواندن نمی شود۔

یہ سن کر حافظ صاحب نے انہیں تسلی دی اور کہا فکر نہ کرو' حال ہی میں دکن سے ایک بڑے عالم اور پیرزادے یہاں آئے ہیں' وہ علم بھی پڑھاتے ہیں۔ کھانا بھی کھلاتے ہیں اور پہننے کے لئے کپڑے بھی دیتے ہیں۔ تم ان کے پاس چلے جاؤ۔

اگلے روز دونوں حضرت شاہ فخر صاحب کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حویلی کے دروازے پر پہنچے تو ملازم نے بتایا کہ شاہ صاحب خانم کے بازار تشریف لے گئے ہیں۔۔ دوسرے دن نماز ظہر کے بعد خواجہ صاحب اکیلے ہی شاہ صاحب سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ حویلی کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک دربان کو بیٹھا ہوا پایا۔ کچھ دیر وہیں کھڑے سوچتے رہے پھر ہمت کر کے اندر داخل ہوئے حویلی کے اندر ایک اور دروازہ تھا۔ اس

Marfat.com

دروازے کے مقابل ایک دالان تھا۔ کمرے میں ایک تخت پر صاف چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ گاؤ تکیہ لگا تھا اور شاہ صاحب تشریف فرما تھے۔

خواجہ صاحب کا یہ حال تھا کہ تمام قمیض پھٹی ہوئی' ایک بوسیدہ چادر جسم پر لپٹی ہوئی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے کبھی اپنی حالت کو دیکھتے اور کبھی دالان کی طرف۔ اندر قدم رکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اچانک شاہ صاحب کی نظران پر پڑی۔ فوراً اپنے پاس بلایا۔ جب خواجہ صاحب قریب آئے تو فوراً تخت سے اتر کر کھڑے ہو گئے معانقہ کیا اور اس محبت سے ملے' گویا مدت کے بچھڑے گلے مل رہے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب تخت پر بٹھا لیا اور بڑی محبت سے پوچھا: تمہارا وطن کہاں ہے؟

جواب دیا: نواحی پاک پٹن۔

پاک پٹن کا نام سنتے ہی شاہ صاحب کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ دریافت فرمایا: یہاں کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: میں نے سنا ہے' حضور تعلیم دیتے ہیں۔ میں بھی کرم کا امیدوار ہوں۔ پوچھا: پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: حافظ برخوردار جی کے پاس۔ فرمایا: کچھ عرصہ سے ہمارا پڑھانا موقوف ہے' تم فی الحال ان ہی سے پڑھ لو۔ عرض کیا:

عرصہ مابین بسیا راست و مسافت بعید
وقت مادریں آمدورفت ضائع خواہد شد

یہ سن کر شاہ صاحب نے تبسم فرمایا اور یہ شعر پڑھا:

ما برائے وصل کرون آمدیم نے برائے فصل کرون آمدیم

اور فرمایا: خیر ہمارے پاس پڑھ لیا کرو۔

اب خواجہ صاحب طالب علم کی حیثیت میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اب تک وہ چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں پڑھتے تھے' شاہ صاحب کے تبحر علمی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور بے اختیار پکار اٹھے۔ سبحان اللہ بحر علوم بودند۔

خواجہ صاحب نے شاہ صاحب سے قطبی پڑھنا شروع کی اور ابھی وہ ختم نہ ہوئی تھی کہ شاہ صاحب نے فرمایا: تم علم ظاہری میں مزید وقت ضائع نہ کرو۔ جتنا پڑھ لیا ہے' وہ ضرورت کے لئے کافی ہے' اب اس علم میں مشغول ہو جاؤ' جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

## بیعت

شاہ فخر صاحب کے دہلی تشریف لانے کے بعد خواجہ صاحب پہلے شخص تھے' جنہوں

Marfat.com

نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ صاحب نے مرید ہونے کی درخواست کی تو شاہ صاحب نے فرمایا: پہلے استخارہ کر لو' جیسے اشارہ ہو گا ویسے کیا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے استخارہ کیا۔ خواب میں دیکھا کہ کھانے کا طبق ان کے ہاتھ پر ہے اور شاہ فخر صاحب کا جبہ ان کی گردن پر پڑا ہے۔ شاہ صاحب آگے آگے جا رہے ہیں اور وہ ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔

صبح کو یہ خواب شاہ صاحب سے بیان کیا۔ فرمایا: چند روز استغفار پڑھو۔ پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے عرس مبارک پر حضرت خواجہ صاحب کے مزار پرانوار پر لے جا کر ان کو مرید کر لیا۔

## پاک پٹن اور مہار کا سفر

بیعت کرنے کے کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب نے پاک پٹن شریف کا قصد کیا۔ خواجہ صاحب بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے۔ پاک پٹن پہنچ کر انہوں نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ تم مہار شریف جا کر اپنی والدہ سے مل آؤ۔

جب مہار شریف پہنچے تو ان کا حلیہ اور لباس بالکل درویشانہ تھا۔ سب سے پہلے وہ اپنے استاد حافظ محمد مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ ان کی والدہ سے کسی نے جا کر کہا کہ دہلی سے ایک درویش آیا ہے جو مسجد میں بیٹھا ہے۔ تم اس سے جا کر اپنے بیٹے کے متعلق دریافت کر لو۔ خواجہ صاحب کی والدہ نقاب اوڑھ کر مسجد میں آئیں اور اپنے بیٹے کا حال دریافت کیا۔ حافظ صاحب کو ہنسی آ گئی۔ خواجہ صاحب کو علم ہوا تو بے اختیار ماں کے قدموں میں گر پڑے۔

مہار میں آٹھ روز قیام کے بعد خواجہ صاحب نے روانگی کی اجازت مانگی۔ والدین نے مجبوراً اجازت دے دی۔ پاک پٹن شریف آئے تو شاہ فخر صاحب نے انہیں "برج نظامی" میں عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اس زمانے میں شاہ صاحب کے پاس جو آدمی بھی مرید ہونے کے لئے آتا وہ اسے خواجہ صاحب کے پاس بھیج دیتے اس طرح سینکڑوں اشخاص خواجہ صاحب کے حلقہ متوسلین میں شامل ہو گئے۔

عرس شریف ختم ہونے کے بعد شاہ صاحب نے خواجہ صاحب سے کہا: ابھی یہاں میرا ارادہ دو مہینے مزید قیام کرنے کا ہے' اس لئے تم اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ہو آؤ'

Marfat.com

خواجہ صاحب پھر مہار شریف آ گئے اور دو ماہ کے بعد جب پاکپتن شریف تشریف لائے تو ان کے ساتھ مہار شریف کا ایک قافلہ بھی تھا جو شاہ صاحب سے بیعت ہونے آیا تھا۔ شاہ صاحب نے سب کو بیعت فرمایا اور چند روز بعد خواجہ صاحب کے ہمراہ دہلی واپس آ گئے۔

## مہار شریف میں قیام کی ہدایت:

خواجہ صاحب باطنی علوم کی تکمیل کر چکے تو شاہ صاحب نے فرمایا: اے نور محمد! خلق را باتو کار خواہد بود۔ یہ سن کر آپ بڑے حیران ہوئے۔ عرض کیا: میں ایک کمترین پنجابی ہوں کس طرح اس اعلیٰ مرتبے کے لائق سمجھا گیا ——— چند روز بعد شاہ صاحب نے خلافت عطا فرما کر انہیں مہار شریف قیام کرنے کا حکم دیا۔ رخصت کرتے وقت یہ پانچ وصیتیں فرمائیں:

۱۔ میری وفات کی خبر تمہیں پہنچے تو واپس دہلی نہ آنا۔
۲۔ اس ملک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا۔
۳۔ کوئی شخص تمہیں تکلیف پہنچائے تو درگزر کرنا۔
۴۔ علماء' سادات اور بابا صاحب کی اولاد کی تعظیم و تکریم کرنا۔
۵۔ ایک امیر تمہارے دامن لطف سے وابستہ ہو گا' اس کی نگہداشت کرنا۔

کہتے ہیں خواجہ صاحب کے مہار شریف چلے جانے کے بعد شاہ فخر صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تن مٹکے من چھیرنا سرت ملوؤں ہار
مکھن لے گیا پنجابی چھاچھ پیو سنسار

مہار شریف آ کر خواجہ صاحب نے مسند ارشاد بچھائی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ نافع السالکین میں لکھا ہے:

ہزاران گروہ مردماں می آیند و زیارت می کنند۔ (ص ۸)

تاریخ مشائخ چشت میں ہے کہ خواجہ صاحب کی صحبت میں اس قدر کشش اور تعلیم میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو وہاں پہنچ جاتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا اور جو ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو جاتا اس کی زندگی میں حیرت انگیز تغیر واقع ہو جاتا۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی فرمایا کرتے تھے:

"ان کی مجلس میں عجیب تاثیر تھی' جو ان سے بیعت کرتا تھا' اس کی دنیا بدل جاتی

Marfat.com

تھی"۔ (نافع السالکین)

ہر شخص سے اس کی وضع، استعداد، لیاقت اور مذاق کے مطابق گفتگو فرماتے۔ گویا وہ ایسے طبیب کی مانند تھے جو مریض کے مزاج اور مرض کی نوعیت کو دیکھ کر دوائیں دیتا اور علاج کرتا ہے۔ اتباع شریعت پر بڑا زور دیتے تھے۔ مریدوں سے کہتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے لئے نمونہ بناؤ۔

## بابا صاحب سے محبت

خواجہ صاحب کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے بڑی محبت تھی۔ ہمیشہ جمعہ کی نماز پاک پٹن شریف میں ادا کرتے تھے۔ آخر عمر میں جب مزاج گرامی میں ضعف پیدا ہو گیا تو حضرت بابا صاحب کے ایما پر نماز حضرت تاج سرور میں پڑھنے لگے۔ (حدیقۃ الاخیار ص ۴۱)

## مرشد کی نظر عنایت

مولانا غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں:

حضرت مولانا را انچہ عنایت بے غایت و الطاف بے قیاس بحق

دے مصروف بود بحال احدے از خلفائے خود نبود۔ (جلد اول ص ۵۰۶)

یعنی حضرت مولانا شاہ فخر الدینؒ کی جو عنایت بے غایت اور الطاف بے قیاس ان پر تھا، اپنے خلفاء میں سے کسی پر نہ تھا۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نور محمد نے تمام عمر میری مرضی کے خلاف کوئی کام کیا اور نہ کبھی کوئی تکلیف پہنچائی۔

شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو میں دل میں حسرت لے کر دنیا سے جاتا۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں حضرت سید رسول نما کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے: حق تعالیٰ نے ہمیں جو پنجابی مرید دیا ہے، وہ خدانما ہے۔ خواجہ صاحب کی پیر سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے چھ مہینے مہار میں رہتے تھے اور چھ مہینے دہلی میں۔

## علالت اور وصال

خواجہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے غایت درجہ عشق تھا۔ ۱۱۹۹ء میں حضرت شاہ فخر

Marfat.com

صاحب کا وصال ہوا تو ان پر اس کا بے حد اثر ہوا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد وہ چھ برس زندہ رہے مگر اس طرح کہ طبیعت کبھی بحال اور خوش نہ رہی۔ مرشد کے وصال کے فوراً بعد ان کو "کاست بدنی" کی شکایت ہو گئی۔ اسی اثنا میں ان کے عزیز مرید اور خلیفہ حضرت نور محمد نارووالہ نے وصال فرمایا:

پھر تو یہ صدمہ دو چند ہو گیا۔ ان کے وصال کی خبر سنی تو ایک آہ سرد کھینچی اور یہ شعر پڑھا ۔

عرفی چہ نشستہ کہ یاراں رفتند
ماندی تو پیادہ وشہ سواراں رفتند

جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کے اصرار پر پوچھا کہ آپ کا مزار کہاں بنایا جائے۔ ارشاد فرمایا:

"میں غیب کا جاننے والا نہیں ہوں۔ حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ میں کہاں مروں گا"۔

آخر ۳ر ذی الحجہ ۱۲۰۵ کو وصال فرمایا۔ نواب غازی الدین خاں نے تاریخ وفات کہی ۔

حیف واویلا جہاں بے نور گشت

۱۲۰۵ھ

مزار شریف تاج سرور میں ہے۔ جو اب چشتیاں کے نام سے موسوم ہے اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

## عادات و خصائل

حدیقتہ الاخیار میں ہے کہ حضرت خواجہ صاحب وضو کرتے وقت پانی بہت ہی احتیاط سے استعمال فرماتے تھے۔ ہمیشہ وضو خود کرتے کسی سے مدد نہ لیتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ وضو کے بعد تولیہ استعمال کرتے۔ ظہر اور عشاء کے وضو کے بعد ریش مبارک میں شانہ فرماتے۔ شانہ کرتے وقت سورہ الم نشرح پڑھتے اور فرماتے: یہ فراخی رزق کے لئے بہت مفید ہے۔

نماز ہمیشہ با جماعت ادا فرماتے اور تعدیل ارکان اور آداب نماز کا بہت خیال رکھتے۔ حتیٰ کہ مستحب بھی ترک نہ کرتے تھے بعد نماز عشاء ہمیشہ سرمہ لگاتے۔ تین سلائی ایک

Marfat.com

آنکھ میں اور تین سلائی دوسری آنکھ میں۔

کھانا کم کھاتے تھے۔ اکثر گندم کی روٹی شوربے کے ساتھ کھاتے تھے۔ مونگ کی دال اور شلغم بھی پسند کرتے۔ ہر لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ دن کو روٹی پر گھی ڈال کر چھاچھ سے کھاتے۔ دودھ نصف کٹورہ سے زیادہ نہ پیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ قلت طعام، قلت کلام اور صحیح گفتگو انسان کے لئے نہایت ضروری ہے کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوتے اور تولیہ سے صاف کرتے۔ دانتوں کا خلال کرتے اور دعا پڑھتے۔

ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ سر پر کلاہ قادری جس کے کنارے پر مغزی لگی ہوئی ہوتی۔ پہنتے تھے۔ سفر میں دستار باندھتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میرے شیخ سے فرمان ہوا تھا کہ لباس اور غذا لطیف استعمال کرنا۔

چونکہ ہر معاملہ میں سنت نبویؐ کا خیال رکھتے تھے اس لئے عمر شریف بھی سنت کے مطابق تریسٹھ برس پائی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com

Marfat.com

## شہنشاہِ ولایت

# حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کی تاریخ میں بارہویں صدی ہجری کو بڑی اہمیت حاصل ہے' یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں کا آفتاب سلطنت و اقتدار تقریباً ایک ہزار سال چمکنے کے بعد غروب ہو رہا تھا۔ سلطنت مغلیہ کے اقتدار کی تجہیز و تکفین کی آخری رسوم ادا ہو رہی تھیں اور برصغیر میں سات سمندر پار سے آیا ہوا انگریز بڑی تیزی اور سرعت سے اپنے پاؤں پھیلا رہا تھا۔ ایسے نازک وقت میں دل شکستہ اور غم گرفتہ مسلمانوں کو جس شخصیت نے اتباع شریعت اور پیروی سنت کی طرف بلایا اور انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا وہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ تھے جنہوں نے برصغیر کے ہر مسلمان کے کانوں میں یہ بات پہنچائی:

"چونکہ تم نے اچھے اعمال چھوڑ دیئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو تم پر مسلط کر دیا ہے"۔

(نافع السالکین صفحہ ۱۰۹)

انہوں نے پوری قوت سے آواز بلند کی کہ حکومت و سلطنت چاہتے ہو تو پوری طرح اللہ کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ حضرت تونسویؒ کی دینی و روحانی سرگرمیوں کا سلسلہ محض برصغیر تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کا فیض کابل' ایران' لنکا' بدن اور ترکستان تک پہنچا اور لوگ جوق در جوق اس جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے جو دین کو سربلند کرنے کے لئے انہیں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے دیا تھا۔

### حضرت کی پیدائش اور تعلیم

حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۱۸۴ھ کو گرگوجی پہاڑ پر پیدا ہوئے۔ ابھی بچے ہی تھے

Marfat.com

کہ والد ماجد جناب محمد ذکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں رحلت فرما گئے ترکہ میں انہیں یتیمی اور غریبی کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ دل میں علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا' محلے کا ایک آدمی ملا یوسف جعفر پندرہ پاروں کا حافظ تھا' حضرت نے اس سے پندرہ پارے حفظ کئے۔ کوئی اور زیادہ پڑھا لکھا آدمی وہاں موجود نہ تھا۔ حصول علم کا شوق غالب آیا تو بے سرو سامانی کے عالم میں تن تنہا گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور پھرتے پھراتے کوٹ مٹھن آ پہنچے۔ کوٹ مٹھن میں ان دنوں قاضی احمد علی رحمتہ اللہ علیہ قرآن حکیم کا درس دیتے تھے۔ حضرت تونسویؒ ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

کوٹ مٹھن کو اس زمانے میں بہت بڑی اسلامی یونیورسٹی سمجھا جاتا تھا۔ طلباء دور دور سے علم حاصل کرنے کے لئے وہاں آتے تھے۔ حضرت تونسویؒ تحصیل علم کے بعد وہاں سے فارغ ہوئے۔ تو دل میں تبلیغ دین کا عزم بالجزم کیا۔ حضرت کی عمر اس وقت ۱۵ برس کی تھی اس زمانے میں قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی بڑی شہرت تھی۔ حضرت تونسویؒ کو معلوم ہوا کہ وہ قوالی بڑے ذوق و شوق سے سنتے ہیں۔ حضرت تونسوی کے جی میں آئی کہ تبلیغ کا آغاز حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ سے کرنا چاہیے۔ چنانچہ قوالی جیسے "خلاف شریعت" کام سے روکنے کے لئے ان کی خانقاہ میں جا پہنچے۔

دل میں تو یہ ارادہ لے کر گئے تھے کہ حضرت قبلہ عالمؒ سے مسئلہ سماع پر مناظرہ کریں گے لیکن جب ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو بات کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ زبان کا یہ حال کہ جیسے اسے تالا پڑ گیا ہے انہیں دیکھتے ہی سب سے پہلا خیال دل میں یہ آیا کہ اتنا پرنور اور حسین و جمیل چہرہ کسی خلاف شریعت کام کرنے والے کا نہیں ہو سکتا۔

ادھر قبلہ عالمؒ نے اپنی مجلس میں ایک نووارد مہمان کو دیکھا تو محبت سے اپنے قریب بلا لیا۔ اب جو نگاہیں چار ہوئیں تو حضرت تونسویؒ ایک نعرہ مار کر قبلہ عالمؒ کے قدموں میں گر پڑے۔

اللہ اللہ! کہاں وہ طنطنہ حضرت مہارویؒ کو تلقین و ہدایت کرنے کے لئے گھر سے نکلے تھے اور کہاں یہ حال کہ قدموں میں پڑ کر منت سماجت کر رہے ہیں اور ہدایت و ارشاد کے طالب ہو رہے ہیں۔

مرید ہونے کے بعد تقریباً چھ سال تک شب و روز وہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ قبلہ عالم نے انہیں آداب **الطالبین**' خفرات' لوائح' عشرہ کاملہ اور خصوص الحکم وغیرہ کتابیں پڑھائیں اور ریاضت و مجاہدات کے ذریعے باطنی علوم کی تکمیل کروائی۔ جب یہ

Marfat.com

ہو چکا تو انہیں خلافت عطا فرما کر تونسہ شریف بھیج دیا۔

## مرشد سے عشق

حضرت تونسویؒ کو اپنے مرشد سے بے پناہ عشق تھا' ان کی جدائی میں بے چین ہو جاتے۔ فرقت میں ذوق و شوق کا یہ عالم ہو جاتا کہ اکثر پیدل ہی مہار شریف روانہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ میاں غلام حیدر اور میاں عیسیٰ جعفر کو ساتھ لے کر مہار شریف بروانہ ہو گئے۔ راستہ میں پیروں سے خون جاری ہو گیا اور پاؤں کے دسوں ناخن انگلیوں سے جدا ہو گئے۔ آخر اس استقلال اور ہمت سے ۴۰ کوس کا سفر طے کیا اور یہ سب مصیبتیں جھیلتے ہوئے اپنے مرشد کے قدموں میں پہنچ گئے۔

(تاریخ مشائخ چشت ص ۶۱۷)

## مدارس کا اجرا

تونسہ شریف آکر حضرت نے محسوس کیا کہ دینی مدارس کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام کے قریب لانا چاہیے یہ وہ زمانہ تھا جب سر سید قوم کو شب و روز انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔ حضرت تونسوی نے سر سید کے برعکس دینی محاذ سنبھالا اور بہت سے مدارس قائم کئے۔ ان کے قائم کردہ ایک مدرسہ کا ذکر تاریخ مشائخ چشت میں موجود ہے۔ جو اس قدر بڑا اور شاندار تھا کہ اس میں پچاس اساتذہ بیک وقت طلباء کو علم دین سکھاتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت نے تونسہ شریف کو دارالعلوم بنا دیا تھا۔

## لنگر کا نظام

حضرت قبلہ عالم نے خلافت دے کر انہیں تونسہ شریف بھیجا تو ہدایت فرمائی کہ: کسی سائل کو اپنے دروازے سے خالی نہ لوٹانا۔ چنانچہ تونسہ شریف میں دن رات آپ کے لنگر خانے کا دروازہ کھلا رہتا تھا جہاں غربا اور مساکین آکر کھانا کھاتے۔

کھانے کے علاوہ انہوں نے درویشوں اور طالب علموں کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں۔ حجام' لوہار' موچی' دھوبی' آب کش اور طبیب ان کے لنگر خانے میں باقاعدہ ملازم تھے جو ہر وقت لوگوں کی خدمت کے لئے موجود اور تیار رہتے۔ لنگر سے ہر درویش کو

Marfat.com

تین پاؤ پختہ روٹی ملتی تھی۔ چھ مہینے کے بعد کپڑے اور جوتیاں ملتی تھیں۔ علاوہ ازیں ایک سیر تیل اور ضرورت کے مطابق گھی ملا کرتا تھا۔ ان مدرسین کے لئے جو رات دن درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ مراعات حاصل تھیں۔ ان کا کام چونکہ دماغی محنت کا تھا' اس لئے ان کو ایک سیر پختہ روزینہ' سیر بھر گھی ماہانہ اور ایک سیر تیل ملا کرتا تھا۔ لباس ان کو بھی چھ مہینے میں ہی ملتا تھا' لیکن ایک سفید لنگی اور ایک گوسفند اس کے علاوہ ہوتے۔

(خاتم سلیمانی ص ٦٦)

## حضرت کا نظام الاوقات

حضرت تونسوی" اپنے معمولات اور اوقات کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی فرماتے تھے' پچھلے پہر تہجد کے بعد ذکر جہر کرتے۔ نماز فجر سے قبل تھوڑی دیر آرام کرتے۔ جب اذان ہوتی تو مسجد میں تشریف لاتے۔ نماز کے بعد پھر حجرہ میں چلے جاتے اور چاشت کی نماز کے بعد باہر آتے۔ پھر مجلس عام شروع ہو جاتی۔ دوپہر سے قبل کھانا کھاتے اور کسی قدر قیلولہ کے بعد نماز ظہر ادا کرتے۔ پھر عصر تک کلام پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے عصر سے مغرب تک مسجد میں رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد پھر ذکر جہر کرتے۔ ذکر سے فراغت کے بعد ہر شخص کو حاضری کی اجازت ہوتی تھی۔ جب اس سے فرصت ملتی تو رات کا کھانا نوش فرماتے' پھر عشا کی نماز باجماعت پڑھنے کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ مناقب حافظیہ میں لکھا ہے کہ حضر و سفر میں حضرت کے ان معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔ حضرت ہر وقت اسم ذات کا ورد کرتے تھے۔ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق ہر شخص دن رات میں بیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے لیکن حضرت نے اس تعداد کو دوگنا کر دیا تھا یعنی وہ اڑتالیس ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتے تھے۔

## حضرت کی تعلیمات

حضرت تونسوی" متابعت رسول ؐ پر خصوصیت سے بہت زور دیتے تھے نافع السالکین میں فرماتے ہیں:

"خوب خصائل و حمیدہ افعال بغیر
متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہ شود"۔

Marfat.com

ناہ صاحب نے اپنے متوسلین میں "غم دین" کا جذبہ اور شعور پیدا کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دین کو بہرحال ہر معاملے میں فوقیت دینی چاہیے۔ وہ "غم دنیا" کو مومن کی شان سے فروتر سمجھتے تھے۔ اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

ہم دنیا مخور کہ بے ہود است
ہیچ کس درجہاں نیا سود است

نافع السالکین میں فرماتے ہیں:

"سالک را باید کہ غم دین خورد کہ مقصود وارین است"۔

حضرت تونسویؒ توحید کے معاملے میں سخت تھے' جب محسوس کرتے کہ مرید اپنے شیخ پر بے جا اعتقاد اور اس کی روحانی امداد پر بے جا اعتماد رکھتا ہے تو فوراً اسے ٹوکتے اور فرماتے تم اپنے پیر سے جس قدر امداد چاہتے ہو اور کائنات کے کاموں میں اس کا جس قدر دخیل خیال کرتے ہو' یہ سب باتیں اس کے احاطہ اختیار سے باہر ہیں۔ اللہ پر صحیح بھروسہ رکھو' اسی سے عرض مدعا کرو اور اسی پر اعتماد رکھو۔

"التجاد تکیہ بہ حضرت حق سبحانہ' و تعالیٰ باید کرونہ بغیراد"۔ (نافع السالکین ۶۴)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔ غیر اللہ پر تکیہ کرنا حادث ہے۔ حضرت اپنے مریدین و متوسلین کے ساتھ انتہائی محبت سے پیش آتے۔ ایک دفعہ ایک بڑھیا نے سوال کیا: حضرت! آپ رات دن خلق خدا کو بیعت کرتے رہتے ہیں اور ہر ایک یہ سمجھتا کہ قیامت کے دن آپ اس کے کام آئیں گے اور امداد کریں گے۔ مگر میں حیران ہوں کہ اربوں مخلوق میں سے آپ اپنے مریدوں کو کس طرح پہچان سکیں گے۔

ارشاد فرمایا:

"رات کا وقت ہوتا ہے اور چھ سات چرواہے اپنی اپنی بھیڑیں ملا دیتے ہیں اور پھر جب چاہتے ہیں ہر ایک اپنے ریوڑ کو جدا کر لیتا ہے۔ حالانکہ سب بھیڑیں ہم رنگ ہوتی ہیں اور حالانکہ سب لوگ چرواہوں کو احمق اور بیوقوف کہا کرتے ہیں تو کیا میں اپنے مریدوں کو شناخت نہ کر سکوں گا"۔

حضرت اہل سنت و الجماعت کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کو بہت ضروری سمجھتے تھے۔ نافع السالکین میں فرماتے ہیں:

"علم بغیر عمل' و عمل بغیر عقیدہ۔

صاف کہ اہل سنت و جماعت است فائدہ ندہد"۔ (صفحہ ۵۰)

Marfat.com

یعنی علم بغیر عمل اور عمل بغیر عقیدہ اہل سنت و الجماعت فائدہ نہیں پہنچاتا۔
"والدین کی خدمت پر بڑا زور دیتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

والدین کی خدمت اور فرمانبرداری دل اور جان سے کرنی چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ والدین کعبتہ اللہ کی مانند ہیں جو والدین کو رد کرتا ہے وہ خود کبھی مقبول نہیں ہو گا"۔

فرمایا کرتے تھے کہ دین اور دنیا دونوں میں کامیابی کا انحصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے۔ ان کی متابعت کے بغیر حصول مقصد ناممکن ہے۔ حکومت بھی اس وقت مل سکتی ہے جب زندگی کے ہر شعبہ میں اس "اکمل ترین انسان" کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اسی وقت ممکن ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسولؐ کے طے نہیں کی جا سکتیں۔
(تاریخ مشائخ چشت ص ۶۴۵)

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرمائیے کہ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو' ہم کفار کی حکومت سے تنگ آ گئے ہیں۔ فرمایا: مسلمانوں کی حکومت نہیں اللہ کی حکومت کہو' مسلمان اپنی نہیں اللہ کی حکومت قائم کرتے ہیں۔

"حاکم حق تعالیٰ است
الیس اللہ با حکم الحاکمین"۔
(نافع السالکین)

اعلائے کلمتہ الحق حضرتؒ کی زندگی کا مشن تھا۔اسد خاں حاکم سکھر کے بارے میں جب لوگوں نے آپ کو بتایا کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش نہیں آتا تو شاہ صاحب نے اس کو ڈانٹا اور تنبیہہ کی:

"اسد خاں! ظلم ترک کر دے۔ تیری حکومت میں اگر ہمیں کوئی فائدہ ہے تو صرف یہ کہ اذان سننے میں آتی ہے' رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کر' ورنہ میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑے دنوں ہی میں سکھوں کی فوج آنے والی ہے"۔

## حضرت کے خلفاء

حضرت نے کم و بیش ۷۰ بزرگوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ ان خلفاء میں حضرت

Marfat.com

حاجی نجم الدین صاحبؒ، حضرت حافظ محمد علی خیر آبادیؒ اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت کی بے شمار کرامات مشہور ہیں، لیکن ان کی سب سے بڑی کرامت ان کا اسوۂ حسنہ ہے جس نے انہیں ایک عالم کی نگاہوں میں ممتاز کر دیا اور جو ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے۔

حضرت کا وصال یکم صفر ۱۲۶۷ھ کو جمعرات کے روز ہوا۔ تونسہ شریف میں حضرت کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

## درویش اقلیم ولایت

# حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر ہندو پاک کی سرزمین مسلمان بادشاہوں نے اپنے زور بازو سے فتح کی تھی، لیکن سلطنت دل پر حکمرانی کرنے والے وہ خرقہ پوش اور بادیہ نشین درویش تھے، جن کی زندگی کا ایک ایک عمل قرآن حکیم کی تفسیر اور سنت نبویؐ کی تصویر تھا۔ ان مردان حق کی پوری زندگی ایک ہی مقصد کی خاطر تھی اور وہ مقصد تھا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کی سر بلندی!

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا شمار بھی انہی مردان خدا میں ہوتا ہے جن کے ارشاد تلقین سے بے شمار گمراہان بادیہ ضلالت نے ہدایت پائی۔ ان کا ہر تربیت یافتہ نہ صرف یہ کہ خود راسخ العقیدہ مسلمان تھا بلکہ فروغ احیائے اسلام کا ایک ''انسٹی ٹیوشن'' تھا۔

تیرھویں صدی ہجری کا پہلا عشرہ تھا کہ حضرت خواجہ کے جد امجد حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ نے اپنے مرشد کے حکم پر تونسہ شریف میں مسند ارشاد بچھائی۔ یہ وہ دور تھا کہ سلطنت مغلیہ کی رہی سہی حکومت بھی ختم ہو چکی تھی اور پنجاب سکھوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں کا اقتدار تیزی سے بڑھ رہا تھا اور مسلمانوں پر مغلوبیت و افسردگی کی کیفیت طاری تھی۔ شاہ صاحب نے ان حالات کا بڑی متانت سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں میں قرآن و سنت کا شعور پیدا کئے بغیر احیائے اسلام کا کام ممکن نہیں۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی نے تقریباً ساٹھ برس تک تونسہ کو مرکز بنا کر احیائے اسلام کی جدوجہد جاری رکھی۔ ان کی جدوجہد سے بالخصوص شمال مغربی سرحدی مسلمانوں کی عملی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ نافع السالکین میں ایک مسلمان سیاح کی یہ رائے درج ہے

Marfat.com

کہ:

"میں نے خراسان اور ہندوستان میں گشت کیا ہے لیکن کہیں ایسی دینداری نہیں دیکھی جیسی بخارا اور تونسہ میں نظر آتی ہے۔ تونسہ میں آں صاحب (حضرت شاہ سلیمان) کی وجہ سے بڑی دینداری ہے۔ (صفحہ ۱۷۰)

حضرت شاہ سلیمان تونسوی ۱۲۶۷ھ میں جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے خدمت اسلام کی یہ عظیم الشان ذمہ داری اپنے پوتے حضرت خواجہ اللہ بخش کو سونپ دی۔ حضرت خواجہ اللہ بخش نے عرض کیا:

بابو! من از تو ہیچ چیز دیگر نمی خواہم پس ہمیں می خواہم کہ نعلین فقیران ترا راست کنم۔

بابو! میں آپ سے کوئی چیز طلب نہیں کرتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے فقراء کی جوتیاں سیدھی کروں۔

یہ سن کر شاہ صاحب پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمایا:

**ونفخت فیہ من روحی**

یہ کہتے ہی جاں، جان آفرین کے سپرد کی۔

حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد حضرت شاہ غلام نظام الدین (حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے پڑپوتے) نے خواجہ اللہ بخش کے سرپر دستار رکھی اور انہیں مسند سجادگی پر بٹھایا۔

خواجہ اللہ بخش تونسوی نے اپنے جدامجد کے پاکیزہ مشن کو بڑی ذہانت اور تندہی سے آگے بڑھایا۔ خواجہ حسن نظامیؒ (جو گیارہ برس کی عمر میں تونسہ شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ اللہ بخش کے مرید ہوئے تھے) "نظامی بنسری" میں لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے پوتے حضرت خواجہ اللہ بخش نے سلسلے کو اتنا پھیلایا کہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی کے خلفاء ان کے زمانے تک اتنا سلسلہ نہیں پھیلا سکے تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے خواجہ اللہ بخش کے دل و دماغ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیت اصلاحی اور تبلیغی جدوجہد میں صرف کی۔

حضرت خواجہ اللہ بخش ماہ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو تونسہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی

Marfat.com

خواجہ گل محمد تھا۔ خواجہ صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب تعلیم حاصل کرنے کی عمر ہوئی تو حضرت شاہ سلیمان نے اپنی نگرانی میں انہیں مولوی محمد امین کے سپرد کیا۔ جنہوں نے آپ کو قرآن مجید' حدیثؒ' صرف و نحو اور فارسی کتب پڑھائیں۔

علوم ظاہری میں کمال حاصل کر چکے تو حضرت شاہ محمد سلیمان نے سلوک و معرفت کی طرف توجہ دلائی۔ ریاضت و عبادت میں آپ کی دلچسپی بڑھی تو حضرت شاہ سلیمان تونسوی نے آپ کو بیعت کر لیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اپنی "دلائل الخیرات" انہیں عطا فرمائی اور کہا : اب یہ ہم سے نہیں پڑھی جاتی۔ تم ہی ہماری طرف سے پڑھ لیا کرو اور مریدوں کے شجروں پر ہماری طرف سے دستخط بھی خود ہی کر دیا کرو۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے سجادے پر بیٹھنے کے بعد خواجہ صاحب نے تبلیغ دین کی خاطر تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ بیکانیر میں تین چار روز ٹھہرے اور بے شمار مخلوق کے سینے ایمان کی روشنی سے منور کیے۔

خواجہ صاحب عوام میں رہ کر بہت خوش ہوتے تھے امیروں کی صحبت انہیں پسند نہ تھی۔ راجہ سردار سنگھ والی بیکانیر نے خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی تو فرمایا :

مافقیریم از ملاقات مایاں
تراچہ سود است دریں جانیائی

دہلی آئے تو ان کی قیام گاہ پر بہادر شاہ ظفر ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ انہیں علم ہوا تو مکان کے دوسرے دروازے سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ لوگوں نے بہت منت سماجت کی تو واپس تشریف لائے۔

خواجہ صاحب کے دل میں اہل دنیا کی قطعی وقعت نہ تھی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا :

"خواجہ اللہ بخش صاحب کی نظر میں اہل دنیا کی ایک ذرہ کے برابر بھی وقعت اور قدر نہ تھی۔ وہ بے حد غریب نواز تھے۔ دنیا داروں کو بہت حقیر اور بے مقدار جانتے تھے۔ اس معاملہ میں خواجہ اللہ بخش جیسا کوئی درویش نہ دیکھا نہ سنا گیا۔

(ملفوظات طیبہ صفحہ ۱۴۲)

Marfat.com

خواجہ صاحب کو ابتدائی عمر میں اچھے لباس کا بہت شوق تھا۔ سواری کے لئے اچھی نسل کی گھوڑیاں بھی رکھتے تھے۔ تعمیرات کا بھی بے حد شوق تھا۔ لیکن مسند سجادگی پر بیٹھتے ہی شان و شوکت کی زندگی کو خیرباد کہہ دیا۔ البتہ فن تعمیر سے آخر تک شغف رہا اور کئی مساجد' مدرسے' کنوئیں اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ خاتم سلیمانی کے مصنف نے لکھا ہے کہ ان کی تعمیر کردہ عمارات شہر کے تقریباً نصف حصہ کو محیط ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تاریخ مشائخ چشت میں فاربس کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے:

"ان میں (خواجہ اللہ بخش) میں انتظام و تعمیر کے کام کی بڑی لیاقت تھی۔ انہوں نے لنگر خانے' سرائیں اور مکانات وغیرہ بنائے۔ جب ان کے دادا کے پرانے خلفاء کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچے مکانات کو گرا دیا اور درگاہ مسجد کو فراخ کیا اور ان کے گرد پختہ اینٹوں کی مدد سے درویشوں اور مولویوں کی رہائش کے لئے مکانات بنوائے۔

(صفحہ ۷۲۰)

خواجہ صاحب انتہائی خلیق اور ملنسار تھے۔ ان کی شخصیت میں اتنی جاذبیت اور موہنی تھی کہ جو بھی ایک دفعہ ملتا۔ مانوس ہو جاتا۔ دوست دشمن سب پر ان کے اخلاق کریمانہ کا اثر پڑتا تھا۔ خاتم سلیمانی کے مصنف نے ایک ہندو کا واقعہ لکھا ہے۔ جو آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا تھا۔ خواجہ صاحب نے اس کا اسلامی نام غلام رسول رکھا اور اسے بطور خاص اپنی نگرانی میں تفسیر' حدیث اور فقہ کی تعلیم دلائی۔ وہ بیشتر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتا اور حضرت کے دوسرے مریدین و خلفاء کی طرح رات عبادت و ریاضت میں اور دن درس و تدریس میں گزارتا۔

خواجہ صاحب طبقہ علماء کی اصلاح و تربیت پر بہت زور دیتے تھے اور انہیں ملت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ علماء سدھر جائیں تو ساری قوم سدھر جاتی ہے۔ ایک مرتبہ کسی مسئلے پر مختلف علماء نے مختلف فتوے دیئے اور گروہ بندی کے زیر اثر شریعت کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ خواجہ صاحب کو علم ہوا تو بھری مجلس میں ان علماء کی مذمت کی اور انہیں فتویٰ کی ذمہ داری اور اہمیت سے روشناس کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کے ایماء پر نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت خواجہ

Marfat.com

صاحب بستر علالت پر زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔ مرزا کا یہ دعویٰ سنتے ہی بستر سے اٹھ بیٹھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ از سر نوجوانوں کی طرح توانا ہو گئے ہیں۔ میدان عمل میں نکل آئے اور مرزا کو للکارا کہ خبردار! یہ کفر بکنے سے باز آؤ۔ ساتھ ہی اپنے مریدین اور خلفاء کو حکم دیا کہ قادیانی فتنہ کو کچلنے کے لئے سربکف میدان میں اتر آئیں اور تحفظ ختم نبوت کے فریضے کو ہر کام سے زیادہ اہمیت دیں۔ افسوس خواجہ صاحب کی عمر نے وفا نہ کی اور آپ ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۳ر ستمبر ۱۹۰۱ء کو وصال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

Marfat.com

## شمس العارفین

# حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ ۱۲۱۴ھ کو سیال شریف (ضلع سرگودہا) میں پیدا ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی اور مسلمانوں پر ان کا ظلم و ستم روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ خود خواجہ صاحب کے والد ماجد میاں محمد یار اپنی حق گوئی اور حریت پسندی کے باعث سکھوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور ہوشربا مصائب برداشت کئے۔

دوسری طرف انگریز مسلمانوں کے پایہ تخت دہلی کے خلاف دن رات ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے اور اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کی جمی جمائی سلطنت ختم کر کے اپنا تسلط قائم کر لیں۔

خواجہ صاحب کے والد ماجد نے اس صورت حال کا بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک مسلمان صحیح معنوں میں راسخ العقیدہ مسلمان نہیں بنتے۔ انگریزوں اور سکھوں کا بڑھتا ہوا سیلاب نہیں روکا جا سکتا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے خواجہ شمس الدین کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا دینی تعلیم حاصل کر کے تبلیغ اسلام کی اعلیٰ خدمات انجام دے۔

خواجہ صاحب کو عام بچوں کی طرح کھیل کود سے کوئی شغف نہ تھا۔ ان کے والد نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے انہیں قریبی مدرسے میں داخل کیا تو انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ بعد ازاں وہ اپنے ماموں میاں احمد الدین کے ساتھ میکی ڈھوک (علاقہ پنڈی گھیپ) تشریف لے گئے۔ جہاں چند ماہ میں انہوں نے نام حق اور کریما وغیرہ کتابیں پڑھ لیں۔ پھر وہ مکھڈ چلے گئے جہاں تیرہ برس مقیم رہ کر انہوں نے دینی علم حاصل

Marfat.com

کیا۔

مکھڈ میں مولوی علی محمد صاحب کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ خواجہ صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرنے لگے۔ اپنے تعلیمی ذوق و شوق کے باعث ہم سبقوں میں انہیں امتیاز حاصل تھا۔ مولوی صاحب کو بھی ان کی ذہانت اور علمی انہماک نے بڑا متاثر کیا۔ خواجہ صاحب پر وہ خصوصی کرم فرمانے لگے۔ کھانے کے وقت دستر خوان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور علمی مسائل پر گفتگو کرتے۔ ان علمی صحبتوں سے خواجہ صاحب کی دبی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہو گئیں اور مزید علم حاصل کرنے کا شوق ان میں تیز تر ہو گیا۔

اتفاق سے انہی دنوں خواجہ صاحب کو کابل جانے کا موقع مل گیا۔ وہ یوں کہ محمد امین نامی ایک تاجر بسلسلہ تجارت افغانستان جانے لگا۔ خواجہ صاحب کی نیکی اور پارسائی کا وہ معترف تھا۔ اس نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ وہ حصول برکت کے لئے خواجہ شمس الدین کو ان کے ساتھ بھیج دیں۔ مولوی صاحب نے خواجہ صاحب سے مشورہ کیا اور ان کی رضامندی کے بعد انہیں میاں محمد امین کے ساتھ افغانستان روانہ کر دیا۔

میاں محمد امین کو افغانستان میں کافی عرصہ رکنا پڑا۔ خواجہ صاحب نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا کابل کے معروف و تبحر عالم حافظ دراز صاحب سے ہدایہ شریف پڑھی اور حدیث شریف کی سند بھی حاصل کی۔

کابل سے تحصیل علم کے بعد خواجہ صاحب مکھڈ واپس آئے تو یہاں مولوی علی محمد صاحب کا حال ہی دوسرا تھا۔ علم و فضل میں پہلے ہی یگانہ روزگار تھے، اب کسی مرشد کامل کے متلاشی تھے، دن رات روتے اور دعائیں کرتے کہ الٰہی کوئی رہبر راہ حقیقت ملے جو قلب مضطر کی تسکین کا سامان کر سکے۔ ادھر خواجہ صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ علوم دینی حاصل کر چکے تھے اور باطنی تعلیم کا شوق دل میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

انہی دنوں کسی اہل دل سے انہوں نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی تعریف سنی۔ شوق زیارت بڑھا تو یہ استاد شاگرد دونوں حضرت خواجہ صاحب تونسوی کی زیارت کے لئے تونسہ شریف روانہ ہو گئے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ نے خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی سے ان کی بیعت کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے، ذرا انہی سے سنئے:

..... دونوں قبلہ عالمیان شہنشاہ اقلیم ولایت حضرت شاہ محمد سلیمان رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

کے در اقدس پر پہنچے۔ حضور نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی کھڈ سے۔ مزید استفسار فرمایا: مولوی صاحب بخیریت تھے؟ عرض کی وہ خاکسار میں ہی ہوں۔ حضور نے اٹھ کر گلے سے لگا لیا اور بڑی عزت و تکریم کی۔ رہائش کے لئے انہیں ایک الگ حجرہ مرحمت فرمایا۔

مولانا تو اپنی اقامت گاہ پر فروکش ہو گئے لیکن شمس معرفت (حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی) حضرت پیر پٹھان کو دیکھتے ہی ہزار جان اور ہزار دل سے فریفتہ ہو گئے اور اتنا یارائے صبر بھی نہ رہا کہ اپنے استاد محترم کا انتظار کریں۔ موقع ملتے ہی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے گزارش کی۔ مرشد کامل نے ازراہ عنایت و بندہ نوازی شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور نماز مغرب کے بعد نفس اوابین اور حفظ الایمان اور ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا سردست تمہارے لئے اتنا وظیفہ کافی ہے جب تحصیل علم سے فراغت پا کر آؤ گے۔ اس وقت مزید کرم فرمایا جائے گا۔ اس سعادت ازلی سے بہرہ ور ہو کر اپنے استاد محترم کے پاس حاضر ہوئے اور آرام فرمایا۔

مولانا نے چند روز توقف کے بعد بیعت کے لئے عرض کی۔ حضور نے فرمایا: آپ بہروجہ افضل و اکمل ہیں آپ کا علم و فضل مشہور عالم ہے۔ آپ کو اس فقیر سے بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت مولانا نے بصد ادب و نیاز عرض کی کہ قبلہ! میں نے علم اس لئے تو نہیں پڑھا کہ یہ محرومی کا باعث ہو اور میں اس نعمت سرمدی سے بے بہرہ رہوں! میں نے علم ہدایت پذیری کے لئے پڑھا ہے۔ اس لئے حضور اس خاکسار پر نظر کرم فرمائیں اور مجھے اپنی غلامی کی عزت سے محروم نہ رکھیں۔ علم و فضل کے باوجود مولانا کی اس نیاز مندی کو حضور نے بہت پسند فرمایا اور کچھ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ان وظائف کے پڑھنے سے مولانا کے دل کی پہلی صفائی بھی عطا رہی۔ ذوق و شوق کی جو چنگاری سلگ رہی تھی وہ پھر سرد پڑ گئی۔ آپ اس صورت حال سے بڑے غمزدہ ہوئے اور اپنی کیفیت عرض کی۔ حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ "ایک لڈے تے بیا آدے"۔ یعنی ایک رخصت ہو تو دوسرا آئے۔ آپ کے پہلے واردات رخصت ہوں گے۔ تب نئی کیفیات کا ورود ہو گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد مولانا کے دل میں درد و سوز اور ذوق و شوق کی وہ کیفیت پیدا ہو گئی' جس کا بیان زبان قلم سے ممکن نہیں۔

مولانا نے چھ ماہ تک شہباز لامکانی کے آستانہ عالیہ پر قیام کیا۔ نعمت دیدار' توجہ باطنی

Marfat.com

اور کرمہائے بے پایاں سے محفوظ ہوتے رہے۔ چھ ماہ بعد حضور نے آپ کو طلب فرمایا۔ بیعت بھی کیا اور نعمت باطنی سے بھی مالا مال کرکے خرقہ خلافت بھی مرحمت فرمایا اور واپس مکھڈ جانے کی اجازت دی۔ مولانا بہمراہی سرد گلبن وحدت مراجعت فرمائے مکھڈ شریف ہوئے"۔ (ضیائے حرم' مارچ ۱۹۷۳ء)

مولوی علی محمد کی اولاد نہ تھی۔ اب مکھڈ واپس آئے تو اپنا تمام اثاثہ خواجہ صاحب کے حوالے کر دیا۔ نیز مدرسہ کا انتظام و انصرام بھی انہی کے سپرد کر دیا۔

ادھر سیال شریف میں خواجہ صاحب کے والدین ایک عرصہ سے ان کے فراق میں تڑپ رہے تھے ان کی خواہش تھی کہ وہ جلد اپنے بیٹے کی شادی کی مسرتیں دیکھیں۔ جب خواجہ صاحب شادی کی ذمہ داریاں قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے حضرت خواجہ صاحب تونسوی" کو عریضہ لکھا اور امداد کی درخواست کی۔ حضرت تونسوی" نے مولوی صاحب کو لکھا:

"مولویا! تو نے اس فقیر کو کیوں اسیر کر رکھا ہے' اس کو فوراً باپ کے پاس بھیج دے اور ساتھ ہی خواجہ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ فوراً سیال شریف چلے جائیں اور والدین کے حسب منشا نکاح سے فراغت حاصل کریں"۔

مرشد کامل کا حکم ملتے ہی خواجہ صاحب سیال شریف کے لئے روانہ ہو گئے جہاں پہنچتے ہی ان کے چچا میاں احمد یار کی دختر کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب کی عمر ۳۴ سال تھی۔

نکاح کے بعد خواجہ صاحب نے سیال شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا اور وہیں درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

مرشد سے محبت کا یہ حال تھا کہ سیال میں کئی کئی بار تونسہ شریف حاضر ہوتے اور فیوض باطنی سے مالا مال ہو کر لوٹتے۔ خواجہ صاحب نے مرشد کامل کے ہمراہ چودہ مرتبہ مہار شریف، کا سفر کیا اور اس شان سے کہ ان کا سامان اپنے کندھوں پر رکھ کر ان کی سواری کے آگے پیدل چلتے۔

ایک دفعہ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی" کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مشتاقان دید کا ہجوم تھا۔ اس اثنا میں ایک نورانی صورت بزرگ آئے اور کچھ دیر بیٹھ کر رخصت ہو گئے۔ ابھی وہ تھوڑی دور گئے تھے کہ حضرت تونسوی نے حاضرین مجلس سے

Marfat.com

فرمایا کہ یہ بزرگ جو ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔ حضرت خضر تھے جس شخص کے دل میں ان کی زیارت کا شوق ہو وہ جائے اور زیارت کرے۔

تمام خلقت دیوانہ وار زیارت خضر کے لئے دوڑ پڑی۔ صرف خواجہ شمس الدین وہیں بیٹھے رہے۔ حضرت تونسویؒ نے پوچھا: کیا تمہیں خضر کی زیارت کا شوق نہیں ہے؟ یہ سن کر خواجہ نے زمین ادب چومی اور دست بستہ عرض کی: قبلہ عالم! میں اس کی زیارت کر رہا ہوں، جس کی زیارت کے لئے خضر آتا ہے۔

یہ جواب سن کر حضرت خواجہ صاحب تونسویؒ خوش ہوئے اور دعا فرمائی: اللہ سائیں! میرے سیال نوں رنگ لائیں۔

۳۶ سال کی عمر میں حضرت خواجہ صاحب تونسویؒ نے ان کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ہدایت فرمائی۔ بیعت کا کام پورے اہتمام سے کرنا اور جو طالب ہدایت آئے، اسے خالی نہ لوٹانا۔

کچھ عرصہ بعد خواجہ صاحب پھر تونسہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت تونسوی نے دریافت فرمایا: کیا کسی کو بیعت کیا ہے؟ عرض کی: مخدوما! صرف میرے والدین نے میری بیعت کی ہے۔ یہ سن کر حضرت پیر پٹھان جلال میں آ گئے اور فرمایا: "تو وہ شاہباز ہے کہ سارا عالم تیرا صید زبوں ہے۔ بزرگان چشت اہل بہشت کے فیوض و برکات سے ہر طالب کا سینہ معرفت کا گنجینہ بنا دے"۔

اب خواجہ صاحب سیال شریف آئے تو آپ کی خانقاہ مرجع خلائق تھی، لوگ آتے اور نور معرفت سے اپنے سینے روشن کر کے واپس جاتے۔

آپ کی خانقاہ میں لنگر کا خاص اہتمام تھا۔ ہر آنے والے کو لنگر سے کھانا اور رہائش کے لئے چارپائی اور بستر مہیا کیا جاتا۔ مضافات کے مفلس اور مسکین بھی آپ کی خانقاہ سے سیر ہو کر کھاتے۔ کئی لوگ مستقلاً آپ کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ جن کو خوراک و رہائش کے علاوہ کپڑا بھی مہیا کیا جاتا تھا۔

خواجہ صاحب کا اخلاق بہت بلند تھا، ہر آنے والے سے خلوص اور محبت سے ملتے۔ پریشان لوگوں کی داستان درد سنتے اور مناسب حال تدبیر فرماتے۔

شریعت کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ نماز باجماعت کی سختی سے ہدایت فرماتے تھے۔ مسلمانوں کو محبت اور اتحاد سے زندگی گزارنے کی تلقین کرتے۔ سماع کے قائل تھے۔

Marfat.com

ایک شخص سماع کی وجہ سے آپ کا سخت مخالف تھا اور اکثر طعنہ زنی کرتا تھا۔ کسی نے خواجہ صاحب سے اس کی مخالفت کا حال بیان کیا اور کہا کہ وہ آپ سے سخت عناد رکھتا ہے اور سماع کو حرام بتاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ عجیب مسلمانی ہے کہ لوگ عناد اور تعصب کو جائز سمجھتے ہیں اور سماع کو حرام بتاتے ہیں' حالانکہ سماع کے وسیلے سے آپ لوگ واصل بحق ہوئے ہیں۔

سماع بالمزامیر سے آپ اجتناب کلی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی خدمت میں تین قوال آئے اور مزامیر کے ساتھ قوالی کی اجازت چاہی۔ فرمایا اپنی سارنگیوں پر غلاف چڑھا دو۔ اگر کچھ سنانا ہے تو سازوں کے بغیر سناؤ"۔

حضرت خواجہ صاحب ۲۴ر صفر ۱۳۰۰ھ کو واصل بحق ہوئے۔ "مرآۃ لعاشقین" میں آپ کے وصال کا حال بڑی تفصیل سے مندرج ہے۔ اس کے مولف سید محمد سعید لکھتے ہیں :

۱۸ر صفر ۱۳۰۰ھ بروز ہفتہ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولوی معظم دین مردلوی' مولوی غلام محمد گجراتی' امام بخش نذر بردار' غلام محمد درویش پوٹھوہاری تینوں صاحبزادگان اور دوسرے یاران طریقت بھی حاضر تھے۔ آج علی الصبح جب آپ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ کئی قسم کی دوائیں کی گئیں۔ لیکن فائدہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ضعف بدن انتہا کو پہنچ گیا۔

صاحبزادہ محمد الدین صاحب منگل ۱۲ر صفر کو تونسہ شریف سے واپس آئے اور خواجہ شمس العارفین کی مزاج پرسی کی۔ آپ نے حسب مقدور گفتگو کی اور تونسوی صاحبزادگان اور درویشوں کے حالات دریافت کئے۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے لیہ سے جو مقوی ادویات مثلاً یاقوت مفرح وغیرہ ۲۸ روپے میں خریدی تھیں۔ آپ کی خدمت میں پیش کیں اور ایک گولی روزانہ کھلانی شروع کی۔ بعض وقت ماء اللحم اور روغن بادام بھی استعمال ہوتا تھا لیکن بخار بدستور برقرار رہا۔

۲۰ر صفر کو گھر سے مستورات اور گاؤں کی دوسری عورتیں عیادت کو آئیں اور دعائے خیر کے بعد چلی گئیں۔

۲۱ر صفر کو آپ کی صحت کے لئے ایک ختم قرآن پڑھا گیا۔ ۲۲ر صفر کو ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا گیا اور ایک بکری اور غلہ مسکینوں میں تقسیم کیا گیا۔

Marfat.com

وصال کی رات صاجزادہ فضل الدین صاحب بے قراری کی وجہ سے بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔

یالیت قبل منیتی یوما افوذ لمنیتی
بحر اتلاطم رکبتی اظل املاء قربتی

جب خواجہ صاحب نے یہ شعر سنا تو فرمایا: اے فرزند! یہ شعر پھر پڑھو۔ صاجزادہ صاحب نے روتے روتے وہ شعر پڑھا۔ آپ نے دست مبارک ان پر رکھا اور بے حد شفقت فرمائی۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

جان جانم راںجود آگاہ کن
لطف خویشم ہمدم و ہمراہ کن

پھر صاجزادہ صاحب نے یہ شعر پڑھے:۔

سرمد اگرش وفاست خود می آید
درآمدنش رواست خود می آید
بیہودہ چرا درپئے اوی گردی
بنشیں گراوخدا است خود می آید

اس کے بعد صاجزادہ صاحب نے عرض کی کہ دعا فرمائیں مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ لیکن نقاہت کے سبب آپ کے الفاظ سمجھے نہ جا سکے۔ اس کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے صاجزادے فضل الدین صاحب کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ صاجزادہ صاحب نے عرض کیا کہ اس مسکین کو فیوضات رحمانی میں سے کوئی چیز عنایت ہو' آپ نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی" کی طرف رہنمائی کی کہ وہیں جایا کرو۔

پھر آپ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ صبح طلوع ہو گئی ہے یا نہیں؟ دو تین مرتبہ آپ نے اس طرح استفسار کیا۔ پھر پوچھا: "مہینے کی تاریخ اور دن کونسا ہے؟" کسی نے عرض کیا جمعہ اور صفر کی ۲۴ر تاریخ ہے۔ یہ سن کر آپ نے تسبیح ہاتھ میں پکڑی اور چند مرتبہ درود شریف پڑھا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو دو رکعت فرض نماز فجر اشارے کے ساتھ پڑھ کر ذکر پاس انفاس میں مشغول ہوئے۔ پھر مجلس نشینوں کی طرف رخصتی کی نظر کے ساتھ دیکھا اور اپنا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کر لیا۔ اس کے بعد جسم مبارک میں

Marfat.com

کچھ جنبش پیدا ہوئی اور آپ پر وصال کی علامت طاری ہوئی۔ تمام صاحبزادگان اور درویش بے اختیار ہو کر گریہ و زاری کرنے لگے۔ ایک لمحے کے بعد آپ نے ایک سانس بھری اور پھر جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی غلام سرور لاہور نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔

دریغا صد دریغا صد دریغا
کہ شمس الدین امام العارفین رفت
ہزار افسوس کیں مہر جہاں تاب
بہ اوج عرش از فرش زمیں رفت
چو سرور جست تاریخش زہاتف
بگفتا شمس اوج علم دیں رفت

۱۳۰۰ ھ

آپ کے متعدد خلفاء تھے، جنہوں نے برصغیر ہندو پاک میں سلسلہ کی خوب اشاعت کی۔ آپ کے خلفاء میں پیر سید حیدر علی شاہ جلال پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی خاص طور پر بہت مشہور ہیں۔ آپ کے ایک خلیفہ سید محمد شاہ غزنوی نے خراسان کے علاقہ میں بسلسلہ کو بہت پھیلایا۔ خواجہ صاحب کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی سجادہ نشیں ہوئے۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہم۔

Marfat.com

مردِ حق آگاہ

# حضرت سید غلام حیدر شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ

## ولادت و خاندان

حضرت پیر حیدر علی شاہ بروز جمعہ ۳؍ صفر المظفر ۱۲۵۴ھ بمطابق ۲۶؍ اپریل ۱۸۳۸ھ کو جلالپور (جہلم) میں پیدا ہوئے۔ دسویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے جا ملتا ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے:

سید غلام حیدر علی شاہؒ ابن سید جمعہؒ شاہ بن سید کاظمؒ شاہ بن سخیؒ شاہ بن قائمؒ دین بن لکھیؒ شاہ بن گلابؒ شاہ بن رسولؒ شاہ بن علم دینؒ شاہ بن کمالؒ دین شاہ بن مخدوم جہانیاں بن سید احمد کبیرؒ بن سید جلال الدینؒ بخاری بن احمدؒ دین بن محمدؒ دین بن فضلؒ دین بن نور الدینؒ بن سیدؒ جلال بن علیؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ بن احمدؒ بن جعفر ثانیؒ بن امامؒ حسن عسکری بن امامؒ تقی بن امامؒ محمد نقی بن امام علی موسیٰؒ رضا بن امامؒ موسیٰ کاظم بن امام جعفرؒ صادق بن امام محمدؒ بن امام زینؒ العابدین بن سید الشہدا حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

## حلیہ مبارک

ذکر حبیب میں مرقوم ہے: آپ نہایت خوبصورت تھے۔ رنگ گندمی مگر زیادہ سفیدی مائل تھا، دراز قامت، قوی الجسم تھے، متناسب الاعضاء تھے، بازو اور پاؤں گوشت سے پر، چہرہ مثال بدر نورانی، آنکھیں نہایت خوبصورت، دندان مبارک سچے موتیوں کی طرح، گردن بلند، سر میانہ، سر کے بال لمبے (کبھی بردوش اور کبھی تابہ گوش)، آواز بلند، کلاہ چہار تر کی

Marfat.com

پہنتے تھے۔ موسم گرما میں سفید ململ کا کرتہ اور لٹھے کا تہ بند استعمال فرماتے اور سرما میں بانات کا کوٹ (کھلی آستینوں کا) اور پشمینہ کا کابلی دھسہ اوڑھتے اور سر پر روئی اور گرم ٹوپی پہنتے۔ پاؤں میں ہلکی طرز کا سادہ جوتا استعمال کرتے۔

## والدین

آپ کے والدین نہایت نیک، خدا ترس اور ابرار تھے۔ "ذکر حبیب" میں لکھا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید جمعہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ باخدا درویش، عارف کامل، قانع متوکل اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ شاہ صاحب ۱۷ برس کے تھے کہ والد ماجد نے وصال فرمایا۔ رحلت سے قبل وصیت فرمائی کہ کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دینا۔ بڑوں کا ادب ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا، چھوٹوں سے محبت سے پیش آنا اور اقربا کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا۔

شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ بھی صاحب کرامت اور روشن ضمیر خاتون تھیں۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ ہماری والدہ ماجدہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کی مانند تھیں، میری کم سنی کے زمانے میں مجھ سے فرمایا کرتیں کہ بیٹا! تم نماز پڑھو گے تو تمہیں شیرینی ملے گی۔ میں نماز پڑھ کر آپ کو اطلاع دیتا اور آپ فوراً مجھے شیرینی عنایت فرماتیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: ابتدائے حمل سے میں نے بالقائے ربانی کبھی بے وضو پانی نہیں پیا اور نہ کوئی دوسری چیز حلق سے اتاری۔ بلکہ کھانے پینے سے پہلے ہمیشہ درود شریف پڑھ لیا کرتی تھی ..... پھر ولادت سے ایام رضاعت تک میں نے کبھی اپنے نور نظر کو بے وضو دودھ نہیں پلایا۔

## تعلیم

تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے کہ جب شاہ صاحب نے ہوش سنبھالا تو ان کو میاں خان محمد اعظم پوری کے زیر تعلیم کیا گیا۔ انہوں نے کلام پاک پڑھانا شروع کیا، جس کی تکمیل آپ کے چچا سید امام شاہ نے فرمائی۔ اس کے بعد میاں عبداللہ چکروی سے فارسی اور اردو کی درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر جلال پور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر بمقام نین وال تشریف لے گئے اور وہاں قاضی محمد کامل سے کتب فقہ کا درس لیا۔ مفتی غلام محی الدین

Marfat.com

صاحب سے، جو علمی اعتبار سے گرد و نواح میں جواب نہ رکھتے تھے، استفادہ کیا اور کنزالدقائق ان سے پڑھی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

"اس سے زیادہ ظاہری علوم شاہ صاحب نے باقاعدہ حاصل نہیں کیا، لیکن طبیعت کی افتاد اور ماحول کے اثر نے ان میں وہ عالمانہ انداز پیدا کر دیا تھا، جس سے عالم بھی محروم تھے"۔

(تاریخ مشائخ چشت ص ۷۰۹)

## حضرت پیر سیال کے آستانے پر

شاہ صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب حضرت سید میراں شاکر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ فیض پناہ میں حاضری دیتے۔ ایک شب وہاں حاضر تھے کہ ارشاد ہوا : سید غلام شاہ صاحب ہرنپوریؒ سے جا کر ملو!

شاہ صاحب نے واپس آکر اس حکم کا حال اپنی والدہ ماجدہ سے کہا۔ انہوں نے فرمایا : تم حسب ہدایت سید غلام شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اور بیعت بھی کرو۔ اس کے بعد والدہ نے ایک خادم کو آپ کے ساتھ کر دیا اور آپ ہرنپور روانہ ہو گئے۔

ہرنپور پہنچ کر سید غلام شاہ صاحب سے ملاقات کی اور تمام قصہ سنایا۔ بیعت کی درخواست کی تو سید صاحب نے فرمایا : شاہ صاحب! آپ کی بیعت ایک طے شدہ امر ہے اور یہ دولت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا حصہ ہے۔ میری اتنی مجال کہاں کہ آپ کو بیعت کر سکوں۔ آپ میرے ساتھ سیال شریف چلیں۔

سید صاحب کی معیت میں آپ سیال شریف پہنچے تو حضرت پیر سیال خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ادھر شاہ صاحب کا یہ حال کہ دل قابو سے باہر تھا۔ فوراً حضرت پیر سیال کے قدموں میں سر رکھ دیا اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے درخواست کو قبول فرمایا اور شاہ صاحب کو شرف بیعت سے نوازا۔ یہ واقعہ ۷ر رجب ۱۲۷۱ھ کا ہے۔

چونکہ آپ کئی روز کا سفر طے کر کے سیال شریف پہنچے تھے، اس لئے آپ

Marfat.com

کا لباس میلا ہو گیا تھا۔ حضرت پیر سیالؒ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ ہمارے اور شاہ صاحب کے کپڑے دھو لاؤ۔ جب کپڑے دھو کر لائے گئے تو آپ نے اپنی چادر شاہ صاحب کو مرحمت فرمائی اور ان کی چادر خود لے لی اور فرمایا کہ میری چادر آپ کے شایان شان ہے اور آپ کی چادر چونکہ کشادہ ہے' اس لئے میرے لئے بہتر ہے۔

سیال شریف میں چند روز قیام کرنے کے بعد آپ واپس جلال پور آئے مگر دل مرشد کے قدموں میں تھا۔ جلال پور میں ایک دن ٹھہرنا بھی مشکل ہو گیا' چنانچہ دوسرے ہی دن پھر سیال شریف چل دیئے اور چند روز وہاں قیام کیا۔ پھر تو یہ دستور ہو گیا کہ مہینے میں دو تین بار سیال شریف ضرور جاتے۔

حضرت پیر سیالؒ نے شاہؒ صاحب کو مرقع اور کشکول خود پڑھائیں اور دولت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

## اسلامی اخوت

شاہ صاحب کے حالات میں ہے کہ ایک مخدوم زادہ جو موضع اوچہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا دستور تھا کہ مختلف مقامات پر جا کر وہاں کے سیدوں سے شجرۂ نسب طلب کرتا اور ان سے کافی نذرانہ مل جاتا تو انہیں تمغہ سیادت دے دیتا۔ ورنہ کہتا کہ یہ لوگ سادات میں سے نہیں ہیں۔ دیہات کے سید اس مخدوم زادے سے بہت ڈرنے لگے اور اس کی خاطر مدارات کا خیال رکھنے لگے۔

یہ مخدوم زادہ شیعہ تھا۔ اتفاقاً جلال پور شریف میں طمطراق اور شان و شوکت کے ساتھ اس کا گزر ہوا۔ عرس کا زمانہ تھا' اس کے خدام شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قیام کے لئے ایک مکان کی خواہش کی۔ شاہ صاحبؒ نے دیوان خانہ خالی کرا دیا اور قیام کی اجازت دے دی۔ مخدوم زادہ مع حواریوں کے وہاں ٹھہرا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو شاہ صاحبؒ نے دو دیگیں گوشت کی اور حسب ضرورت تنوری نان بھجوا دیئے۔ لیکن مخدوم زادہ نے کہا کہ میں تو اس قسم کے عام کھانوں کا عادی نہیں ہوں۔ میرے لئے تو خاص طریق سے انتظام طعام ہونا چاہیے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ کھانا عرس شریف

Marfat.com

کا ہے' اس لئے آپ کو بھجوایا گیا ہے۔ مخدوم زادہ کے سر میں کوئی اور ہی سودا سمایا ہوا تھا' اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور اپنے حواریوں کے ذریعے پیغام بھیجا کہ اپنا شجرۂ نسب بھجوائیں تاکہ آپ کا سید النسب ہونا پرکھا جائے۔

شاہ صاحب نے فرمایا: یہ وقت فرصت کا نہیں ہے' ہمیں عرس شریف کا انتظام کرنا ہے۔ مجادلہ اور مباحثہ تو بیکار وقت کے مشاغل ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اپنا شجرۂ نسب دکھانے کی ضرورت تب ہوتی کہ ہمیں اپنی شرافت اور نجابت پر ناز کرنا مقصود ہوتا۔

مخدوم زادے نے شاہ صاحب کی یہ باتیں سنیں تو کہا: یہ شخص سادات میں سے نہیں ہے بلکہ سیال والوں کی قوم سے ہے۔

شاہ صاحبؒ نے یہ سنا تو فرمایا: الحمدللہ اس نے وہ بات کہی جس پر ناز کرنا مجھے دونوں جہانوں کی شہرت و عظمت سے بڑھ کر ہے۔ اگر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان میں میرا شمار ہو جائے اور ان کا حضرت تونسوی پیر افغان رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان میں شمار ہو جائے تو میرے لئے اس سے بڑی سعادت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پھر مخدوم زادہ سے فرمایا: ہمارے لئے تو یہی فخر کافی ہے کہ ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور تیرے لئے صرف سیادت مایہ ناز ہے۔ لکم دینکم ولی دین۔

کہتے ہیں اس واقعے کے بعد اس مخدوم زادے کی ایسی ہوا اکھڑی کہ ساری مصنوعی عظمت اور شان و شوکت جاتی رہی اور پھر کسی نے اس کی بات بھی نہ پوچھی۔

"ذکر حبیب" میں لکھا ہے کہ جب یہ واقعہ حضرت خواجہ الہ بخش تونسویؒ نے سنا تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بار بار فرماتے: ہم پیر سیال کے خاندان سے ہیں اور وہ ہمارے پیر افغان کے خاندان سے ہیں۔

## اخلاق

شاہ صاحب نہایت بلند اخلاق اور منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ چند آدمیوں کے ساتھ سیال شریف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ پانی پینے

Marfat.com

کے لئے رکے۔ ایک شخص جو انتہائی بدشکل اور کریہہ المنظر تھا۔ پانی پی رہا تھا۔ اس نے بچا ہوا پانی پھینکنا چاہا شاہ صاحب نے ہاتھ روک کر وہ پانی خود پی لیا۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ حضرت! یہ مصلی ہے۔ فرمایا: یہ چھوت چھات ہندووانہ طریقے ہیں۔ ہم سب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

خود پسندی ان کو چھو کر بھی نہ گزری تھی۔ فطرتاً" نہایت نرم دل تھے۔ کسی شخص سے بہت زیادہ ناراض ہوتے تو صرف اتنا فرماتے: نیک بختا! تو نے یہ کیا کیا! یہ کہنے کے بعد اس کو آزردہ نہ ہونے دیتے اور جس طرح ہوتا اسے خوش کر دیتے۔ فرمایا کرتے تھے۔

مباش درپے آزار ہرچہ خواہی کن
کہ در طریقت ماغیر ازیں گناہے نیست

شاہؒ صاحب نے کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں فرمائی۔ ایک شخص مرزا خاں آپ کی بے حد مخالفت کرتا تھا۔ جب اس کے فتنہ و فساد کی حد نہ رہی اور لوگوں نے اس طرف رجوع کیا تو صرف اتنا فرمایا: دعا کرو خداوند کریم اس پر رحم کرے اور کسی اچھے شغل میں لگا دے تاکہ اسے مخالفت کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔

شاہ صاحبؒ کے عقب میں ایک غریب بیوہ رہتی تھی جو کسی بقال کی مقروض تھی۔ ایک دن بقال نے آکر قرض کا تقاضا کیا اور جب اس کی تنگدستی کی وجہ سے وصولی قرضہ کی امید نظر نہ آتی تو اسے بے تحاشا پیٹنا شروع کیا۔ عورت زور زور سے چلانے لگی۔ شاہ صاحب نے عورت کی آواز سنی تو کیفیت دریافت فرمائی تو بقال کو بلا کر بیوہ کا تمام قرضہ خود ادا کر دیا اور بیوہ کو بھی اخراجات کے لئے بہت سی رقم دے کر رخصت کیا۔

شاہ صاحبؒ شریعت کے پوری طرح پابند تھے۔ ذکر حبیب کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ فقہاء کی طرح محتاط اور عامل بالشرع رہتے تھے۔ پیران چشت کی تقلید میں آپ قوالی سنتے تھے مگر بلا مزامیر۔ ان کی مجلس میں تالی تک بجانا ممنوع تھا۔

## حاضر جوابی

کسی نے عرض کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اس زمانے میں جس قدر مشائخ

Marfat.com

ہیں وہ سب دکاندار ہیں۔ فرمایا: سچ کہتا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ لوگ ہمیشہ اسی دوکاندار کے پاس جاتے ہیں، جس کے ہاں سودا موجود ہو۔

## تقسیم اوقات

شاہ صاحبؒ وقت کے نہایت درجہ پابند تھے، مشائخ چشت کی طرح انہوں نے بھی اوقات کی تقسیم کر رکھی تھی۔ تہجد کے بعد اوراد و اذکار میں مصروف رہتے۔ صبح کی نماز کے بعد مسبعات عشر پڑھتے اور کچھ تسبیحوں کے اوراد۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک مریدان باصفا کی رخصت کا وقت ہوتا اور اہل دل سے گفتگو بھی فرماتے۔ پھر نوافل اشراق پڑھ کر دیر تک وظائف پڑھتے رہتے۔ ضحیٰ کا وقت ہو جاتا تو نوافل ضحیٰ پڑھ کر کھانا تناول فرماتے۔ ازاں بعد عام مجلس ہوتی جس میں لوگ ارشادات عالیہ سے مستفیض و مستفید ہوتے۔ گفتگو میں ہمیشہ آیات قرآن اور احادیث نبویؐ سے استدلال فرماتے۔ موقع و محل کے مطابق مولانا روم علیہ الرحمتہ، شیخ سعدی شیرازیؒ اور دوسرے صوفی شعراء کے اشعار بھی پڑھتے۔ یہ مجلس قبل ظہر تک منعقد رہتی۔

تھوڑی دیر قیلولہ فرمانے کے بعد ظہر کی نماز، باجماعت ادا فرماتے۔ پھر قرآن کی تلاوت (سوا پارہ) نہایت ترتیل اور قرات سے کرتے جس میں خاصا وقت لگتا۔ بعد ازاں چند تسبیحیں پڑھتے۔ اس اثنا میں عصر کا وقت ہو جاتا۔ عصر کے بعد پھر تسبیحیں پڑھتے۔ نماز مغرب کے بعد دیر تک نوافل پڑھتے۔ فارغ ہوتے تو ختم خواجگان پڑھا جاتا، جس میں تمام حاضرین شریک ہوتے۔ ختم شریف کے بعد آپ صاحبزادہ قائم الدین شاہ کی تربت پر تشریف لے جاتے اور فاتحہ خوانی کرتے پھر لنگر خانہ میں تشریف لے جاتے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد واپس تشریف لاتے اور سائلین اور حاجتمندوں کے حالات سن کر ان کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد خواب استراحت کی تیاری ہوتی۔ (ذکر حبیب ص ۹۱)

## وصال

۵ر جمادی الثانی ۱۳۲۶ء کو اتوار کے دن آپ کو بخار محسوس ہوا۔ آپ نے تمتند استعمال کیا۔ اگلے روز نقاہت بڑھ گئی۔ دوپہر کے بعد آپ نے فرمایا: مائی صاحبہ اور

صاحبزادیوں کو بلاؤ۔ سب آئے اور آپ نے سب کو خداوند کریم کے سپرد کیا اور خود ذکر حق میں مصروف و مشغول ہو گئے۔ قبل از نماز ظہر دوبارہ لفظ اللہ باواز بلند آپ کی زبان سے نکلا۔ جسے تمام حاضرین نے سنا۔ جب تیسری دفعہ اللہ کہا تو ساتھ ہی روح پرفتوح جسم مبارک سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے سید محمد مظفر علی شاہؒ سجادہ نشین ہوئے۔

علامہ اقبال نے تاریخ وفات کہی۔

ہرکہ برخاک مزار پیر حیدر شاہ رفت
تربت اورا امین جلوہ ہائے طور گفت
ہاتف از گردوں رسید و خاک او را بوسہ داد
گفتمش سال وفات اور بگو مغفور گفت

۱۳۲۶ھ

## ارشادات

فرمایا:

- اگر امیر فقیر کے دروازے پر جائے تو بہت اچھا ہے اور اگر فقیر امیر کے دروازے پر جائے تو بہت بری بات ہے۔
- جو شخص خدا کو رازق مطلق سمجھ کر دوسرے بنی نوع انسان سے طلب رزق نہیں کرتا' اس کو کسی کی پروا نہیں رہتی۔
- جو لوگ صرف عبادت ہی کو زینہ ولایت و عرفان سمجھتے ہیں انہیں یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔

Marfat.com

## شریعت و طریقت کے مہر درخشاں

# حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء کو راولپنڈی سے گیارہ میل دور گولڑہ نامی بستی میں جب حضرت پیر سید مہر علی شاہ پیدا ہوئے تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اہل ہندوستان اپنی پہلی جنگ آزادی کے خونین دور سے گزر چکے تھے اور ہندوستان مکمل طور پر انگریزوں کے پنجہ استبداد میں آ چکا تھا۔ سلطنت مغلیہ کا چراغ جو بیرونی طوفان کے باعث ایک عرصہ سے ٹمٹما رہا تھا۔ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا تھا۔ انگریز اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے مختلف طریقے سوچ رہا تھا۔ وہ پوری طرح بھانپ چکا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد اور جذبہ اطاعت رسولؐ ختم کئے بغیر ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے ہوش سنبھالا تو ہر طرف مرزائیت چکڑالویت اور نیچریت کا زور تھا۔ مرزا قادیانی مسلمانوں کے دلوں سے جوش جہاد ختم کرنے کے لئے مختلف قسم کے بہروپ بھر رہا تھا اور عبداللہ چکڑالوی مسلمانوں کے دلوں سے اطاعت رسولؐ کا جذبہ ختم کرنے کے لئے انکار حدیث کے فتنہ کو مسلسل ہوا دے رہا تھا۔ اسی طرح ایک اور طبقہ مسلمانوں کے سینہ سے عشق رسول مقبولؐ ختم کرنے کے درپے تھا۔ ایسے نازک دور میں حضرت پیر صاحب کمر ہمت باندھ کر میدان عمل میں اترے اور شبانہ روز جدوجہد سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ہر دور میں مجددین امت اور ائمہ اسلام سے خاص رہے ہیں۔

### شجرۂ نسب

پیر صاحب کا شجرۂ نسب پچیس واسطوں سے حضرت غوث الاعظمؒ اور چھتیس واسطوں

Marfat.com

سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱- پیر سید مہر علی شاہ- ۲- سید نذر دین- ۳- سید غلام شاہ- ۴- سید روشن دین- ۵- سید عبدالرحمٰن نوری- ۶- سید عنایت اللہ- ۷- سید غیاث علی- ۸- سید فتح اللہ- ۹- سید اسد اللہ- ۱۰- سید فخر الدین- ۱۱- سید احسان- ۱۲- سید درگاہی- ۱۳- سید جمال علی- ۱۴- سید محمد جمال- ۱۵- سید ابی محمد- ۱۶- سید میراں محمد کلاں- ۱۷- سید میراں شاہ قادر قمیض ساڈھوروی- ۱۸- سید ابی الحیات- ۱۹- سید تاج الدین- ۲۰- سید بہاؤ الدین- ۲۱- سید جلال الدین- ۲۲- سید داؤد- ۲۳- سید علی- ۲۴- سید ابی صالح نصر- ۲۵- سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق- ۲۶- سیدنا غوث الاعظم میراں محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی- ۲۷- سید ابو صالح- ۲۸- سید عبداللہ جیلی- ۲۹- سید یحییٰ زاہد- ۳۰- سید شمس الدین زکریا- ۳۱- سید ابوبکر داؤد- ۳۲- سید موسیٰ ثانی- ۳۳- سید عبداللہ صالح- ۳۴- سید موسیٰ الجوان- ۳۵- سید عبداللہ- ۳۶- سید حسن مثنیٰ- ۳۷- سیدنا امام حسن المجتبیٰ ابن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم (رضی اللہ عنہم)-

## ابتدائی تعلیم

آپ کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے خانقاہ کے درس میں اور اردو فارسی کے لئے مدرسہ میں داخل کیا گیا- حافظہ کی یہ حالت تھی کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ حفظ کر کے سنا دیا کرتے تھے- جب آپ نے قرآن مجید ختم کیا تو اس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا-

آپ نے عربی' فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم مولوی غلام محی الدین سے حاصل کی' جنہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی- ایک دفعہ مولوی صاحب نے آپ کو کتاب "قطر الندا" کے ایک ایسے حصہ کی عبارت یاد کرنے کی ہدایت کی جو کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہیں جا سکتی تھی- جب آپ نے عذر کیا کہ جو مضمون کتاب میں موجود ہی نہیں' اسے کیسے یاد کیا جا سکتا ہے' تو مولوی صاحب نے غالباً آپ سے مادرزاد ولی ہونے کی شہرت کی تصدیق کی غرض سے کہا کہ میں نہیں جانتا' اگر کل یہ عبارت یاد نہ ہوئی تو سزا ملے گی- پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں آبادی سے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مطالعہ کیا کرتا تھا- وہاں بیٹھ کر میں نے کتاب کے کرم خوردہ حصہ کو سمجھنے کی کوشش کی' مگر کچھ پتہ

Marfat.com

نہ چلا- آخر میں نے دعا کی کہ یااللہ! تجھے تو معلوم ہے کہ یہ عبارت کیا ہے اگر تو مجھے بتا دے تو میں استاد کی سزا سے بچ جاؤں گا"- یہ کہنا تھا اچانک درخت کے پتوں میں سبزی مائل ایک عبارت نمودار ہوئی جسے میں نے حفظ کر لیا تو وہ غائب ہو گئی- میں نے اسی وقت وہ عبارت جا کر استاد صاحب کو سنا دی- انہوں نے کچھ شبہہ کا اظہار کیا تو میں نے کچھ افشا کئے بغیر کہا کہ مجھے اس کے صحیح ہونے میں اس قدر یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مصنف بھی قبر سے نکل کر آ جائے اور کہے کہ یہ غلط ہے تو میں نہ مانوں گا' چنانچہ استاد صاحب اس کی صحت کے لئے اسی روز راولپنڈی گئے اور ایک مکمل نسخہ سے میری بتائی ہوئی عبارت کو صحیح پا کر واپس آئے اور بصد حیرانی اس کی صحت کا اعتراف کیا- (مہر منیر ٦٦)

گولڑہ شریف میں مولوی غلام محی الدین صاحب سے نحو پڑھ کر آپ موضع بھوئی (حسن ابدال) جا کر مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں شامل ہو گئے- اس وقت آپ کمسن تھے اور طبیعت کا رنگ یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں: اس نواح میں تین مشہور درس جاری تھے- جب میں کسی ایک درس کو پسند کرنے کے خیال سے ادھر جاتا تو راستہ میں ایک ٹیلہ کے پاس سے تینوں طرف راستے پھوٹتے تھے- میں نے اس ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا تو تینوں راستوں میں عورتوں نے کپڑے دھو کر دھوپ میں ڈالے ہوئے تھے- دو جانب کے کپڑوں کے رنگ مختلف تھے' مگر بھوئی کی سمت والے کپڑے تمام کے تمام سفید تھے- جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ ادھر اجلا پن اور نورانیت زیادہ ہے-

(مہر منیر ص: ٦٦)

بھوئی کے درس میں آپ نے اڑھائی سال میں رسائل منطق قطبی تک اور نحو اور اصول کے درمیانہ اسباق پڑھے-

اس کے بعد آپ انگہ (ضلع سرگودھا) میں مولوی سلطان محمود صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شرح ہدایت الحکمت مصنفہ صدر الدین شیرازی پڑھی- انگہ میں پیر صاحب کو ہر ماہ جو خرچ گھر سے پہنچتا تھا' آپ نادار طلبہ میں تقسیم فرما دیتے اور خود عموماً روزہ یا فاقہ سے رہتے- شدید اشتہا کی صورت میں طلبہ کے جمع کردہ ٹکڑوں میں سے کچھ تناول فرما لیتے- آپ کے اس جود و سخا اور ریاضت و مجاہدہ کو دیکھ کر وہاں کے لوگ اور طلبہ آپ کے عقیدتمند ہو گئے-

Marfat.com

انگہ میں پیر صاحب تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے درجے کے طلبہ کو بھی تعلیم دیا کرتے تھے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ موسم سرما کی طویل راتیں (عشاء کی نماز کے بعد) مطالعہ ہی میں گزرتیں۔ رفتہ رفتہ آپ کے پاس پڑھنے والے طلبہ کی اتنی کثرت ہو گئی کہ آپ نے انگہ کا قیام ترک کر کے شکر کوٹ میں رہائش اختیار فرما لی۔ دن کے وقت انگہ میں اپنی تعلیم حاصل کرتے اور شام کو شکر کوٹ جا کر طلبہ کو درس دیتے۔

## بہ ہندوستاں داد خواہم لگام

تقریباً اڑھائی سال انگہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ گولڑہ شریف لوٹے تو درس نظامی سے صرف فلسفہ، معقول، ریاضی اور فقہ کی آخری کتب اور حدیث شریف میں صحاح ستہ اور تفسیر میں بیضاوی وغیرہ باقی رہ گئی تھیں۔ ان کتابوں کی تعلیم کے لئے ان دنوں عام طور پر طلبہ ہندوستان کے مدارس کا رخ کرتے تھے۔ آپ نے آئندہ تعلیم کے لئے ایک روز سکندر نامہ سے فال لی تو یہ شعر نکلا۔

همہ ملک ایراں مراشد تمام

بہ ہندوستاں داد خواہم لگام

چنانچہ ۱۲۹۰ء میں پندرہ برس کی عمر میں آپ ہندوستان روانہ ہو گئے۔ پہلے آپ کانپور میں مولانا احمد حسن محدث کے پاس پہنچے۔ وہ سفرحج کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ چنانچہ آپ مولانا موصوف کے استاد حضرت مولانا لطف اللہ کے پاس علی گڑھ پہنچے اور ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ تقریباً اڑھائی برس آپ علی گڑھ میں رہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر سہارنپور آئے اور مولانا احمد علی محدث کے درس میں شریک ہو گئے۔

مولانا احمد علی نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ یہ طالب علم محققانہ بصیرت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عشق الٰہی کے بھی ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ شریعت و طریقت کی خدمت بھی لینے والے ہیں۔ چنانچہ ایک روز اچانک انہوں نے اپنے دولت کدے پر پیر صاحب کی دعوت کی اور سند حدیث سپرد کر کے فرمایا:

آپ کو مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ وطن تشریف لے جائیے اور دین کی خدمت کیجئے"۔

Marfat.com

یہ ۱۲۹۵ھ کی بات ہے پیر صاحب کی عمر اس وقت ۲۰ برس تھی۔

## حضرت شمس العارفین کی خدمت میں

انگہ میں پیر صاحب کے استاد محترم مولانا سلطان محمود صاحب شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی سے بیعت تھے' وہ سال میں کئی بار سیال شریف اپنے پیر و مرشد کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب بھی ہمیشہ استاد محترم کے ساتھ سیال شریف حاضر ہوتے جہاں حضرت خواجہ شمس العارفین آپ پر بے حد شفقت فرماتے۔

اب آپ سہارنپور سے سند حدیث لے کر لوٹے تو سیال شریف حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے شیخ علم طریقت کے مجتہد اور مجدد تھے۔

پیرو مرشد سے محبت و عقیدت کا یہ حال تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ شمس العارفین کا رخ انور دیکھ لینے کے بعد کوئی چہرہ نظر میں نہیں جچتا۔ "ملفوظات طیبات" میں آپ کا یہ ارشاد درج ہے:

"ہمارے خواجہ شمس الحق والدین کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی محبت سے آیا' اسے اس کی استعداد سے زیادہ فیوض و برکات سے نوازا۔ جس کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا اسے دوبارہ دیکھنے کی ہمیشہ حسرت رہی۔ ۱۳۰۷ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی خودبخود میری طرف متوجہ ہوئے اور باطنی نعمت دینا چاہی۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ جو رخ انور ہم نے دیکھا ہے جہاں میں اور کہیں نظر نظر نہیں آتا۔ آخر ان کے اصرار پر عرض کی کہ اگرچہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ آپ بخوشی عنایت فرما رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کا شکر گزار ہوں۔ تاہم اس عنایت کو اپنے شیخ طریقت کی طرح سے سمجھتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سلسلہ طریقت چشتیہ صابریہ عنایت فرمایا"۔

## ایک یادگار مناظرہ

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے گولڑہ شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ

Marfat.com

شروع کیا۔ گولڑہ شریف کے قریب ہی بھیکہ نامی ایک گاؤں ہے' جہاں اکثر حسینی سادات (جو مذہباً" شیعہ تھے) رہتے تھے۔ انہوں نے راولپنڈی میں ایک شیعہ افسر کی امداد سے پیر صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا' جو آپ نے منظور فرمایا اور مقام مناظرہ پر تشریف لے گئے۔ شیعہ حضرت نے لکھنؤ سے ایک مجتہد کو بلایا تھا۔ موضوع بحث باغ فدک مقرر ہوا۔ شیعہ مجتہد نے پہلی تقریر کر کے دعویٰ کیا کہ فدک جناب سیدہ کا حق تھا اور حضرت صدیقؓ نے اس کو ظلماً" روک لیا تھا اور ظالمؒ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

پیر صاحب نے جواباً" کہا کہ فدک پر حضرت سیدہ کے استحقاق کی کوئی دلیل پیش کیجئے۔ محض ادعا کافی نہیں کیونکہ صرف دعویٰ کی صورت میں تو دوسری جانب سے بھی خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

اس پر مجتہد نے سورۂ نساء کی گیارھویں آیت پڑھی:

"اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ضمن میں تم کو وصیت فرماتے ہیں۔
مردوں کے لئے دو عورتوں کی مانند حصہ ہے۔ اگر عورتیں دو سے
زیادہ ہوں تو ان کے لئے دو تہائی چھوڑی ہوئی چیز کی ہے اور اگر
عورت ایک ہو اس کے واسطے آدھا ہے"۔

آپ نے جواب دیا بے شک ایسی صورت میں جب کہ جناب سیدہ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکیلی وارث ہوتیں تو اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ میں سے نصف حصہ کی مالک ہوتیں' لیکن جس صورت میں باپ نے کوئی ترکہ ہی نہ چھوڑا ہو' تو نصف کہاں سے ملے گا۔ دوسرے یہ کہ فدک کا ترکہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے۔

مجتہد صاحب نے کہا کہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ فدک اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اللہ کا تھا اور یہ آیت پڑھی:

"اور جو کچھ پھیر لایا اللہ اپنے رسولؐ پر ان میں سے' پس نہیں
دوڑائے تم نے اس کے اوپر گھوڑے اور نہ اونٹ' لیکن اللہ مسلط
کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس کے اوپر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر
قادر ہے۔ (الحشر:٦)

Marfat.com

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کے ساتھ ہی جو آگے آیت آتی ہے' اس پر بھی غور فرمایئے :

"جو کچھ اللہ ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر پھیر لایا پس اللہ کے' رسول کے' قرابت والوں' یتیموں اور فقیروں کے واسطے ہے تاکہ نہ ہووے ہاتھوں ہاتھ لینا تم میں سے دولت مندوں کے واسطے"۔

(الحشر : ۷)

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک نہ تھا اور فے کا مال ملک ہوتا بھی نہیں۔ اگر بالفرض ایسا مان بھی لیا جائے تو حدیث شریف : "ہم معاشر انبیاء اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے۔ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے"۔ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کو وقف کر دیا تھا اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے وقف نہیں فرمایا' تو حضرت سیدہ کا حق نصف فدک ہوا نہ کہ سارا۔ جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔

مجتہد صاحب نے کہا کہ یہ حدیث نص قرآن کے خلاف ہے اور آیت پڑھی :

**وورث سلیمان داؤد (۱۶ : ۹)**

آپ نے جواب دیا کہ یہاں وراثت دینی مراد ہے۔ انہوں نے پوچھا اس تخصیص کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا : حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی باقی اولاد کو محروم کرکے صرف ایک کو وارث بنانا پیغمبر کی شان کے خلاف ہے۔ لہٰذا تخصیص کا قرینہ سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی تخصیص ہے نیز **نحن معاشر الانبیاء لا نورث** کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کا وارث غیر نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبی کا وارث نبی ہو تو اس حدیث کے خلاف نہیں اور اس کی دلیل معاشر الانبیاء سے ملتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث شریف کی تائید کرتی ہے نہ کہ تردید۔

## سیاحت

۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی" کا وصال ہوا۔ شیخ کے فراق میں آپ کا یہ حال تھا کہ نماز ادا کرتے وقت یا وظائف پڑھتے

Marfat.com

وقت یا باتیں کرتے ہوئے' حتیٰ کہ اٹھتے بیٹھتے آپ پر گریہ طاری رہتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر گولڑہ شریف میں درس و تدریس کا کام بڑے بڑے شاگردوں نے سنبھال لیا۔ اب آپ کی یہ حالت ہو گئی کہ کئی کئی مہینے متواتر غائب رہتے اور پتہ نہ چلتا کہ کہاں ہیں۔ کبھی اچانک واپس آ جاتے اور مختصر قیام کے بعد پھر کہیں روانہ ہو جاتے۔ کبھی تنہا ہوتے اور کبھی کسی کو ساتھ لے لیتے۔ کسی جگہ زیادہ قیام فرماتے اور کہیں کم۔ اولا" یہ سلسلہ لاہور اور پنجاب کے دیگر شہروں تک محدود رہا' مگر پھر ہندوستان کی طرف رخ فرمایا اور حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز اجمیری کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ جہاں سے اشارۂ غیبی کے تحت واپس تشریف لا کر حجاز مقدس کا سفر اختیار فرمایا۔

## سفر حجاز

۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں آپ حجاز روانہ ہوئے۔ حجاز میں آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے درس میں بھی شریک ہوتے۔ ایک روز حاجی صاحب نے بربنائے کشف آپ سے فرمایا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سد باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے! چنانچہ آپ وطن واپس آئے اگلے ہی سال ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے مناظر اسلام' مامور من اللہ اور مجدد کے دعووں سے آگے قدم بڑھا کر مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔

اب انکشاف ہوا کہ حاجی امداد اللہ صاحب کی مراد قادیانی فتنہ سے تھی۔

## قادیانیت سے ٹکر

"ملفوظات طیبات" میں درج ہے کہ پیر صاحب نے فرمایا: "عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو"۔

مرزا قادیانی کی فتنہ طرازی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ انہی دنوں اس نے "ایام الصلح" میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے مشائخ کرام کے بارے میں لکھا:

"اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔

Marfat.com

میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے۔ کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں اور چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی اور نجانے کیا کیا کہلاتے ہیں، ذرا ان کو میرے سامنے تو لاؤ"۔

(بحوالہ مہر منیر۔ ص: ۲۰۶)

ظاہر بیں لوگ قادیانیت سے متاثر ہونے لگے تو پیر صاحب اس طرف متوجہ ہوئے اور ۱۸۹۹ء میں ایک کتاب "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب ہندوستان کے تمام علماء اور مشائخ میں تقسیم کی گئی اور اس کی ایک کاپی قادیان میں مرزا صاحب کو بذریعہ رجسٹری بھجوا دی گئی۔

"شمس الہدایت" میں پیر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بجسد عنصری زمین پر نازل ہو کر اسلام کی نصرت فرمانے کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے اور اسے امت مسلمہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے قرار دیا ہے۔ نیز ثابت کیا ہے کہ ان کی موت اور ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔

یہ کتاب قادیان میں پہنچی، تو گویا زلزلہ آگیا۔ خود مرزا قادیانی کے حواریوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے ملک کے طول و عرض میں شور برپا ہو گیا ہے۔

علماء نے اس کتاب کی اشاعت پر اطمینان کا سانس لیا اور پیر صاحب کو اس علمی کارنامے پر دل کھول کر داد دی۔ اہل حدیث حضرات کے پیشوا مولانا عبدالجبار غزنوی نے پیر صاحب کو مندرجہ ذیل خط ارسال کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجمع خیرات و برکات، منبع حسنات و فیوضات حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب! لا زال للدین و الاسلام ناصرا وللالحاد والزندقۃ کا سرا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد از سلام مسنون وادعیہ اجابت مقرون۔ معروض خاطر انوار مظاہر آنکہ ہرچند لقائے جسمانی و ملاقات ظاہری بحکم الامور مرھونۃ باوقاتھا بالفعل در زاویہ تعطیل و ناحیہ تاویل است، مگر تعارف روحانی یوم میثاق بحکم الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف

Marfat.com

موجب الفت و مورد محبت است۔

کتاب شمس الہدایت در رد ملاحدۂ دہر و زنادقہ عصر۔ خذ لھم اللہ از نظر احقر گزشت' از مطالعہ اش حظ و افرد خیر ظاہر برداشتم۔ **کثراللہ تعالی امثالکم و نور بالکم وجعل الی کل خیر مالکم**۔ رسالہ فارسی آں مکرم را ظمان و تشنہ لبانم۔

شمس الہدایت کی اشاعت پر حکیم نور الدین نے جواباً" کچھ چیزیں شائع کیں' لیکن بات نہ بن سکی۔ آخر مرزا قادیانی نے پریشان ہو کر پیر صاحب کو تحریری مناظرہ کی دعوت دے دی اور ایک اشتہار شائع کیا جس میں مناظرہ کی لمبی چوڑی شرائط درج تھیں۔

پیر صاحب کو یہ اشتہار دعوت ۲۵ر جولائی ۱۹۰۰ء کو موصول ہوا۔ انہوں نے اگلے ہی روز اشتہار جواب دعوت شائع کروا کر ملک کے طول و عرض میں بھجوا دیا کہ مرزا صاحب کی تحریری مناظرہ کی دعوت ان کی تمام شرطوں کے ساتھ مجھے منظور ہے۔

مرزا قادیانی نے تحریری مناظرہ کے لئے لاہور کو پسند کیا اور ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مناظرہ مقرر کی۔

پیر صاحب نے بذریعہ تار مرزا قادیانی کو مطلع کر دیا کہ میں ۲۴ر اگست کو لاہور پہنچ رہا ہوں۔ آپ بھی لاہور پہنچ جائیں۔

آپ وقت مقررہ پر لاہور پہنچے تو پورا شہر آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ پیر صاحب نے لاہور پہنچتے ہی سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا مرزا صاحب لاہور پہنچ گئے ہیں؟

لاہور میں پیر صاحب موچی دروازہ کے باہر برکت علی محمدیہ ہال میں ٹھہرے' مگر مرزا قادیانی نے لاہور نہ آنا تھا نہ آیا۔

مرزا کے فرار سے قادیانی جماعت میں انتشار پیدا ہو گیا۔ کئی لوگ مرزا کی کذب بیانی دیکھ کر تائب ہو گئے۔ مرزا کے ایک قریبی ساتھی بابو الہٰی بخش اکاؤنٹنٹ پیر صاحب کے علم و فضل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کے حق میں کئی اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کئے۔

قیام لاہور کے دوران مرزائیوں کا ایک وفد پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کر لیں۔ ایک اپاہج (لنگڑے لولے) کے حق میں مرزا صاحب دعا کریں اور دوسرے اپاہج کے لئے آپ دعا کریں۔ جس کی دعا سے اپاہج

Marfat.com

تندرست ہو جائے ہم سمجھ لیں گے وہ حق پر ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا: مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جائیں' میں حاضر ہوں۔

۱۹۰۲ء میں پیر صاحب نے قادیانیوں کی "اعجاز المسیح" اور "شمس بازغہ" وغیرہ کتابوں کے جواب میں اپنی شہرہ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی جس کا جواب "مرزائی امت" آج تک نہیں دے سکی۔

## فتنہ انکار حدیث کا مقابلہ

عبداللہ چکڑالوی نے حدیث رسول مقبولؐ کا انکار کرتے ہوئے "اہل قرآن" کے نام سے ایک نیا فرقہ کھڑا کیا تو آپ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جگہ جگہ دورۂ حدیث کے درس جاری کرائے۔ چنانچہ ہزارہ کی مشہور درس گاہ بفہ میں آپ کے مخلص شاگرد مولانا محمد عثمان نے درس حدیث شروع کیا۔ انگہ ضلع سرگودھا میں آپ کے استاد مولانا سلطان محمود خود پیر صاحب سے سند لے کر درس حدیث پر کمربستہ ہو گئے۔ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں مولانا حافظ مہر محمد اور بہاولپور میں مولانا غلام محمد نے حضرت کے حسب فرمان تدریس حدیث کا سلسلہ شروع کیا جس سے ان علاقوں میں چکڑالویت کا زور ختم ہو گیا۔

## شاہی دربار میں شمولیت سے انکار

۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کے دہلی دربار میں شمولیت کے لئے پیر صاحب کو بھی دعوت نامہ موصول ہوا مگر آپ نے شمولیت سے انکار کر دیا۔ اس پر کمشنر راولپنڈی نے مختلف حربوں سے آپ کو شمولیت کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ فقیر کو شاہی دربار سے کیا تعلق؟ حکومت نے آپ کے ایک مخلص ارادتمند میاں شیخ احمد گورمانی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ میاں گورمانی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کو سفر میں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ آپ کے لئے ریل گاڑی کا ایک علیحدہ ڈبہ ریزرو کرا دیا جائے گا اور صرف ایک دن کے لئے جب شہنشاہ مذہبی رہنماؤں کا سلام لیں گے' آپ کو دربار میں جا کر اس کے حق میں دعا کرنا ہو گی۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

آپ کے انکار پر انگریز حکومت نے آپ کو اپنا مخالف سمجھ کر ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کیا۔ جسے آپ نے کمال استقامت سے برداشت کیا۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ

Marfat.com

آپ کو کسی طرح بھی ڈرایا نہیں جا سکتا' تو لالچ کا حربہ استعمال کیا- آپ کو سیکڑوں مربعہ اراضی بطور جاگیر دینا چاہی' لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی-

## علامہ اقبال کا شوق استفادہ

وصال سے چند سال پہلے آپ پر حالت استغراق طاری رہنے لگی- انہی دنوں آپ کو حضرت علامہ اقبال" کا ایک مکتوب موصول ہوا جس میں انہوں نے حضرت شیخ اکبر" کی تعلیم حقیقت زماں کے بارے میں آپ سے رہنمائی چاہی تھی- پیر صاحب نے یہ خط بڑے غور سے سنا اور فرمایا کہ میری طبیعت میں افاقہ ہوا تو میں اس کا جواب لکھواؤں گا' لیکن پیر صاحب کی علالت طویل ہو گئی- چنانچہ ملک سلطان محمود ٹوانہ نے (جو مراسلات کی خدمت میں مامور تھے) علامہ اقبال" کو لکھ دیا کہ آپ اپنے ہی مشہور قول کے مصداق اس مکتب میں دیر سے پہنچے ہیں-

خود علامہ اقبال کو کیمرج یونیورسٹی میں زمان و مکان (Time And Space) کے متعلق حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کے نظریہ پر لیکچر دینا تھا لیکن موت نے انہیں بھی مہلت نہ دی- علامہ کا مکتوب ذیل میں درج ہے:

لاہور- ۱۸ر اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ! السلام علیکم-

اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے' تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا- اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں- گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہو گی- بہرحال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے-

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی" پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی- اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی" پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے- نظربایں حال چند امور دریافت طلب ہیں- جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہو گا' اگر سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے-

Marfat.com

۱۔ اول یہ کہ حضرت شیخ اکبرؒ نے تعلیم حقیقت زماں کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

۲۔ یہ تعلیم شیخ اکبرؒ کی کون کونسی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں۔ اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔

۳۔ حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں۔ مولوی سید انور شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے عربی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا: "دوایتہ الزماں" جناب کو ضرور اس کا علم ہو گا میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے' مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے' اس لئے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا ہے' اس لئے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا' لیکن مقصود چونکہ خدمت اسلام ہے مجھے یقین ہے کہ اس تصدیعہ کے لئے جناب معاف فرمائیں گے۔ باقی التماس دعا۔

مخلص: محمد اقبال۔

## وصال

ماہ صفر ۱۳۵۶ھ میں پیر صاحب کو میعادی بخار کا عارضہ لاحق ہوا۔ آخر ۲۹ر صفر کو علم شریعت و طریقت کا وہ آفتاب غروب ہو گیا جس کی نورانی کرنوں سے ایک عالم کے سینے منور ہو رہے تھے۔ یکم ربیع الاول کو بعد نماز عصر آپ کی نماز جنازہ ہوئی تو اس میں تقریباً پونے دو لاکھ افراد شامل ہوئے۔ جن میں ہر مکتب فکر کے لوگ موجود تھے۔ حتیٰ کہ ہندو' سکھ' عیسائی بھی سیکڑوں کی تعداد میں سب سے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے۔ ان سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور کہتے تھے:

"آج جگت گرو کا وصال ہو گیا"۔

حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی کے خلیفہ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ان کے وصال پر لکھا:

"آج ملک سلیمان کا شمس بازغہ' سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا مہر درخشاں'

Marfat.com

بزم قادریت کا سراج منیر غروب ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

## نورِ مہرِ درخشاں

# حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

"حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف انتقال فرما گئے"۔

۲۴ر جون کی صبح کو میں نے اخبار میں یہ سرخی پڑھی تو دل دھک سے رہ گیا۔ ابھی دو ہفتے پہلے میں نے راولپنڈی میں ان کی زیارت کی تھی۔

پیر صاحب گولڑہ شریف کی علالت کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ان کی تیمارداری کے لئے گولڑہ شریف گئے راقم الحروف بھی ان کے ہمراہ تھا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت گولڑوی سی۔ ایم۔ ایچ (وی آئی پی وارڈ) میں داخل ہیں۔ وہاں پہنچے تو کمرے کے باہر حضرت کے فرزند اکبر خواجہ سید غلام معین الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بڑی محبت سے ملے اور اپنے ساتھ کمرے کے اندر لے گئے۔ حضرت گولڑوی ایک چارپائی پر لیٹے تھے۔ سلام اور دست بوسی کے بعد ہم نے خیریت پوچھی تو فرمایا:

"دعا کریں، عاقبت بخیر ہو"۔

پیر صاحب نے فرمایا:

"آپ کی بدولت تو لاکھوں انسانوں کی عاقبت بخیر ہو گی۔ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں"۔

یہ سن کر حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے دیکھا ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ نہایت نحیف اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"خدا عاقبت بخیر کرے۔ خدا عاقبت بخیر کرے"۔

دیر تک یہی جملہ دہراتے رہے۔ دعا کے بعد انہوں نے پیر صاحب سے فرمایا: آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ جواب میں پیر صاحب نے ان کے لئے صحت کی دعا مانگی۔ حضرت

Marfat.com

نے فرمایا: کئی روز سے ہچکی لگی تھی' آج صبح ذرا رکی ہے۔

تھوڑی دیر حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد ہم ہسپتال سے واپس ہوئے تو راستے میں قیام گاہ تک حضرت گولڑوی اور ان کے مقدس خاندان کا تذکرہ ہوتا رہا۔ خیال تھا کہ حضرت ہسپتال میں رہ کر جلد صحت یاب ہو جائیں گے مگر ۲۳؍ جون کے اخبارات نے ان کے وصال کی خبر سنائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی عاقبت بخیر فرمائے۔ بلا شبہ وہ ایسی برگزیدہ ہستی تھے کہ ان کی بدولت لاکھوں انسانوں کی عاقبت محمود ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی خوش قسمت لوگوں میں شامل فرمائے!

گزشتہ سال میں پشاور جاتے ہوئے راستے میں گولڑہ شریف ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قوالی کی مجلس میں تشریف فرما تھے' مجلس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ضیائے حرم کا سیرت النبیؐ نمبر زیر ترتیب ہے' اس کے لئے چند سطری پیغام لکھ دیجئے۔ بڑی شفقت سے فرمایا:

"ماہنہ اخباراں وچ کدی بیان نئیں دتا۔ پر ضیائے حرم دا معاملہ ہور اے"۔

پھر انہوں نے مولوی فیض احمد صاحب کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ ضیائے حرم کے لئے پیغام لکھیں۔ چھوٹوں کے ساتھ یہ شفقت۔ اللہ اللہ!

اب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں۔

## حالات زندگی

حضرت خواجہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ پیار سے بابو جی کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں جب دسمبر ۱۸۹۱ء میں حضرت بابو جی کی ولادت باسعادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت گولڑوی" کو لفظ "مبارک" سے اس کی اطلاع دی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مبارک کے لفظ سے میں سمجھا کہ شاید مجھے خدا مل گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شخص د زینہ اولاد کے پیدا ہونے سے خوشی ہوتی ہے' لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک اللہ اللہ کرنے والی روح کا درود ہوا ہے۔

"مہر منیر" میں لکھا ہے کہ حضرت بابو جی کی تعلیم و تربیت اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہٗ نے خاص طور پر اپنی نگرانی میں فرمائی اور قابل ترین اتالیق ان کے لئے مقرر فرمائے۔ زمانہ تعلیم میں اعلیٰ حضرت نے انہیں یہ چھ نصیحتیں فرمائیں:

Marfat.com

۱- شغل سبق میں بحفظ اوقات سائی رہو۔

۲- رات کا سونا حسب ہدایت مکان پر میری آرامگاہ میں مع رفقاء بالتزام ماوجب آرام کرنا۔

۳- ختم معہود کو بدستور قائم رکھو۔

۴- بعد فراغت ہر روز ضرور گھر میں جایا کرو۔

۵- نماز با جماعت کو اہم المہمات سمجھو۔

۶- سب طلباء کے ہر طرح خبر گیر رہو۔

## تین باتوں کی نصیحت

ایک دن شاہ پور کے دو معمر بزرگ، جو اعلیٰ حضرت کے پیر بھائی بھی تھے گولڑہ شریف آئے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے اعلیٰ حضرت سے کہا:

"ماشاء اللہ یہ آپ کا سنہری دور ہے اپنے صاحبزادے کے حال پر خصوصی توجہ رکھیں"۔

اعلیٰ حضرت گولڑی نے فرمایا:

"ہمارا سنہری دور تو وہی تھا، جو حضرت قبلہ عالم سیالوی کے قدموں میں گزرا"۔

پھر فرمایا یہ غلام محی الدین ابھی چھوٹی عمر میں تھا کہ ایک روز میں نے دیکھا یہ میرے پیچھے پیچھے میرے قدموں کے نشانوں پر اپنے قدم رکھتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ میں نے یہ کیفیت دیکھی تو اس سے کہا کہ اگر میری راہ پر چلنا ہے تو تین باتوں پر ہمیشہ کاربند رہنا۔

اول: ہر وقت باوضو رہنا۔

دوم: اپنی خودی کو مٹا کر مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول اور احد من الناس بن کر رہنا۔

(تیسری نصیحت کیا تھی، صاحب مہر منیر نے اس کا ذکر نہیں کیا)۔

## ریلوے انجن سے محبت

حضرت بابو جی کے حالات میں لکھا ہے کہ انہیں بچپن ہی سے ریلوے انجن سے بڑا شغف تھا۔ غالباً ان کی طبیعت کے اسی شغف کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت گولڑوی" انہیں بابو جی کہا

Marfat.com

کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک بے تکلف دوست نے ان سے کہا: آپ بھی خوب ہیں کہ کالے کلوٹے انجن کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے! حضرت بابو جی نے فرمایا: مجھے انجن کی چار ادائیں بہت محبوب ہیں۔

ایک تو اس کا حوصلہ کہ جتنی زیادہ آگ ڈالو اتنا ہی زیادہ تیز چلتا ہے۔

دوسرے اس کی وفا کہ اس کے ساتھ خواہ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا دو یا مال گاڑی کا چھکڑا۔ جہاں خود جائے گا اپنے ساتھیوں کو بھی وہیں لے جائے گا۔

تیسرے ایثار کہ خود جلتا ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے یعنی منزل مقصود تک لے جاتا ہے۔

چوتھے استقامت کہ اپنی متعینہ راہ (لائن) پر ہی چلتا ہے۔ بے راہ روی اختیار نہیں کرتا۔

## انکسار اور توجہ الی اللہ

حضرت بابو جی کی طبیعت میں انکسار کا بہت غلبہ تھا۔ کبھی اپنی تعریف و توصیف پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر مجلس میں کبھی ایسا تذکرہ چھڑ جاتا جس میں آپ کی مدح کا پہلو ہوتا تو بڑے لطیف انداز میں گفتگو کا رخ بدل دیتے۔ اکثر فرماتے کہ لوگ جھوٹی تعریف کو قابل فخر سمجھتے ہیں مگر ہمارے نزدیک سچی تعریف بھی ضرر سے خالی نہیں' اس سے عجب پیدا ہوتا ہے اور نفس کے قوی ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل نفس کی مخالفت سے طبیعت میں انکسار اور توجہ الی اللہ پیدا ہوتی ہے۔

## اخفائے حال

حضرت بابو جی اظہار کمال سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ یہاں تک کہ کنایتاً" بھی کبھی زبان پر ایسی بات نہ لاتے جس سے ان کے ظاہری و باطنی علوم کا پتہ چل سکے۔ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر وہ ہے جو عرفان کے سمندر پی جائے۔ مگر ظرف کا یہ عالم ہو کہ سب کچھ جذب کر لے۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جتنا جس میں ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

Marfat.com

احادیث مبارکہ میں محبت نبی اللہ کو افضل الاعمال قرار دیا گیا ہے۔ حضرت بابو جی اس پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ نام نامی سنتے ہی طبیعت دگرگوں ہو جاتی تھی۔ آپ نے تقریباً بیس دفعہ حج بیت اللہ شریف اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

سیاست سے ہمیشہ کنارا کش رہے، لیکن تحریک پاکستان اور جہاد کشمیر میں بڑھ چڑھ کر تعاون فرمایا۔ بلا شبہ ان کے وصال سے دنیا ایک ایسے باکمال انسان سے محروم ہو گئی جو ایک نگاہ سے خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں۔

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند

Marfat.com

Marfat.com

## اقلیمِ روحانیت کے درویش بادشاہ

# حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے ہوش سنبھالا تو حضرت خواجہ حسن نظامی کا تذکرہ ہمارے گھر میں عام تھا۔ غالباً سات برس کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ دہلی گیا اور وہاں پہلی بار خواجہ صاحب سے ملا' وہ ایک کمرے میں چھوٹے سے قالین پر تشریف فرما تھے۔ ان کا حلیہ مجھے آج بھی یاد ہے دبلا پتلا بدن' گورا رنگ' آنکھیں بڑی' نگاہیں تیز' چوڑی پیشانی' لمبی لمبی بل کھاتی زلفیں' لمبی داڑھی' بدن پر لمبا کرتا' گلے میں رومال اور سر پر کلاہ نما ٹوپی۔

دہلی میں ہم خواجہ صاحب ہی کے ہاں ٹھہرے ان کے گھر میں اپنے ہم عمر بچوں سے میری پہلے ہی دن دوستی ہو گئی۔ چند روز بعد اس دوستی کا نتیجہ لڑائی کی صورت میں نکلا۔ خواجہ صاحب کو لڑائی کا علم ہوا تو انہوں نے ہم دونوں لڑنے والوں کو بلایا اور آپس میں صلح و صفائی کرا دی۔

ہم دونوں "لڑاکے" ان کے قریب بیٹھے تھے۔ صلح و صفائی کرا چکنے کے بعد خواجہ صاحب ہم سے مخاطب ہوئے' فرمایا :

"بچے شرارتیں کیا ہی کرتے ہیں" بچپن میں میں خود بھی شریر تھا۔ سنو' آج تمہیں اپنے بچپن کی چند شرارتیں سناتا ہوں ——— میں غالباً نو برس کا تھا کہ میرے والد نے ایک ترکی ٹوپی' جس کا رنگ بہت لال تھا' مجھ کو لا کر دی۔ اس کو اوڑھ کر مجھے اپنی بادشاہی اور برتری کا خیال پیدا ہوا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ شریف میں مزار کے پائنتی جو سنگ مرمر کا فرش ہے اس میں لال رنگ کا ایک پتھر ہے میں لال ٹوپی اوڑھ کر اس لال پتھر پر بیٹھتا تھا اور سب لڑکوں سے کہتا تھا کہ مجھے بادشاہ کہو' کبھی درگاہ کے خیموں کے اوپر چڑھ کر بیٹھتا اور دوسرے ہم عمر بچوں کو کہتا' میں تمہارا بادشاہ ہوں' میرے سامنے

Marfat.com

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاؤ!

ایک دفعہ میرے مرحوم بھائی سید محمد غوث نے مجھے بادشاہ ماننے سے انکار کیا تو میں نے دوسرے لڑکوں کو حکم دیا کہ ان کو مارو۔ لڑکوں نے کہا: ہم نے تمہاری بادشاہی کو اس لئے مانا کہ تم ہم کو اپنا وزیر بنا لو۔ اس لئے نہیں مانا کہ ہم دوسروں سے لڑیں بھی۔

میں یہ جواب سن کر آپے سے باہر ہو گیا اور بولا:

کچھ ڈر نہیں' میں اکیلا ہی لڑوں گا... چنانچہ میں لڑا اور اپنے بھائی کے مقابلے میں کمزور ہونے کی وجہ سے خوب پٹا... کوئی اور ہوتا تو شاید پٹائی کے بعد بادشاہی کا نام نہ لیتا۔ لیکن میں نے اگلے روز پھر اپنی بادشاہی کا اعلان کیا اور اپنے فاتح بھائی سے کہا کہ مجھ کو بادشاہ مانو ورنہ میں تم سے لڑوں گا۔

محمد غوث مجھ سے عمر میں کچھ بڑے تھے انہوں نے میرے مزاج کو سمجھ لیا اور ہنس کر بولے: میں تمہاری بادشاہت کو مانتا ہوں مگر خیمے کے اوپر تمہارے ساتھ بیٹھوں گا۔ نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہیں ہوں گا.... میں نے کہا: مجھے منظور ہے' میں تمہیں خیمے پر بیٹھنے کی اجازت دوں گا۔ مگر اپنے خیمے پر نہیں جو خیمہ میرے خیمے سے ذرا نیچے ہے تم وہاں بیٹھو گے۔ کیونکہ تم بادشاہ نہیں ہو اور میں بادشاہ ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مجھ سے نیچے خیمے پر بیٹھ گئے۔

پھر کہا:

"جب میں مکتب میں داخل ہوا تو اس وقت میری عمر پانچ برس کی تھی' سات برس کی عمر میں مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں بڑا آدمی ہوں اور تیموری شہزادوں کے بچوں کی امداد حاصل کر کے جو میرے ساتھ مکتب میں پڑھتے تھے میواتیوں' قصائیوں اور بڑھیوں کے لڑکوں پر حکومت کرنے کا سامان مہیا کرتا تھا۔ جو لڑکا میری اطاعت نہ کرتا اسے مکتب سے باہر نکل کر دوسرے لڑکوں سے پٹواتا تھا۔

ایک دفعہ میرے استاد صاحب کو اس بات کا علم ہو گیا۔ انہوں نے مجھ کو بہت ڈانٹا' میں نے اپنے جاسوسوں سے پوچھا کہ کس نے میری چغلی کھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ کام عرب سرائے کے ایک دولتمند میواتی کے لڑکے ابراہیم کا ہے۔

یہ سن کر آسانی سے ہمت نہ ہوئی کہ میں ابراہیم کو سزا دیتا۔ کیونکہ اس کے ساتھ بھی لڑکوں کا ایک جتھہ تھا۔ آخر میں نے سوچا کہ تیموری شہزادوں سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ

Marfat.com

انہیں لے کر مرزا غالب کے مقبرے میں گیا اور مزار کی لوح کے اوپر بیٹھ کر میں نے ان کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی اور ان سے کہا کہ تم شہزادے ہو اور ہم پیرزادے ہیں' اس میواتی نے آج میری چغلی کھائی ہے کل تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا- اس سے بدلہ لینا چاہیے-

شہزادوں نے اس رائے کو قبول کیا- چنانچہ عرب سرائے کے سامنے نہر کے کنارے ابراہیم کے ساتھیوں سے ہماری لڑائی ہوئی ایک زبردست جنگ کے بعد ہم نے انہیں مار بھگایا- اس کے بعد خواجہ صاحب نے ہمیں مخاطب کر کے کہا:

یہ سب شرارتیں اس وقت کی ہیں جب میں تمہاری عمر کا تھا مگر بچپن ہی میں میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس کے بعد میں نے شرارتوں سے توبہ کر لی- میری عمر دس برس کی ہو گی کہ میرے استاد مولانا محمد اسماعیل صاحب نے مکتب کے سب لڑکوں کو استنجے کے لئے ڈھیلے لانے کے لئے جنگل بھیجا- میواتی لڑکے زمین کھودتے تھے اور ہم ڈھیلے اکٹھے کرتے تھے- یکایک میری نگاہ ایک ٹوٹی ہوئی قبر پر پڑی جس کا پٹاؤ سرک گیا تھا اور لحد میں ایک کھوپڑی' پنڈلی اور گھٹنے کی ہڈیاں نظر پڑیں- یہ منظر دیکھ کر میں ڈر گیا اور ایسا ڈرا کہ بخار ہو گیا-

واپس آ کر میں نے استاد صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا! جو بچے اپنے ہم مکتبوں کو ستاتے ہیں اور شرارتیں کرتے ہیں ان کا حال قبر میں جا کر یہی ہوتا ہے-- یہ سن کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ تھر تھر کانپنے لگا اس کے بعد میں نے کسی ہم مکتب کو نہیں ستایا"-

خواجہ صاحبؒ کی ان مزیدار اور نصیحت آموز باتوں کا ہم پر بڑا اثر ہوا اور ہم دونوں "لڑاکے" ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے' ہنستے ہوئے کمرے سے باہر نکلے- زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے خواجہ صاحب کے ملفوظات سنے-

خواجہ صاحبؒ ۲۵ر دسمبر ۱۸۷۶ء کو دہلی کے ایک نہایت معزز گھرانے میں پیدا ہوئے لیکن خواجہ صاحب کی ولادت کے وقت یہ گھرانہ غربت کی زندگی بسر کر رہا تھا- خواجہ صاحب کے والد درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے پیرزادے تھے لیکن وہ اپنے اہل و عیال کی پرورش درگاہ کی آمدنی کے بجائے قرآن مجید کی جلدیں باندھ کر کرتے تھے- مرنے سے قبل انہوں نے خواجہ صاحب کو بلا کر یہی وصیت کی کہ:

Marfat.com

"بیٹا! کبھی درگاہ کی آمدنی پر نظر نہ رکھنا' بلکہ ہمیشہ قوت بازو سے کما کر کھانا"۔

خواجہ صاحب کے والد حافظ سید عاشق علی قرآن مجید کے حافظ تھے مگر اردو پڑھنے لکھنے سے معذور.... خواجہ صاحب کے بڑے بھائی پڑھے لکھے تھے' وہ کبھی دہلی سے باہر جاتے اور خط لکھتے تو والد کو دوسروں سے پڑھوانا پڑھتا۔ ایک دفعہ خط پڑھوایا تو اس میں بعض راز کی باتیں تھیں۔ انہوں نے حیرت سے کہا:

"کاش علی حسن (حسن نظامی) پڑھ لے' تو میں اوروں کو خط کیوں دکھاؤں۔

خواجہ صاحب اپنی خود نوشت سوانح عمری "حسن جیون" میں لکھتے ہیں:

"ابا کے حسرت بھرے فقرے نے میرے دل میں شوق علم کا بیج بو دیا"۔

## تونسہ شریف کا سفر

ان دنوں تونسہ شریف و (ڈیرہ غازی خاں)' میں حضرت خواجہ الہ بخش تونسویؒ کی بڑی شہرت تھی۔ خواجہ صاحب کے والد ماجد انہیں اپنے ساتھ تونسہ شریف لائے تاکہ انہیں حضرت خواجہ الہ بخش تونسویؒ کی بیعت کرا دیں۔

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی عمر اس وقت سات آٹھ برس کی تھی۔ اس زمانے میں تونسہ شریف جانے کے لئے دریائے سندھ کشتیوں کے ذریعے عبور کرنا پڑتا تھا۔ خواجہ صاحب جب کشتی پر بیٹھنے لگے تو ان کے والد ماجد نے انہیں ایک پیسے کے فالسے لے کر دیئے تاکہ وہ کشتی میں بیٹھ کر کھاتے رہیں۔

فالسے ختم ہو گئے تو خواجہ صاحب نے فالسوں والے کاغذ کی ایک کشتی بنائی اور پھر اسے دریائے سندھ میں ڈال دیا۔ کاغذ کی کشتی دریائے سندھ میں تیرنے لگی۔

خواجہ صاحب کی نظریں کاغذ کی کشتی پر تھیں اور ذہن میں خیال آیا کہ آج جس طرح میری کاغذ کی کشتی دریائے سندھ میں تیرتی ہے' انشاء اللہ ایک دن میری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں تمام برصغیر کے دریا میں تیریں گی۔

## پہلا مضمون

خواجہ صاحب کی عمر پندرہ برس کی تھی وہ دہلی کے کوچہ رحمان میں مولانا رضی الحسن اور مولانا الہ دین سے عربی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مغرب کی نماز وہ ہر روز جامع مسجد میں

Marfat.com

ادا کرتے۔ ایک شام کا ذکر ہے کہ وہ مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک بڈھے اور اندھے فقیر کو دیکھا کہ لمبا قد ہے' پھٹے ہوئے کپڑے ہیں۔ مٹی کا ٹوٹا ہوا پیالہ ہاتھ میں ہے اور دردناک آواز میں کہتا ہے:

"یااللہ! ایک پیسے کا آٹا دلوا دے' تو ہی دے گا' تو ہی دلوائے گا۔ ایک پیسے کا آٹا دلوا دے"۔

خواجہ صاحب اس فقیر کی آواز کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ جامع مسجد سے مٹیا محل اور پھر کلو خواص کی حویلی تک گئے اور جب فقیر اپنے کچے مکان میں جانے لگا تو انہوں نے اس سے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

فقیر نے کہا:

میں بہادر شاہ بادشاہ کا نواسہ قمر سلطان ہوں۔

یہ سن کر خواجہ صاحب پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے "بھکاری شہزادہ" کے عنوان سے ایک مضمون اخباروں کو بھیجا۔ جس کے چھپنے کے بعد اس کی بڑی شہرت ہوئی اور لوگوں نے بھکاری شہزادے کو بہت روپے بھیجے۔

خواجہ صاحب اپنے مضمون کی مقبولیت سے بہت خوش تھے کہ اچانک انہیں ڈپٹی کمشنر دہلی کی طرف سے خفگی کا ایک خط ملا' جس میں لکھا تھا کہ آئندہ ایسے مضامین نہ لکھنا' ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔

انہی دنوں علامہ جلال الدین سیوطی کی ایک عربی تصنیف ان کے ہاتھ آئی جس میں مفلسی دور کرنے کے اعمال تھے۔ خواجہ صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کیا جسے غلام نظام الدین خاکسار کتاب فروش چاندنی چوک دہلی نے "مفلسی کا مجرب علاج" کے نام سے شائع کیا۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ دو ماہ میں اس کے دو ایڈیشن فروخت ہو گئے۔

مضمون نگاری کے شغل کے ساتھ خواجہ صاحب نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ عربی کی ابتدائی تعلیم سے جلالین اور مشکوۃ تک انہوں نے مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی سے پڑھا۔ سنن ابوداؤد اور ترمذی کے سبق انہوں نے مولانا میاں محمد سے لئے' ان کے علاوہ دہلی میں مولانا عبدالعلی محدث' مولانا وصیت علی مولوی حکیم رضی الحسن اور مولانا حکیم الہ دین سے بھی تعلیم حاصل کی پھر گنگوہ ضلع سہارنپور کے مدرسہ رشیدیہ میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

## محنت مزدوری

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے محنت مزدوری کو اپنا شعار بنایا۔ پھیری پھر کر کتابیں اور عمارات کے فوٹو بیچتے تھے۔ ان دنوں مضمون نگاری کی بدولت خواجہ صاحب کی حیثیت خوب نمایاں ہو چکی تھی۔ انہی دنوں دربار ۱۹۰۳ء کے موقع پر بستی حضرت نظام الدین اولیاؒ سے تقریباً نو دس میل دور جہاں درباریوں کے خیمے لگائے گئے تھے، وہاں وہ بیس سیر کا بوجھ سر پر رکھ کر پہنچتے تھے، خیموں میں جاتے تھے اور کتابیں اور عمارات کے فوٹو دکھاتے تھے۔

کسی نے دریافت کیا:

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

خواجہ صاحب نے کہا:

"بستی حضرت نظام الدین میں رہتا ہوں"۔

دریافت کرنے والے نے کہا:

خواجہ حسن نظامی بھی تو وہیں رہتے ہیں ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں"۔

خواجہ صاحب نے جواب دیا:

درگاہ شریف میں حضرت امیر خسروؒ کے مزار کے سامنے حسن نظامی کا حجرہ ہے، فلاں وقت ملاقات ہو سکے گی۔

دوسرے دن وہ صاحب درگاہ شریف میں حاضر ہوئے اور خواجہ صاحب کے حجرہ میں گئے۔ خواجہ صاحب موجود تھے۔ ان صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بے اختیار زبان سے نکلا:

آپ وہی خواجہ حسن نظامی ہیں جن کے مضامین اخباروں میں چھپتے ہیں؟ بڑا افسوس ہے کہ آپ جیسے انسان کو اتنا بوجھ اٹھا کر کوسوں کی منزل طے کرنی پڑتی ہے۔

خواجہ صاحب نے جواب دیا:

"افسوس نہ کیجئے، خوش ہوجئے کہ میں اور پیرزادوں کی طرح بھیک نہیں مانگتا، اپنی روزی محنت مزدوری کر کے حاصل کرتا ہوں"۔

## فارغ البالی

انہی دنوں کا ذکر ہے خواجہ صاحب درگاہ کے حجرے میں بیٹھے تھے کہ لمبے قد اور

Marfat.com

مضبوط جسم کا ایک بڈھا انگریز ان کے پاس آیا اور بولا :

میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مزار کی زیارت کی تو مجھ کو مزار سے ایک روحانی نور اپنے دل میں اترتا معلوم ہوا اور میں نے اس کی نسبت ان لوگوں سے پوچھا جو وہاں موجود تھے انہوں نے جواب دیا ہم ان سوالات کی نسبت کچھ نہیں جانتے' وہ سامنے ایک شخص بیٹھا ہے اس سے پوچھو' اس غرض سے میں آپ کے پاس آیا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں عیسائی انگریز ہوں' پھر میرے دل میں اس مزار سے روحانی نور کیوں آیا۔

خواجہ صاحب نے کہا :

"خدا کا سورج اور خدا کی ہوا' اور خدا کا پانی ہر جاندار کو فائدہ پہنچاتا ہے اس مزار کے اندر خدا کی ایک مقبول اور زندہ روح موجود ہے اس نے آپ کو اس قابل سمجھا کہ اپنا نور آپ کے دل میں ڈال دے"۔

انگریز یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر گزرنے کے بعد آنکھیں کھول کر کہا :

"مجھے آپ کے جواب سے بہت تسکین ہوئی ہے میں مدت تک صوبہ سرحد کی فوج میں رہا ہوں اور اردو زبان میں نے اس ملک میں سیکھی ہے اس کے بعد مجھے سوڈان کی لڑائی میں افسر بنا کر بھیجا گیا اور وہاں مجھے مہدی سوڈانی کے ایک درویش نے زخمی کر دیا اور میں میدان جنگ سے لندن چلا گیا۔ اس کے بعد مجھے ٹرانسوال کی لڑائی میں بھیجا گیا۔ میں لیفٹیننٹ جنرل کی حیثیت سے ریٹائر ہوا اور اب مجھے پنشن ملتی ہے۔ مجھے اسلامی تصوف سیکھنے کا بہت شوق ہے اگر آپ اجازت دیں تو جب تک میں یہاں ہوں روزانہ آپ کے پاس آیا کروں"۔

جنرل صاحب ہر روز شام کو خواجہ صاحب کے پاس آنے لگے' اسلامی تصوف پر تبادلہ خیالات ہوتا۔ اسلامی تصوف کے ساتھ ساتھ خواجہ صاحب نے اسے اسلام کی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔

لندن جاتے وقت جنرل صاحب نے خواجہ صاحب کو ایک ہزار روپے دیئے اور کہا :

اردو زبان میں تصوف کی کتابیں لکھئے اور یہ روپیہ اس کام میں صرف کیجئے۔ نو مسلم انگریز جنرل ڈکسن کی اس امداد سے خواجہ صاحب نے اپنی تحریروں کی اشاعت کا کام شروع کیا جو

Marfat.com

بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گیا کہ وہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف اور ہزاروں کتابوں کے پبلشر بن گئے۔

## اسلامی اتحاد کے لئے سفر

۱۹۱۱ء میں مسلمانوں کی خستہ حالی کے بارے میں خواجہ صاحب کی علامہ اقبال سے گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ سید جمال الدین افغانیؒ کے مشن کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ کے ایما پر خواجہ صاحب نے مصر شام، فلسطین، عراق اور عرب وغیرہ اسلامی ممالک کے دورے کئے اور وہاں کے مسلمانوں کو بتایا کہ عالم اسلام کی سلامتی کا راز اس میں مضمر ہے کہ سب مسلمان، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مقیم ہوں ہر قسم کے اختلافات دور کر کے متحد ہو جائیں۔

## کانپور کی مسجد کا واقعہ

۱۹۱۳ء میں کانپور کی امپرومنٹ ٹرسٹ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ جامع مسجد کے مشرقی حصے کو سڑک کی تعمیر کے لئے حاصل کیا جائے گا۔ اس فیصلہ سے مسلمانوں کو بے حد صدمہ پہنچا اور انہوں نے پوری کوشش کی کہ یہ فیصلہ منسوخ ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ مسجد کا مشرقی حصہ منہدم ہونا تھا کہ پورے برصغیر کے مسلمان بے قابو ہو گئے۔ مسلمان لیڈروں میں خواجہ صاحب پیش پیش تھے۔ اپنے مضامین اور تقاریر میں انہوں نے مسلمانوں میں عام بیداری پیدا کی۔ ۷ر اگست ۱۹۱۳ء کو انہوں نے جامع مسجد میرٹھ میں نماز جمعہ کے بعد ایک تقریر کی۔ تقریر کیا تھی فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر تھا۔ خطابت کا ایک طوفان تھا۔ لوگ ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے اور ان کی ڈاڑھیاں اور چہرے خون کے آنسوؤں سے بھیگ چکے تھے۔ جب انہوں نے یہ کہا:

"اس کی قسم جس کی صاجزادی فاطمۃ الزہراؓ اپنے باپ کی ہچکیاں لیتی ہوئی امت کو پانی کے گھونٹ پلاتی پھرتی ہے"۔ تو حاضرین چیخیں مارنے لگے۔ انگریز حاکم کو مخاطب کر کے خواجہ صاحب نے کہا:

"کیا انگریز نے نہیں دیکھا کہ بلقان اور طرابلس کے دور دراز ملکوں میں ہمارے بھائیوں کے پھانس چبھتی تھی تو یہاں پردیس میں ہم

Marfat.com

ہندوستانیوں کے دل پر خنجر چل جاتے تھے کیا انگریز' مسلمانوں کا اور جوش دیکھنا چاہتے ہیں؟ کیا انہیں آرزو ہے کہ مسلمان اپنا ایجی ٹیشن دکھائیں؟ ان سے کہہ دو کہ ہمارا جوش فیشن اور نمائش کا جوش نہیں ہے جو میز اور کرسی تک محدود رہے ہم جوش میں آتے ہیں تو آسمان تھرا جاتا ہے' سمندر ڈر کر سمٹ جاتے ہیں۔ پہاڑ پست ہو جاتے ہیں۔ دریاؤں کی روانی رک جاتی ہے۔ مت بھولو کہ ہمارا جھنڈا بلند ہوتا ہے تو سینٹ پال کے گرجا کے سوا کہیں اور نصب نہیں ہوتا"۔

اس تقریر سے مسلمانوں میں اس قدر جوش پیدا ہو گیا کہ بلوے کو روکنے کے لئے فوج اور توپ خانے حرکت میں آ گئے۔ آخر وائسرائے کو خود کانپور آنا پڑا جہاں اس نے اعلان کیا کہ انہدام شدہ مسجد فی الفور بنا دی جائے گی۔

ہندوستان میں سوامی شردھانند آریوں کا لیڈر تھا۔ کانگریس کی خاطر وہ کئی سال جیل میں رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو یہ خیال ساتھ لایا کہ مسلمان ہمیشہ الگ حقوق کا سوال چھیڑتے ہیں بہتر ہے مسلمانوں کو آریہ بنا لیا جائے تاکہ الگ حقوق کی بحث ہی ختم ہو جائے۔

شہروں کے مسلمان تو پڑھے لکھے تھے' شردھانند نے سوچا کہ تعلیم یافتہ لوگوں کو قابو میں لانا محال ہے' دیہات میں جا کر کام کرنا چاہیے' چنانچہ اس نے دیہاتیوں کو لالچ دے کر انہیں مرتد کرنا شروع کر دیا۔ خواجہ صاحب نے یہ حالت دیکھی تو تڑپ اٹھے تن تنہا اس فتنے کو کچلنے کے لئے میدان میں اتر آئے۔ سب سے پہلے انہوں نے اس بات پر غور کیا کہ دیہاتوں میں مسلمان آریہ کیوں ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے ذہن میں دو باتیں آئیں۔ ایک یہ کہ ان کو اسلام سے متعلق پوری واقفیت نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ غربت و افلاس سے مجبور ہو کر آریہ ہوتے ہیں۔

ان بنیادی وجوہ کے معلوم ہوتے ہی انہوں نے عقائد کی واقفیت اور دینی معلومات کی ترقی کے لئے طرح طرح کے اشتہارات' ہینڈ بل' پمفلٹ اور کتابیں ہزارہا کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کرنے شروع کر دیئے اور اردو کے علاوہ گجراتی' ہندی' کنڑی' بنگالی اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں بھی ان کے ترجمے شائع کرائے ان کی اس کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ خود ان کے اندازے کے مطابق تقریباً ایک لاکھ آدمی مرتد ہونے سے بچ گئے اور پچیس

Marfat.com

ہزار سے زیادہ اشخاص نئے مسلمان ہوئے۔

کتابیں اور پمفلٹ چھاپنے کے علاوہ انہوں نے تقریروں سے بھی بڑا کام لیا۔ وہ فطرتاً نفسیات کے ماہر تھے۔ چٹکلوں اور لطیفوں میں دیہاتی مسلمانوں کا رخ ادھر سے ادھر پھیر دیتے تھے۔ ضلع متھرا کے اطراف کا واقعہ ہے' ہندوستان بھر کے علمائے کرام ملکانہ راجپوتوں کو حقانیت اسلام کے دلائل دیتے دیتے تھک گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر خواجہ صاحب وہاں گئے اور جلسہ عام میں ان سے ایک فقرہ کہا کہ : مجھے بتاؤ جس دین کی نشانی پکی ہو وہ سچا ہے یا جس دین کی نشانی کچی ہو وہ سچا ہے؟" دیہاتی مسلمان بولے۔ "جی سچو وہ جس کی نشانی پکی۔" خواجہ صاحب نے فرمایا :

"تو ہندو مت کی نشانی چوٹی اور اسلام کی نشانی ختنہ' چوٹی ہر آن کٹ سکتی ہے ختنہ مٹائے نہیں مٹ سکتا"۔

دیہاتی اس دلیل کو فوراً مان گئے۔

## نظام دکن سے گفتگو

خواجہ صاحب کی تبلیغ کا طریقہ بڑا موثر تھا ہر شخص سے اس کی ذہنی استعداد کے مطابق بات چیت کرتے تھے اور اسلام کی حقانیت اسے سمجھاتے تھے۔

بادشاہوں کو تبلیغ کرنا مشکل ہوتی تھی لیکن دیکھئے خواجہ صاحب والئی دکن میر عثمان علی خاں کے سامنے یہ فریضہ کس طرح ادا کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب پہلی مرتبہ حیدر آباد جاتے ہیں اور والئی دکن انہیں ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔ اتفاق سے خواجہ صاحب وقت مقررہ سے کچھ لیٹ پہنچتے ہیں۔ والئی دکن کا مزاج اس پر برہم ہے اور وہ سب سے پہلے تاخیر کی وجہ دریافت کرتا ہے۔ خواجہ صاحب اس کی برہمی کو محسوس کرکے معذرت کے انداز میں کہتے ہیں :

ظل سبحانی! جب میں بارگاہ خسروی میں حاضر ہونے کے لئے اپنی قیام گاہ سے چلا تو راستے میں آواز پر آواز سنائی دی۔ کوئی حسن نظامی! حسن نظامی! کہہ کر پکار رہا تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو چھڑکاؤ کی گاڑی آ رہی تھی اور وہی مجھے پکار رہی تھی۔

چھڑکاؤ کی گاڑی؟ والئی دکن کا پارہ اور چڑھا۔

خواجہ صاحب نے بڑے سکون سے جواب دیا :

Marfat.com

ہاں، ظل سبحانی! چھڑکاؤ کی گاڑی مجھے پکار رہی تھی۔ اس نے کہا، حسن نظامی تو بادشاہ کے پاس جا رہا ہے۔ ایک میری بھی بات سنتا جا۔ میں اس کی بات سننے کو ٹھہر گیا۔ اس نے کہا: میں چھڑکاؤ کی گاڑی ہوں۔ صبح سویرے نل کے پاس چلی جاتی ہوں۔ وہ اپنی نعمت سے میرا دامن بھر دیتا ہے۔ سڑک پر پڑے ہوئے بے شمار ذرات پیاس کی شدت سے "العطش، العطش" پکارتے ہوتے ہیں۔ میں اس نعمت سے ان کی پیاس بجھاتی ہوں۔ جب میرا دامن خالی ہو جاتا ہے تو میں پھر نلکے کے پاس آ جاتی ہوں وہ پھر میرا دامن بھر دیتا ہے اور میں پھر پیاسے ذرات کی پیاس بجھانے کے لئے روانہ ہو جاتی ہوں۔ صبح سے شام تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب شام ہو جاتی ہے تو ہلکی پھلکی ہو کر سو جاتی ہوں۔ صبح اٹھتی ہوں تو پھر یوں ہی دھندا شروع ہو جاتا ہے۔ حسن نظامی تو بادشاہ کے پاس جا رہا ہے، ایک پیغام میرا بھی لیتا جا، بادشاہ سے کہنا کہ وہ بھی چھڑکاؤ کی گاڑی ہوتے ہیں اور ان کی رعایا پیاسے ذرات۔

نظام سنبھلا۔ اب اس کا غصہ فرو ہو چکا تھا۔ اس نے نہایت دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"خواجہ صاحب پھر کیا ہوا؟"

خواجہ صاحب بولے

ظل سبحانی! میں یہ باتیں سن کر بیس قدم بھی آگے نہ بڑھا ہوں گا کہ پھر کسی کی آواز سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو لیٹر بکس حسن نظامی، حسن نظامی پکار رہا تھا، اس نے کہا: حسن نظامی تو بادشاہ کے پاس جا رہا ہے۔ ذرا ایک بات میری بھی سنتا جا۔ میں لیٹر بکس ہوں، دن رات اسی طرح کھڑا رہتا ہوں بچے بوڑھے عورت، مرد سب میرے پاس آتے ہیں اور مجھ پر اعتماد کر کے اپنی امانتیں میرے سینے میں ڈال دیتے ہیں۔ میں جاڑے میں ٹھٹھرتا ہوں، گرمیوں، میں تپتا ہوں اور جھلستا ہوں، برسات میں بھیگتا ہوں، لیکن کسی کی امانت کو ضائع نہیں ہونے دیتا کسی کی امید نہیں ٹوٹنے دیتا۔ سب کی امانتوں کی حفاظت کرتا ہوں اور سینے سے لگائے

رہتا ہوں اور پھر وہ امانتیں جس کسی کے حصہ کی ہوتی ہیں اس تک پہنچا دیتا ہوں، حسن نظامی، تو بادشاہ کے پاس جا رہا ہے بادشاہ سے کہنا کہ بادشاہ لیٹر بکس ہوتے ہیں، سب کی امانتوں کے محافظ، سب کے معتمد علیہ، امانتوں کو لوگوں تک پہنچانے والے... بس ظل سبحانی! اس وجہ سے چند منٹ دیر ہو گئی ورنہ میں عین وقت پر پہنچتا"۔

Marfat.com

یہ لطیفے نہیں ہیں، خواجہ صاحب نے یہ ساری باتیں نظام کی خوش طبعی کے لئے نہیں کہی تھیں بلکہ غور کیجئے کہ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں کتنے دلچسپ پیرائے میں نظام کے سامنے اس تبلیغی مشن کو پورا کیا جو ان کی زندگی کا مقصد تھا۔

## صاحب طرز انشا پرداز

خواجہ صاحب اردو کے صاحب طرز انشا پرداز تھے، تقریباً نصف صدی تک انہوں نے اپنے قلم سے اسلام اور مسلمانوں کی بے نظیر خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے تقریباً پانچ سو چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں اور ادب کے ذریعے نبوت کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ اردو ادب میں انشائیہ نگاری، روزنامچہ نگاری اور حلیہ نگاری انہی کی ایجاد ہیں۔ ان کی بعض کتابیں لازوال شہرت، قبول عام اور بقائے دوام کی مالک ہیں۔ مثلاً ان کے ادبی مضامین کا مجموعہ "سی پارہ دل۔ افسانوں کا مجموعہ "بیگمات کے آنسو"۔ سفرنامہ مصروشام و حجاز۔ خیالی روزنامچہ نگاری کا شاہکار "ایڈورڈ ڈائری۔ خود نوشت سوانح عمری" "آپ بیتی" فکاہیہ تحریروں کا مجموعہ "چٹکیاں اور گدگدیاں"۔ ریڈیو تقاریر کا مجموعہ "کانا باتی"۔ ترک جہانگیری کا ترجمہ۔ "جہانگیر کا روزنامچہ"۔ "نظامی بنسری" اور "قرآن مجید کا اردو اور ہندی ترجمہ اور تفسیر"۔ مولانا صلاح الدین احمد کی رائے میں وہ محمد حسین آزاد کے بعد اردو کے سب سے بڑے انشا پرداز ہیں۔

## خود نوشت لوح مزار

خواجہ صاحب نے ۱۰ر ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ کو دہلی میں انتقال فرمایا۔ ان کی قبر پر سنگ مرمر کی لوح نصب ہے اور اس پر ان کی خود نوشت عبارت درج ہے:

"اس خاک میں وہ سوتا ہے جس نے دنیا کی بیداری میں سونے والوں کو جگانے کی خاطر اچھی اور بری موت کا فرق قلم کی بجلی سے زندہ کر کے دکھا دیا۔ اس گور میں وہ آدمی دبایا گیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور چاروں اصحابؓ کی بزرگی اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا اقرار تھا وہ خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرتا تھا نہ اس کے سوا کسی سے ڈرتا تھا۔

چار دن کی شہرت پر گھمنڈ نہ کرنا کہ یہ بھی خوب مشہور ہو کر گمنام ہو گیا۔ قوت تحریر و تقریر کا غرور دل میں نہ لانا کہ اس کی طاقت انشا پردازی نے بھی تمام ہندوستان میں دھاک بٹھا دی تھی۔ مگر

Marfat.com

آج وہ ساری دھوم اس تودۂ خاک میں چپ چاپ پڑی ہے۔

یہ اس کی قبر ہے جس نے الواح قبور اس وقت لکھیں جب کہ دنیا کی کسی زبان میں ان کی نظیر موجود نہ تھی، لیکن یہ بے مثال باتیں ایجاد کرنے والا بھی آخر مرگیا اور کہہ گیا کہ: کام آخرت کی نیت سے کرنا۔ جس کا نتیجہ لازوال ہے اس زندگی کے لئے نہیں جہاں کا رہنا چند ساعت کا خواب و خیال ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

# باب پنجم

Marfat.com

Marfat.com

طوطئ شکر بیاں

# حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

## سلطان المشائخ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی اپنی خانقاہ فلک پایگاہ میں تشریف فرما تھے۔ سامنے امیر خسرو دو زانو بیٹھے اپنی تازہ غزل سنا رہے تھے۔ غزل سن کر حضرت خوش ہوئے اور فرمایا:

مانگ کیا مانگتا ہے؟

عرض کیا:

اپنے کلام میں شیرینی چاہتا ہوں!

فرمایا:

میری چارپائی کے نیچے شکر سے بھرا ہوا ایک تھال رکھا ہے' وہ اٹھا لاؤ۔

امیر خسرو نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت نے اس میں سے تھوڑی سی شکر امیر خسرو کو کھلائی اور دعا دی ——— وہ دن اور آج کا دن دنیا انہیں "خسرو شیریں بیاں" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ عرفی کا کہنا ہے۔

برو رح خسرو ازیں پارسی شکر دارم
کہ کام طوطی ہندوستاں شود شیریں

امیر خسرو جیسا جامع الکمالات برصغیر میں ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ بظاہر انہوں نے ہمیشہ شاہی درباروں میں ملازمت کی مگر ان کے سوانح نگار کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی رغبت سے دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ وہ امراء میں ممتاز اور فقراء میں ممتاز تر تھے۔ دنیا کے تمام اہل علم 'ور نقاد ان کی ادبی عظمت کے آگے سرنگوں ہیں' صوفیہ نے ہمیشہ

Marfat.com

ان کے مرتبہ روحانی کی خبر دی ہے اور کیوں نہ دیتے خود ان کے پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے ایک بار خسرو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دعا کی تھی:

"الٰہی بسوز سینہ ایں ترک مرابہ بخش"

اور یہ بھی فرمایا تھا ۔

خسرو کہ با نظم و نثر مثلش کم خاست
ایں خسرو ماست' ناصر خسرو نیست
ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
زیرا کہ خدای ناصر خسرو ماست

## حالات زندگی

ترکستان میں ایک قبیلہ لاچین کے نام سے مشہور تھا۔ ہندوستان آنے سے پہلے لاچین قبیلے کے لوگ بلخ اور اس کے آس پاس آباد تھے۔ حضرت امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین محمود اس قبیلے کے سردار تھے اور ان کا شمار بلخ کے شرفا اور امراء میں ہوتا تھا۔

تاتاری فتنے اور چنگیز خانی مظالم کا دور تھا۔ ظلم و ستم کا یہ طوفان ترکستان میں بھی پہنچا اور بھری پری بستیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ جو زندہ بچے' وہ ترک وطن کرکے ادھر ادھر چلے گئے۔ امیر سیف الدین محمود نے ہندوستان کا رخ کیا اور دہلی کے قریب ایک مقام پٹیالی میں قیام کیا۔ اس وقت ہندوستان میں سلطان شمس الدین التمش حکمران تھا' امیر سیف الدین محمود کی خاندانی وجاہت و شرافت اور ذاتی اوصاف و قابلیت کی بدولت جلد ہی دربار شاہی میں ان کی رسائی ہو گئی۔ التمش نے انہیں اپنے مشیروں میں شامل کر لیا اور بارہ سو روپے نقد سالانہ وظیفہ مقرر کرکے منصب و جاگیر عطا کی۔

دہلی میں نواب عماد الملک ایک صاحب کمال بزرگ تھے' ان کا شمار اولیاء اللہ میں کیا جاتا ہے۔ انہی کی صاحبزادی سے امیر سیف الدین محمود کی شادی ہوئی' جن کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔

۱۔ اعزالدین علی شاہ

۲۔ ابوالحسن یمین الدین

۳۔ حسام الدین احمد

امیر سیف الدین محمود کے یہ منجھلے صاحبزادے ابوالحسن یمین الدین ہی تھے جو آگے چل کر امیر خسرو کے نام سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوئے۔

Marfat.com

## پیدائش اور تعلیم

امیر خسرو ۶۵۱ھ میں پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ مشہور ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوئے ان کے والد انہیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک صاحب حال بزرگ کی خدمت میں لے گئے۔ بزرگ نے دور ہی سے دیکھ کر فرمایا:

"یہ لڑکا عارف باللہ اوریگانہ روزگار ہو گا' قیامت تک اس کا نام یادگار رہے گا اور یہ خاقانی سے بھی دو قدم آگے بڑھ جائے گا"۔

امیر خسرو چار برس کی عمر تک پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد امیر سیف الدین محمود انہیں دہلی لے گئے اور وہاں ان کی تعلیم و تربیت کا بہتر سے بہتر انتظام کیا۔ مکتب میں قاضی اسد الدین انہیں خوش نویسی کی مشق کراتے تھے۔ مگر امیر خسرو کو خطاطی سے زیادہ شاعری کی دھن تھی۔ اپنے پہلے دیوان تحفتہ الصغر کے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں:

"میرے والد مجھے مکتب بھیجا کرتے تھے لیکن میں ردیف اور قافیہ کے چکر ہی میں رہتا تھا میرے قابل استاد اسد الدین محمد خطاط جو عام طور پر قاضی کے لقب سے مشہور تھے۔ مجھے خوش نویسی سکھانے کی کوشش کیا کرتے تھے: لیکن میں مہ جبینوں کے خط کی تعریف میں شعر کہتا رہتا تھا اور اپنے استاد کی پوری کوشش کے باوجود جو طرۂ یار کی طرح دراز اور مسلسل تھی۔ میں زلف اور خال کے شوق سے باز نہ آتا تھا"۔

ایک مرتبہ ان کے استاد قاضی اسد الدین انہیں خواجہ عز الدین کے گھر لے گئے۔ جو علم و فضل میں مشہور تھے۔ جب یہ لوگ ان کے پاس پہنچے تو وہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ قاضی اسد الدین نے ان سے کہا کہ یہ چھوٹا بچہ میرا شاگرد بھی غوں غاں کرتا ہے' ذرا اس سے بھی ایک دو شعر پڑھوا کر دیکھئے۔ اس پر خواجہ عز الدین نے ایک کتاب دے کر سنانے کی فرمائش کی۔ امیر خسرو نے ایسی شیریں اور مترنم آواز میں اشعار پڑھے کہ سننے والوں کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ پھر خواجہ عز الدین نے چار غیر متناسب چیزوں کے نام لے کر کہا کہ ان کو نظم میں موزوں کرو۔ یہ الفاظ مو' بیضہ' تیر اور خربوزہ تھے۔ امیر خسرو نے برجستہ یہ رباعی موزوں کرکے سنائی ۔

ہر موئے کہ درد و زلف آں صنم است
صدبیضہ عنبریں برآں موئے صنم است

Marfat.com

چوں تیر بداں راست دلش رازیرا
چوں خربزہ و ندانش میان شکم است

یہ سن کر خواجہ انگشت بدنداں رہ گئے اور امیر خسرو کی بے حد تعریف کی۔

## سلطان المشائخ کی بارگاہ میں

امیر خسرو کا دل بچپن ہی میں صوفیہ کی طرف مائل تھا۔ ان کے والد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ایک روز انہیں اپنے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے دولت کدے پر لے گئے۔ جب والد اندر جانے لگے تو امیر خسرو نے دریافت کیا آپ مجھے کہاں لئے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم کو حضرت سلطان المشائخ کا مرید کرانے لایا ہوں۔ امیر خسرو نے عرض کیا کہ پیر کا پسند کرنا میرا فعل ہے نہ کہ آپ کا۔ یہ کہہ کر دروازے پر بیٹھ گئے اور ان کے والد اندر خانقاہ میں چلے گئے۔

حضرت امیر خسرو نے باہر دروازے پر بیٹھے بیٹھے ایک رباعی موزوں کی اور دل میں خیال کیا کہ اگر حضرت روشن ضمیر ہوں گے تو اس کا جواب دیں گے۔ اگر مجھے معقول جواب مل گیا تو مرید ہو جاؤں گا' ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ رباعی یہ تھی ؎

تو آں شاہے کہ برایوان قصرت
کبوتر گرنشیند باز گردد
غریبے مستمندے بردر آمد
بیاید اندروں یا باز گردد

حضرت سلطان المشائخ نے کشف سے امیر خسرو کا ارادہ معلوم کر لیا اور ایک خادم کو بلا کر ارشاد فرمایا: دیکھو باہر دروازے پر ایک ترک بچہ بیٹھا ہے' تم جا کر یہ رباعی اسے سنا دو ؎

بیاید اندروں مرد حقیقت
کہ باما یک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مرد نادان
ازاں راہے کہ آمد باز گردد

علامہ درد کاکوردی مرحوم نے ان اشعار کا منظوم ترجمہ کیا ہے ؎

Marfat.com

شہا تیرے محل کے کنگرے پر
اگر بیٹھے کبوتر باز ہو جائے
غریب آیا ہے حاجت لیکے اپنی
پلٹ جائے کہ یہ دمساز ہو جائے

اگر ہے مرد حق اندر چلا آئے
ہمارا اک گھڑی ہمراز ہو جائے
سمجھ اتنی نہیں تو جائے واپس
نہیں ہے سوز تو بے ساز ہو جائے

یہ رباعی سنتے ہی امیر خسرو دیوانہ وار خانقاہ میں داخل ہوئے اور حضرت کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:

"بیا بیا اے مرد حقیقت این جا بیا یک نفس باما ہمراز بشو"۔

امیر خسرو؛ حضرت سلطان المشائخ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے(۱) اس کے بعد حضرت نے ان کی تعلیم و تربیت خود کرنی شروع کی۔ آپ ہی کے توسل سے امیر خسرو نے دربار شاہی میں رسائی حاصل کی اور سات بادشاہوں کے درباروں میں ملک الشعراء' مصاحب خاص اور مشیر خاص کے عہدوں پر فائز رہے۔ دن کو شاہی دربار میں

۱۔ نظامی بنسری صفحہ ۲۲۳ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر خسرو نے احمد ایاز (راجکمار ہردیو) سے کہا میں بہت چھوٹی عمر میں بیعت ہو گیا تھا اور اس کے بعد وہ واقعہ بیان کیا ہے جو ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن حیات امیر خسرو کے مصنف نقی محمد خاں نے لکھا ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں بیعت ہونا صحیح نہیں ہے۔ بیعت کا سال اکثر تذکرہ نگاروں نے الگ الگ لکھا ہے۔ ڈاکٹر وحید مرزا نے ۶۷۱ھ لکھا ہے۔ علامہ شبلی نے ۶۷۱ھ اور علامہ کیفی چڑیا کوٹی نے ۶۷۰ھ۔ البتہ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ پہلے آٹھ برس کی عمر میں بیعت ہوئے تھے پھر ۶۷۱ھ میں جیسا کہ خود افضل الفوائد میں لکھا ہے خواجہ صاحب کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی تھی۔ فرشتہ نے بھی لکھا ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں بیعت کی تھی۔

Marfat.com

رہتے اور رات بھر پیر و مرشد کی خدمت میں شب باش رہ کر شب بیداری کرتے۔ حضرت سلطان المشائخ کی غلامی پر امیر خسرو کو بڑا ناز تھا۔ ایک شعر میں کہتے ہیں ؎

مفتخر از دے بغلامی منم
خواجہ نظام ست و نظامی منم

## مرید و مرشد میں محبت

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک روز امیر خسرو نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ آج کل تہجد کے وقت بہت رونا آتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ کچھ ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے امیر خسرو سے فرمایا کہ میں نے خواب میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے فرزند حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کو دیکھا کہ وہ میرے پاس تشریف لائے ہیں۔ اس وقت تو (امیر خسرو) وہاں آیا اور معرفت کے نکات بیان کرنے لگا۔ یکایک صالح موذن نے صبح کی اذان کہی اور میری آنکھ کھل گئی۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ بہت بڑی بات ہے کہ تجھ کو میں نے ایسے مقام میں دیکھا۔ تجھ کو چاہیے کہ بزرگوں کے کلمات ہر وقت اپنے سامنے رکھا کرو۔ اس کے بعد اپنی خاص ٹوپی منگوائی اور امیر خسرو کے سر پر رکھی۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۳۰۳)

غرض امیر خسرو نے اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں کی بدولت اور مرشد سے انتہائی عقیدت و محبت کی وجہ سے حضرت خواجہ کے دل میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا' یہاں تک کہ دوسرے مریدوں کو حضرت خواجہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لئے امیر خسرو کو وسیلہ بنانا پڑتا تھا۔

حضرت سلطان المشائخ نے انہیں "ترک اللہ" کے خطاب سے نوازا' جس کا ذکر امیر خسرو نے اپنے مدحیہ قصیدے کے اشعار میں نہایت فخر اور تشکر کے انداز میں کیا ہے ؎

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت
دست ترک اللہ بگیر وہم باللش سپار
چوں من مسکیں ترادارم' ہم انیم بس بود
شیخ من بس مہربان و خانقم آمرز گار

Marfat.com

حضرت محبوب الٰہی فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں۔ مگر اے میرے ترک تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا۔ اسی مفہوم کا ایک شعر بھی آپ نے امیر خسرو کے بارے میں کہا ہے ۔

گر برائے ترک ترکم آرہ برتارک نہند
ترک تارک گیرم و ہرگز نگیرم ترک ترک

ایک بار فرمایا: جب قیامت کے دن سوال ہو گا کہ نظام الدین ہمارے لئے کیا لایا ہے تو میں جواب میں خسرو کو پیش کر دوں گا۔ اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا:

"روز حشر امیدوارم کہ مرابہ سوز سینہ ایں ترک بچہ بخشد"۔

یعنی اس ترک بچے کے دل میں جو آگ سلگتی ہے' اس کی گرمی کے سبب میں بخشا جاؤں گا۔ ایک بار امیر خسرو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دعا کی:

"الٰہی بسوز سینہ ایں ترک مرابہ بخش"

یعنی اے خدا! اس ترک کے سوز دل کے طفیل مجھے بخش دے۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک قبر میں دو لاشوں کا دفن کرنا جائز ہوتا تو میں اپنی قبر میں خسرو کو دفن کرنے کی وصیت کر جاتا۔

## مرشد کی نعلین

ایک روز ایک مفلس و قلاش شخص نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کیا اتفاق سے اس وقت آپ کے پاس کوئی چیز دینے کے لئے موجود نہ تھی۔ سوالی کو خالی ہاتھ بھیجنا بھی پسند نہ تھا' اس لئے اپنی نعلین اتار کر اسے دے دیں۔ اس آدمی کو اس سلوک سے آزردگی تو ہوئی لیکن مفلوک الحالی کے باعث اسی کو غنیمت جانا اور لے کر چلا گیا۔ دوران سفر میں اتفاق سے اس شخص کی ملاقات حضرت امیر خسروؒ سے اودھ کی ایک سرائے میں ہو گئی۔ حضرت امیر کے دریافت کرنے پر اس شخص نے حضرت خواجہ سے اپنی ملاقات اور ان سے نعلین کے ملنے کا واقعہ سنایا۔ حضرت امیر کے ہمراہ اس وقت مال و اسباب اور لونڈیاں غلام بھی تھے' آپ نے اس مسافر سے تمام مال و اسباب اور لونڈیاں غلاموں کے عوض حضرت خواجہ کی نعلین حاصل کر لیں۔

## ترک صحبت کا غم

حضرت سلطان المشائخ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز اول وقت میں ادا فرما کر اپنی

Marfat.com

خواب گاہ میں سونے کی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے جب آپ خواب گاہ میں ہوتے تو اس وقت کسی شخص کو وہاں آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی، لیکن امیر خسرو کے لئے اس وقت بھی حضوری کی اجازت فرما رکھی تھی۔

حضرت امیر خسروؒ دن بھر کی درباری مصروفیات سے فارغ ہو کر رات کے وقت اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور حضرت خواجہ کے استفسار پر درباری واقعات سناتے یا اپنا تازہ کلام خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت خواجہ سنتے سنتے سو جاتے تو حضرت امیر بھی ان کے پاؤں پر سر رکھ کر سو لیتے۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ کے لئے یہ صحبت ترک ہو گئی تو حضرت امیر خسرو کو بے حد افسوس ہوا، اس کا اظہار انہوں نے حضرت خواجہؒ کو مخاطب کر کے اس شعر میں یوں کیا ہے۔

نخفت خسرو مسکیں ازیں ہوس شبہا
کہ دیدہ برکف پایت نہد بخواب شود

## قلندری دربار

ایک دفعہ سلطان علاء الدین خلجی نے حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں کچھ نذرانہ ارسال کرنے کا ارادہ کیا امرائے دربار نے کہا کہ سوائے امیر خسرو کے کوئی دوسرا شخص اس کام کے لئے موزوں نہیں ہے۔ بادشاہ نے ایک درباری امیر کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ امیر خسرو کو پانی پت جانے کی اجازت مل جائے۔

حضرت سلطان المشائخ کچھ دیر سوچتے رہے آخر اجازت دے دی اور چلتے وقت امیر خسرو کو نصیحت کی کہ جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرمائیں، اس کو تسلیم کرنا اور کسی بات پر معترض نہ ہونا۔

امیر خسرو دہلی سے بادشاہ کا نذرانہ لے کر پانی پت روانہ ہوئے اور تیسرے دن وہاں پہنچ کر قلندر صاحب کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ باریابی کی اجازت ملی تو امیر خسرو نے نزدیک پہنچ کر سلام عرض کیا۔ قلندر صاحب نے محبت سے جواب دیا تو امیر خسرو نے کہا: یہ آپ کی عنایت ہے جو میری طرف خطاب ہوا، ورنہ میں ایک ناچیز بندہ ہوں۔ اس پر قلندر صاحب نے فرمایا: "از کلام ہائے خود چیزے بگو"۔

Marfat.com

امیر خسرو نے نہایت خوش الحانی سے اپنی وہ غزل سنائی، جس کا مطلع یہ ہے۔

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست

یہ غزل سن کر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوب کہتے ہو۔ خوش رہو گے، خوش جاؤ گے۔ پھر یہ اشعار امیر خسرو کو خود سنائے

دیہیم خسرو ان جہاں نعل اشتراست
خسرو کسے کہ حلقہ تجرید برسرست
عقل کل ست علم لدنی بعار فاں
ایں عقل و علم، جسم و رسم ہم محقرست

یہ اشعار سن کر حضرت امیر خسرو پر رقت طاری ہوئی۔ قلندر صاحب نے فرمایا: کچھ سمجھے بھی؟ جواب دیا: مجھ کو رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا۔ یہ جواب سن کر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر قبول کر لی اور کہا اگر مولانا نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ نذر قبول نہ کرتا۔ اس کے بعد خدام کو حکم دیا کہ امیر خسرو کو خانقاہ میں نہایت اعزاز و اکرام سے رکھو۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو تین روز ان کے مہمان رہے۔

## وصال

امیر خسرو حقیقی معنوں میں فنافی الشیخ تھے۔ ایک بار غیاث الدین تغلق کے ساتھ انہیں دہلی سے باہر جانا پڑا۔ اس زمانے میں حضرت سلطان المشائخ سخت بیمار ہوئے اور یہ بیماری وصال محبوب کا پیام ثابت ہوئی اور ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو آپ انتقال فرما گئے۔
مرشد کے وصال کے وقت امیر خسرو بنگال میں تھے۔ جب واپس آئے تو وصال محبوب الٰہی کی خبر سنی۔ سنتے ہی بے تاب ہو گئے اور دیوانگی و وارفتگی میں خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو یہ شعر پڑھا۔

ایں مکانیست کہ منزلگہ جاناں بودست
راہ آمد شد ایں سرو خراماں بودست

اس کے بعد اندر گئے قبر مبارک کو دیکھ کر فرمایا: سبحان اللہ آفتاب در زیر زمین و

خسرو زندہ

Marfat.com

پھر بار بار یہ شعر پڑھا۔

گوری سودے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر آپنے رین بھئی چوں دیس

خسرو اپنے مرشد کی مفارقت برداشت نہ کر سکے' تمام سرمایہ خیرات کر کے امور دنیا سے کنارہ کش ہو کر مزار شریف پر بیٹھ گئے اور ایسے بیٹھے کہ جیتے جی وہاں سے نہ اٹھے۔ آخر ۱۸ر شوال ۷۲۵ھ کو وہ دن آ پہنچا۔ جب ہجر محبوب' وصل محبوب سے بدل گیا۔ وصال کے بعد حضرت سلطان المشائخ کی پائینتی دفن ہوئے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

وصال کے وقت ان کی اولاد میں صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی زندہ تھے۔ دو لڑکے ان کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ لڑکوں کا نام غیاث الدین احمد' عین الدین احمد اور یمین الدین مبارک تھا۔

فرشتہ نے لکھا ہے کہ دربار داری کے باوجود عبادت و ریاضت کی یہ حالت تھی کہ مسلسل چالیس برس تک صائم الدہر رہے۔ مونس الارواح' سفینۃ الاولیاء نفحات الانس اور تاریخ فیروز شاہی میں مرقوم ہے کہ ہر شب کو مکمل قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور تہجد میں سات پارے پڑھا کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

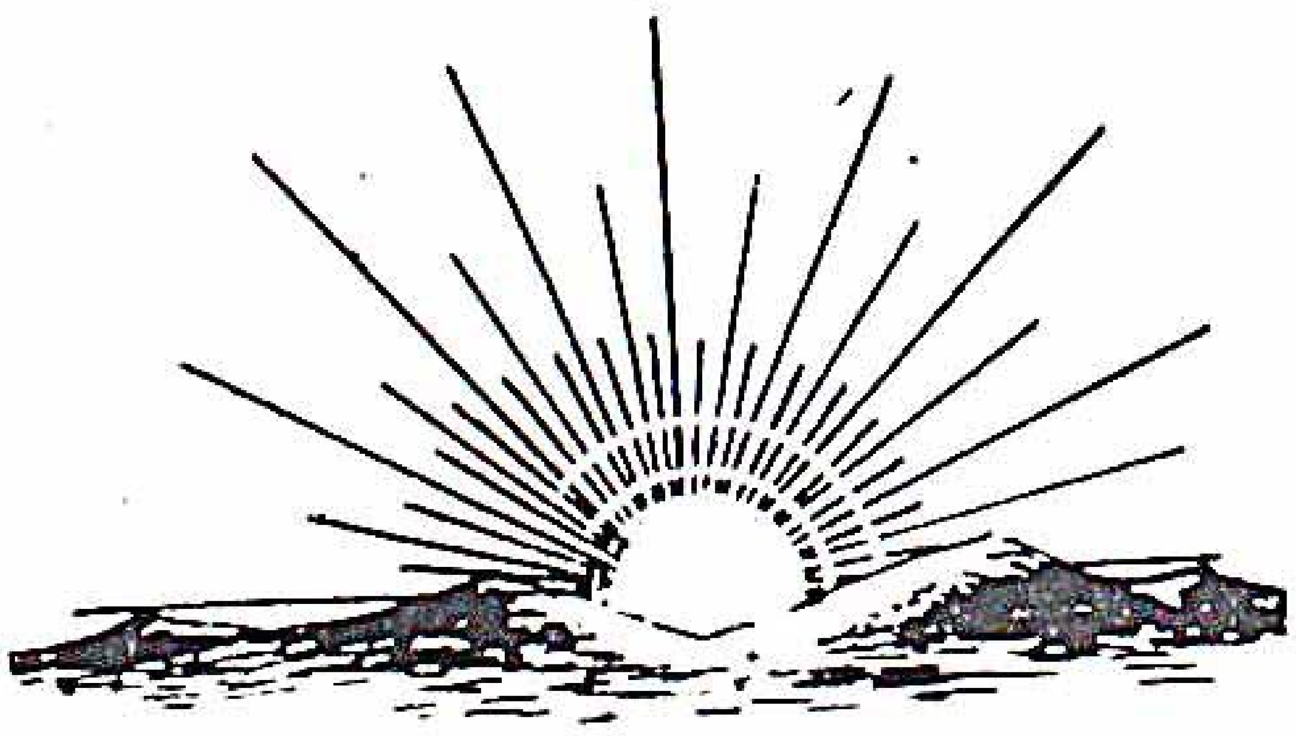

Marfat.com

# حضرت مخدوم سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کی طرح حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے بھی سلطنت کو چھوڑ کر راہ فقر اختیار کی تھی۔ اسی لئے آپ کو تارک السلطنت بھی کہا جاتا ہے۔

آپ 707ھ کو سمنان کے شاہی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے قبل آپ کے والد ماجد سلطان ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابراہیم! تمہارے ہاں ایک مبارک بیٹا پیدا ہو گا' یہ اللہ کا ولی ہے' تم اس کی تربیت خوب اچھی طرح کرنا اور اس کا نام اشرف رکھنا۔

حضرت مخدوم نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور چودہ سال کی عمر میں تمام علوم معقولہ و منقولہ و متداولہ میں دسترس حاصل کر لی۔ پندرہ سال کے تھے کہ سلطان ابراہیم کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد تاج سلطنت آپ کے سر پر رکھا گیا اور آپ نہایت دانشمندی اور عدل و انصاف کے ساتھ سمنان پر حکومت کرنے لگے۔ بادشاہ ہونے کے باوجود آپ کی دینداری کا یہ حال تھا کہ دن کو امور سلطنت انجام دیتے اور پوری رات یاد الٰہی میں بسر کرتے۔ رمضان المبارک آتا تو ہر روز ایک قرآن مجید تراویح اور نوافل میں ختم کرتے۔ آخری عشرے میں امور سلطنت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر کے خود معتکف ہو جاتے اور پورے انہماک سے یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

ہر سال رمضان میں یہی معمول تھا۔ آخری عشرہ کی ایک شب آپ یاد الٰہی میں مشغول تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اشرف! اب

Marfat.com

تجلیات الٰہی کے پردے اٹھنے والے ہیں‘ اب تم دنیاوی بادشاہت ترک کر کے روحانی بادشاہت حاصل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پنڈوا میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ حضرت اخی سراجؒ کے جانشین حضرت علاؤالدین گنج نبات تمہارے منتظر ہیں۔

اگلی صبح حضرت مخدوم نے یہ واقعہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا؟ مجھے تو پہلے ہی سے اس کا علم ہے۔ میرے نانا حضرت خواجہ احمد یسویؒ نے روحانی طور پر مجھے تمہاری ولادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارا یہ مبارک بچہ تارک السلطنت اور ولی اللہ ہو گا۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ وقت میری زندگی میں آیا۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہیں راہ حق کا یہ سفر مبارک ہو۔

حضرت مخدومؒ نے خوشی کے عالم میں عیدالفطر کا بھی (جو دو روز بعد تھی) انتظار نہ کیا اور امور سلطنت اپنے چھوٹے بھائی کو سونپ کر ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اوچ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات ہوئی‘ جنہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ پنڈوا میں علاؤالدین گنج نبات آپ کے منتظر ہیں۔ اس تائید مزید کے بعد آپ فوراً بنگال روانہ ہوئے اور دو سال تک پیدل سفر کرنے کے بعد پنڈوا جا پہنچے۔

ادھر حضرت علاؤالدین گنج نبات نے اپنے مریدان خاص سے فرمایا کہ علاقہ سمنان سے ایک سید زادہ اپنی سلطنت چھوڑ چھاڑ کر پیدل ہمارے پاس آ رہا ہے۔ بس ایک دو روز میں پہنچا ہی چاہتا ہے۔ پھر ایک روز خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک اٹھ بیٹھے اور فرمایا : خوشبوئے دوست می آید۔ پھر سواری منگوائی اور پنڈوا کے حدود سے باہر نکل کر اس مسافر راہ حقیقت کا استقبال فرمایا جس کا آپ کئی روز سے انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت مخدوم نے حضرت گنج نبات کو دیکھتے ہی ان کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت گنج نبات انہیں اپنی خانقاہ میں لائے اور مرید کیا۔ حضرت مخدوم چھ سال مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہے اور تزکیہ نفس اور سلوک کے تمام مراحل طے کئے۔ ایک روز خانقاہ میں مشغول عبادت تھے کہ درودیوار سے آوازیں آنے لگیں۔ جہانگیر! جہانگیر! لوگ بہت متعجب ہوئے۔ حضرت گنج نباتؒ نے حضرت مخدومؒ کو غیب سے یہ لقب ملنے پر مبارکباد دی پھر حاضرین سے فرمایا کہ اصطلاح صوفیہ میں جہانگیر "قطب وقت" کو کہتے ہیں۔ پھر مرشد کامل نے خلافت عطا فرما کر مرید صادق کو رخصت کیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم ہندوستان واپس تشریف لائے اور کچھوچھہ میں قیام فرمایا۔

Marfat.com

کچھوچھہ کی اخلاقی اور معاشرتی حالت اس وقت بہت خراب تھی' پورا علاقہ ہندو سادھوؤں کے زیر اثر تھا۔ حضرت مخدوم کچھوچھہ میں تشریف لائے تو ہندو سادھوؤں کو ان کی آمد سخت ناگوار گزری۔ حضرت مخدوم کے سوانح میں ہے کہ ایک ہندو سادھو سے ان کا سخت روحانی مقابلہ ہوا۔ جب اس ہندو سادھو کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو وہ اپنے پانچ سو چیلوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ حضرت نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا' اس کے بعد حضرت کا فیض اس تیزی سے پھیلا کہ لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

کچھوچھہ اسلام کے نور سے منور ہونے لگا' تو حضرت نے عالم اسلام کی سیاحت کا سلسلہ شروع کیا' کئی ملکوں میں تشریف لے گئے' سیاحت کے دوران جن اولیاء اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت عبداللہ یافعیؒ' حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ' سید علی ہمدانیؒ' حضرت شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشانیؒ' حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کاشمیریؒ' حافظ شیرازیؒ اور حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں گشت اور حضرت خواجہ بندہ نواز محمد گیسودرازؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عالم اسلام کی سیاحت کے دوران حضرت مخدومؒ جہاں بھی تشریف لے جاتے' وہاں کے سیاسی' اخلاقی اور معاشرتی حالات درست کرنے کی سعی فرماتے۔ فرماتے: حکمران دو قسم کے ہوتے ہیں۔ عادل یا ظالم۔ اگر حکمران عادل ہو گا' تو اس کے پاس بیٹھنے والے پر بھی اللہ کی رحمت ہو گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کا یہ قول اکثر دہراتے کہ عادل حکمران کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو نوافل سے افضل ہے کیونکہ عادل حکمران کا ٹھکانہ عرش اعظم کے نیچے ہے۔ حضرت مخدوم فرماتے کہ اگر حکمران ظالم ہے' تو اس کو تنبیہہ کرو' خواہ اس میں جان کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا (سب سے) بڑا جہاد ہے۔

ایک مرتبہ سفر کرتے ہوئے آپ جیلان تشریف لے گئے' جہاں آپ کی بہن حضرت سید عبدالغفور جیلانیؒ سے منسوب تھیں۔ آپ نے انہی کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت عبدالغفور جیلانیؒ کے ایک فرزند سید عبدالرزاق جیلانیؒ تھے' اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی یہ صاحب زادے ماموں کے اس قدر برگزیدہ ہوئے کہ ہر وقت انہی کے پاس رہتے۔ جب حضرت مخدوم نے جیلان سے قصد سفر فرمایا تو آپ کے بھانجے عبدالرزاق

Marfat.com

جیلانیؒ بھی آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے' یہ حالت دیکھ کر ان کے والدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے حقوق والدین معاف کر کے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت نے شفقت فرماتے ہوئے انہیں "نورالعین" کا خطاب دیا جو بعد میں حضرت عبدالرزاق نورالعین کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت مخدوم نے انہیں اپنا معنوی بیٹا بنا لیا یہ آپ کے ساتھ ہی کچھوچھہ شریف میں آگئے اور ان کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین اور خلیفہ اعظم ہوئے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ' نے 28 محرم الحرام 832ھ کو 132 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ کے حالات میں ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً باون لاکھ غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام فرمایا۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

Marfat.com

محیٔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

# حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر کی سیاسی اور مذہبی تاریخ میں سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہ وہی زمانہ ہے جب یہاں نئی نئی مذہبی' علمی اور اصلاحی تحریکیں ابھریں۔ شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کے خلاف صوفیہ اسلام نے کامیاب اور موثر جنگ لڑی۔ ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سیاسی اور دینی محاذ پر بڑا شاندار کارنامہ سرانجام دیا اور دربار کے ممتاز امراء تک کو اپنی طرف کھینچ لیا اور دوسری طرف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تھے جن کی تحریک خالصتاً مذہبی اور فکری تھی۔ جو کسی اختلاف اور تصادم کی زد میں تو نہ آئی مگر اس کے اثرات بڑے دور رس اور ہمہ گیر تھے۔ انہوں نے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے پیش کیا اور مسلمانان برصغیر کے بکھرے ہوئے شیرازے کو درس حدیث کے ذریعے از سرنو منظم کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں میں انہوں نے غور و فکر کی وہ صلاحیتیں ابھاریں' جنہوں نے مسلمان معاشرے میں ایک نئی جان ڈال دی۔ حدیث کی مستند کتابوں کو سب سے پہلے فارسی میں منتقل کرنے کا سہرا بھی شیخ محدث رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے۔ دہلی میں ان کی خانقاہ نصف صدی تک علم و فضل اور ارشاد و تلقین کا مرکز بنی رہی جس سے ہزاروں تشنگان علوم و ہدایت سیراب ہوئے۔

## ولادت اور تعلیم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس وقت دہلی کے تخت پر اسلام شاہ سوری متمکن تھا اور ملک میں مہدوی تحریک پورے عروج پر تھی شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کی نشوونما میں ان کے والد ماجد شیخ سیف الدین رحمہ اللہ کا خاص حصہ ہے۔ اخبار الاخیار میں خود فرماتے ہیں۔

Marfat.com

شب و روز در کنار مرحمت و جوار عنایت ایشاں تربیت می یافتم۔
یعنی میں ان کی آغوش عاطفت میں تربیت حاصل کرتا تھا۔

شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ ان کی تعلیم اپنی ذاتی نگرانی میں مکمل کرانے کے لئے بے چین رہتے تھے ان کی خواہش تھی کہ اپنے لخت جگر کے سینے میں وہ تمام علوم اور معارف منتقل کر دیں جو انہوں نے برسوں کی ریاضت اور محنت کے بعد حاصل کئے تھے۔ شیخ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے بارہ برس کی عمر میں شرح عقائد پڑھ لی تھیں۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ مختصر و معلول سے فارغ ہو گئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں تو علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی وہ سیر نہ کر چکے ہوں----

س عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام منطق پر پورا عبور حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے ماوراء النہر کے علماء سے بھی اکتساب علم کیا۔

## حجاز کو روانگی

تعلیم سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ہندوستان کی دینی فضا کو انتہائی مکدر پایا۔ شہنشاہ اکبر کے خود ساختہ دین اور ملت کی پریشان حالی اور دربار کے اندر علماء سو کے افسوسناک حالات نے ان کے دل پر گہرا اثر کیا۔ چنانچہ ۹۹۶ھ میں وہ نہایت درجہ دل برداشتہ اور کبیدہ خاطر ہو کر ہندوستان چھوڑ کر حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ شیخ رحمتہ اللہ علیہ ۹۹۹ھ تک حجاز میں رہے۔ ان کے یہ چار سال حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گزرے۔ جو ہندوستان کے ان عدیم المثال علماء و حدیث میں سے تھے۔ جنہوں نے مکہ معظمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر حجاز، یمن، مصر اور شام سے اپنے شجر علمی کا لوہا منوایا تھا۔ شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ محدث دہلوی نے حجاز میں شیخ متقی العباد کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔

شیخ رحمتہ اللہ دہلوی کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے غائت درجہ عشق تھا۔ تحفتہ الکرام میں لکھا ہے کہ مدینہ شریف میں داخل ہوتے ہی وہ برہنہ پا ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں انہوں نے نعتیہ قصیدہ لکھ کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ جس کی بدولت وہ زیارت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے، شیخ محدث کے نعتیہ قصیدہ کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔

حرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ
جمال خود نما، رحمے بجان زار شیدا کن

Marfat.com

## ہندوستان واپس جانے کا حکم

علم و عمل کی سب وادیوں کی سیر کرا چکنے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی رحمتہ اللہ نے شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ شیخ محدث چونکہ ہندوستان کے حالات سے دل برداشتہ ہو چکے تھے اور یہاں واپس آنے کو طبیعت مطلق نہ چاہتی تھی۔ اس لئے ادب سے عرض کیا:

فقیر کے دل میں یہاں کے مقامات مقدسہ میں قیام کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد اور زیارت حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ کی نیت ہے"۔

شیخ متقی رحمتہ اللہ نے فرمایا۔

"حق شرع سب پر مقدم ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ تمہارے ساتھ ہیں۔ جس جگہ بھی رہو' ان سے محبت اور اعتقاد اور ان کی طرف توجہ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو اور ان کے حکم پر چلو"۔

شیخ محدثؒ نے عرض کیا:

"فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اسی راہ سے ہوتا ہوا ہندوستان سے جائے"۔

شیخ متقی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بہتر ہے کہ تم بغداد میں صرف ایک ماہ چالیس روز قیام کرو اور پھر وہاں سے ہندوستان روانہ ہو جاؤ۔ لیکن حضرت غوث اعظمؒ سے تمہاری نسبت کو دیکھتے ہوئے مجھے وہاں سے نکلنا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھنا ایسا نہ ہو کہ سفر طویل ہو جائے اور تمہاری جماعت اس انتظار میں تباہ ہو جائے"۔

آخر شوال ۹۹۹ھ میں بادل ناخواستہ حجاز سے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت شیخ عبدالوہاب متقی رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ کا پیراہن مبارک عطا فرمایا اور ہدایت کی:

"بے کار نباشید۔ واز نیجانب امداد انوار انشاء اللہ متوالی خواہد بود"۔

## ہندوستان میں درس و تدریس کا آغاز

۱۰۰۰ھ میں شیخ محدث ہندوستان میں آئے تو یہاں کا مذہبی ماحول اور زیادہ خراب ہو چکا تھا۔ اکبر کے دین الٰہی کی بدولت شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہو چکی تھی' اسلامی شعار کی کھلم کھلا تضحیک ہو رہی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر شیخ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور حالات کا رخ بدلنے کے لئے دینی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔

Marfat.com

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:-

"چار سال قبل ان ہی حالات سے بددل ہو کر انہوں نے ہندوستان کو خیرباد کہا تھا۔ لیکن اب خود ان کی حالت بدل چکی تھی۔ پہلے وہ ان گمراہیوں کی مدافعت کا سامان اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ اس لئے مایوسی اور بددلی نے ان پر قابو پالیا تھا۔ اب ان کی راہ عمل متعین ہو چکی تھی۔ علوم دینی کا بے پناہ سرمایہ ان کے سینے میں تھا اور اسی سے مذہبی انتشار کو دور کرنے کے لئے انہیں محاذ کا کام لینا تھا۔ حجاز سے واپسی پر شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی میں مسند درس و ارشاد بچھادی۔ شمالی ہندوستان میں اس زمانے میں یہ پہلا مدرسہ تھا، جہاں سے شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی۔ درس و تدریس کا یہ ہنگامہ شیخ عبدالحق محدث رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات پر برپا رکھا۔ ان کا مدرسہ دہلی میں نہیں، سارے شمالی ہند میں ایک مثالی امتیازی شان رکھتا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں طلباء استفادہ کے لئے جمع ہوتے تھے اور متعدد اساتذہ درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔"

دہلی میں درس و تدریس کے ذریعے شیخ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاح احوال کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا اور بے شمار ایسے نفوس قدسیہ تیار کر دیئے۔ جنہوں نے آگے چل کر اکبر کے دین الٰہی کے اثرات کو ختم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

## شیخ محدث رحمتہ اللہ کے روحانی مرشد

شیخ محدث رحمتہ اللہ نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد سیف الدین رحمتہ اللہ کی بیعت کی اور پھر اپنے والد ماجد ہی کے حکم سے حضرت سید موسیٰ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کی۔ پھر حجاز جا کر حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمتہ اللہ کے مرید ہوئے۔ جس کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ آخر میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ شیخ محدث کو مندرجہ ذیل سلاسل کی خدمت کی تفویض ہوئی تھی۔

۱۔ قادریہ

۲۔ چشتیہ

۳۔ شاذلیہ

Marfat.com

۴- مدنیہ

۵- نقشبندیہ

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:-

"لیکن ان کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا- ان کی عقیدت وارادت کا مرکز حضرت غوث اعظم جناب شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تھے..... وہ اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں"-

حضرت شیخ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے ۲۱ر ربیع الاول ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶ر فروری ۱۶۳۴ء کو پورے نوے سال کی عمر میں دہلی میں انتقال فرمایا- انہیں ان کی وصیت کے مطابق حوض شمسی کے کنارے دفن کیا گیا-

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی میں تفسیر، حدیث، عقائد، تصوف، تاریخ اور فلسفہ و منطق پر ساٹھ کتب تصنیف فرمائیں- جن کے مطالعے سے ان کے تبحر علمی کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ان کے علمی و دینی احسان کی گرانباری..... محسوس ہونے لگتی ہے------ خدائے تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے-

Marfat.com

Marfat.com

# امامِ ربّانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ

گیارھویں صدی ہجری کے ابتدائی دو عشرے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے انتہائی ابتلاء و آزمائش کا پیغام لے کر آئے۔ یہی وہ دور تھا جب متحدہ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر نے اپنے خود ساختہ دین الٰہی کو متحدہ ہندوستان میں فروغ دینے کا بیڑہ اٹھایا اور دنیادار علماء اور جاہ پرست صوفیوں کو ساتھ ملا کر شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے خلاف وہ طوفان اٹھایا کہ اہل ایمان الحفیظ والامان پکار اٹھے شہنشاہ نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بجائے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفتہ اللہ کا کلمہ پڑھوانا شروع کر دیا۔ خود ساختہ "دین الٰہی" کی تائید و حمایت کرنے والے علمائے سو اور ہندو پنڈتوں کو اعلیٰ مناصب اور انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ یہ بدبخت لوگ اسلامی عقائد پر اعتراضات کرتے اور اپنی تصنیفات و تالیفات پر شہنشاہ کی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ حد یہ کہ مولوی جمعہ کے خطبہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے بجائے اکبر کا نام پڑھتے اور اسی کے نام کا خطبہ دیتے۔ سجدہ جسے اسلام نے صرف اور صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص کیا ہے' اکبر نے اسے اپنے لئے لازم قرار دیا۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی ممنوع قرار دی گئی اور ان پر جزیہ کی پابندی اٹھا لی گئی۔ اسلامی تقویم کے بدلے اکبری ماہ و سال رائج کئے گئے۔ نماز' روزہ اور حج کو غیر ضروری لوازمات بتایا گیا اور دین اسلام کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ وہ ایک ہزار سال کے بعد اپنی افادیت کھو بیٹھا ہے اور اب اس کی جگہ اکبر کے دین الٰہی نے لے لی ہے۔ اب سب کو اسی کی پیروی کرنی چاہیے۔

جو سچے مسلمان' اکبر کے دین الٰہی کو ناپسند کرتے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی

Marfat.com

جاتیں شہنشاہ کو اذان، نماز اور دوسرے دینی فرائض سے اس قدر چڑ تھی کہ اس نے اپنے محل اور دیوان حکومت میں نماز با جماعت کو ممنوع قرار دے دیا۔ زکوۃ کا یہ حال تھا کہ مسلمان اس سے بچنے کے لئے سال کے آخر میں اپنا تمام مال اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتے، اور ان کی بیوی سال کے اندر سارا مال انہیں واپس کر دیتی۔ یہ شرعی حیلہ مسلمانوں کو درباری علماء بتاتے تھے اور بادشاہ انہیں انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔

ان حالات میں جس مرد مومن نے اکبر کے دین الٰہی کی ڈٹ کر مخالفت کی اور سینہ تان کر میدان عمل میں اترا وہ شیخ احمد سرہندی (رحمتہ اللہ علیہ) تھا۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دور گمراہی میں تجدید و احیائے دین کا عظیم الشان کام لیا اور جنہیں آج سارا زمانہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نام نامی سے یاد کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ 14 شوال 971ھ بروز جمعہ سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے چند روز قبل آپ کے والد ماجد شیخ عبدالاحد نے خواب میں دیکھا کہ تمام دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور اس تاریکی میں بندر، ریچھ اور سور نہایت بے دردی کے ساتھ مظلوم انسانوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یکایک ان (شیخ عبدالاحد) کے سینے سے ایک نور نکلا، جس میں سے ایک تخت ظاہر ہوا۔ اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے، جس کے سامنے تمام ملحدوں، ظالموں اور زندیقوں کو بھیڑ بکریوں کی مانند ذبح کیا جا رہا ہے اور کوئی شخص بڑی ہی پروقار آواز میں یہ آیتہ قرآنی پڑھ رہا ہے:

"حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔"

حضرت شیخؒ نے یہ خوفناک خواب دیکھا تو کیتھل میں معروف قادری بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے پاس گئے اور انہیں یہ تمام خواب سنا کر تعبیر دریافت کی۔ حضرت شاہ کمالؒ نے شیخ عبدالاحد کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب تمہارے گھر میں ایک سعادت آثار فرزند پیدا ہو گا، جس کی بدولت الحاد و فکر اور بدعت و ضلالت کی تاریکی دور ہو گی اور ہر طرف ایمان و نور کی روشنی پھیلے گی۔

حضرت مجددؒ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تک پہنچتا ہے۔ والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحدؒ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے باکمال درویش تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے انہیں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں بھی انہیں اجازت کا اعزاز حاصل تھا۔ چونکہ جید عالم تھے

Marfat.com

اس لئے آپ اپنے مریدوں کو فیوض باطنی سے سیراب فرمانے کے ساتھ ساتھ انہیں کتب معقولات اور منقولات کا درس بھی دیتے۔

حضرت مجددؒ تعلیم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچے' تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو مکتب میں داخل کیا۔ جہاں بہت ہی کم مدت میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی اور دینی کتب کے علاوہ تصوف کی مشہور کتب التصرف' عوارف المعارف اور فصوص الحکم بھی ان سے پڑھیں۔ پھر آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں مولانا کمال کشمیری سے معقولات اور حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ ان کے علاوہ قاضی بہلول بدخشانی سے بھی درس لیا اور سند حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کے دست مبارک پر بیعت کی اور سلسلہ چشتیہ میں داخل ہو کر سلوک کی منازل طے کیں۔ سلسلہ قادریہ کے فیوض و برکات بھی والد ہی سے حاصل کئے' البتہ خرقہ خلافت حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے حاصل ہوا۔ غرض سترہ برس کی عمر میں جامع کمالات ظاہری و باطنی کی حیثیت سے اپنے والد گرامی کی موجودگی میں کتب درسیہ کی تعلیم میں مشغول ہو گئے اور سلاسل روحانی کی تلقین و تبلیغ کی طرف بھی باقاعدہ توجہ دینے لگے۔

1007ھ میں آپ کے والد ماجد نے اس جہان فانی سے کوچ کیا تو آپ حج بیت اللہ کے ارادہ سے سرہند شریف سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے تو مولانا حسن کاشمیریؒ سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو انہوں نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا کہ حضرت ان سے ملاقات کے لئے بے چین ہو گئے۔ اسی روز والہانہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت باقی باللہؒ نے انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ادائیگی حج سعادت دارین ہے' لیکن کوئی عذر مانع نہ ہو تو ایک ماہ یا کم از کم ایک ہفتہ یہاں قیام کریں۔ حضرت مجددؒ نے کمال خندہ پیشانی کے ساتھ اس دعوت کو قبول کر لیا اور ابھی تین چار روز ہی گزرے تھے کہ آپ کے دل میں ان کے مرید ہونے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس مقصد کے لئے حضرت باقی اللہ سے درخواست کی' جو قبول ہوئی اور حضرت مجددؒ سلسلہ نقشبندیہ میں ان سے بیعت ہو گئے۔ حضرت مجددؒ نے تقریباً ڈھائی مہینے دہلی میں قیام فرمایا اور اس قلیل عرصہ میں آپ کو نسبت نقشبندی مکمل طور پر حاصل

Marfat.com

ہو گئی۔ حج سے واپسی پر دوسری مرتبہ دہلی آئے تو حضرت باقی باللہ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا اور پھر تیسری بار سرہند سے دہلی مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مرشد کامل ؒ نے عظیم بشارتیں دیں اور اپنے حلقہ توجہ میں آپ کو سر حلقہ بٹھایا اور اپنے مریدوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: شیخ احمد کی موجودگی میں کوئی شخص میری طرف متوجہ نہ ہوا کرے۔

اس حاضری کے بعد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ مرشد کامل سے اجازت لے کر رخصت ہونے لگے تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہندوستان آنے کے لئے جب میں نے استخارہ کیا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا ہے، جو بہت اچھی باتیں کرتا ہے۔ میں اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالتا ہوں، تو وہ اپنی چونچ سے میرے منہ میں شکر ڈالتا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے پیرومرشد سے بیان کیا، تو انہوں نے فرمایا: باقی باللہ! طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ ہندوستان میں تمہاری تعلیم و تربیت کی بدولت کوئی ایسا مرد کامل ظاہر ہو گا، جس سے ایک عالم روشن و تابندہ ہو گا اور خود تم کو بھی اس سے حصہ ملے گا۔

حضرت باقی باللہؒ نے حضرت مجددؒ کو یہ واقعہ سنا کر فرمایا میرے اس خواب کی تعبیر کے مصداق تمہی ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رکھتے تھے اور اس کی تلقین وہ اپنے مریدوں اور ملنے والوں سے کرتے تھے۔ ایک روز کسی شخص سے فرمایا کہ گھر میں فلاں مقام پر لونگیں رکھی ہیں، اس میں سے کچھ دانے لے آو، وہ گیا اور چھ دانے لے آیا۔ اتنی سی بات میں سنت کی خلاف ورزی آپ کو ناگوار گزری۔ ناخوشی کے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے صوفی بھائی کو اب تک یہ بھی پتہ نہیں کہ طاق عدد کی رعایت سنت ہے۔

عبادت و ریاضت پر آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ آپ تہجد، اشراق، چاشت اور نوافل بعد مغرب (اوابین) کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ شروع شروع میں ان نوافل میں سورہ یٰسین پڑھتے تھے، جن کی تعداد 80 تک پہنچ جاتی، لیکن بعد میں ان نوافل میں روزانہ ختم قرآن آپ کا معمول بن گیا۔

عصر اور عشاء کی سنتیں کبھی قضا نہ فرماتے اور وہ دعائیں جو خاص اوقات کے لئے

Marfat.com

احادیث میں وارد ہوئی ہیں ہمیشہ ورد فرماتے تہجد کے لئے نصف شب کو بیدار ہو جانا ان کا معمول تھا۔ ہر دو رکعت کے بعد توبہ و استغفار درود شریف اور دعاؤں کے بعد مراقبہ کرتے۔ یہ سلسلہ نماز فجر تک قائم رہتا۔

فجر کی نماز باجماعت پڑھتے اور اس کے بعد اشراق تک حاضرین کے ساتھ مراقبے میں رہتے۔ قرآن مجید کے ساتھ انتہائی شغف تھا۔ خود تلاوت کرتے اور اگر مجلس میں کوئی خوش الحان قاری موجود ہوتا تو گھنٹوں اس سے قرات سنتے۔

ہر روز سو سے زیادہ علماء صلحاء اور حفاظ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ سفر کے دوران بھی رمضان کے روزے اہتمام کے ساتھ رکھتے اور پورا مہینہ 20 رکعت تراویح پڑھتے۔ سفرحج کا ذوق و شوق ہر وقت پیش نظر رہتا' لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ روپے پیسے کی کمی رکاوٹ بن جاتی۔

حضرت مجددؒ حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے اور جاننے والوں میں اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے جنازے میں ضرور شریک ہوتے۔ گھر والوں کی دیکھ بھال' صاحبزادوں اور مریدوں کی تعلیم و تربیت غرض ہر بات کا خیال رکھتے اور ہر کام بحسن و خوبی انجام دیتے۔

اکبر کے نام نہاد "دین الٰہی" کا فتنہ اٹھا تو اس کے خلاف حضرت نے پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کی۔ اس کام کے لئے اپنے احباب اور مریدوں کی خاص طور پر تربیت کی۔ جو عوام الناس کو اس فتنہ سے آگاہ کرتے تھے۔ خود حضرت مجددؒ نے امراء اور علماء کو سمجھانے اور راہ راست لانے کے لئے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ گویا اس دور میں تبلیغ حق کے لئے "میڈیا" سے استفادہ تھا۔ جس کے موجد خود حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

شہنشاہ اکبر کے انتقال کے بعد جب جہانگیر تخت پر بیٹھا تو آپ نے خود بھی اور اپنے مریدین کے ذریعے بھی عوام الناس سے یہ عہد لینا شروع کیا کہ وہ آئندہ خلاف اسلام کسی حکم شاہی کی تعمیل نہ کریں گے۔ یہ گویا ایک بے دین حکومت کے خلاف اعلان بغاوت تھا۔ اپنی اس جدوجہد کو حضرت مجددؒ نے شاہی فوج تک وسیع کیا اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ "دین الٰہی" کا قلع قمع ہوا اور ملک میں شریعت محمدیہؐ کا ازسرنو رواج ہوا۔

Marfat.com

جہانگیر نے تخت نشین ہونے کے بعد بعض علماء سوء اور بے دین درباریوں کے کہنے پر حضرت امام ربانی کو دربار میں طلب کیا۔ سازش یہ تھی کہ اگر انہوں نے بادشاہ کو سجدہ نہ کیا تو انہیں شاہی فرمان کے ذریعے سزا دی جائے اور اگر سجدہ کر دیا تو اس طرح وہ عوام پر اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھیں گے اور حکومت کے لئے "دین الٰہی" کا تسلسل قائم رکھنا آسان ہو جائے گا چنانچہ حضرت دربار میں تشریف لائے تو انہیں سجدے کا حکم سنایا گیا۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور باآواز بلند ارشاد فرمایا کہ ازروئے شریعت محمدیؐ سجدہ صرف اور صرف خدائے عزوجل کے لئے مخصوص ہے۔ آخر اس سے بڑھ کر نادانی کیا ہو گی کہ ایک شخص اپنے ہی جیسے مجبور شخص کو سجدہ کرے —— یہ الفاظ جہانگیر کے لئے سخت برہمی کا سبب بنے اوور اس نے انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں آپ کے قتل کا حکم صادر کر دیا، لیکن پھر کچھ سوچ کر آپ کو غیر معینہ مدت کے لئے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

قلعہ گوالیار سے حضرت مجددؒ کی رہائی کس طرح ہوئی۔ کہتے ہیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگلی دانتوں میں دبائے نہایت افسوس سے فرما رہے ہیں کہ جہانگیر! تو نے یہ کیا ستم کیا تو نے ایک ایسے شخص کو جیل میں ڈال دیا، جو نہایت سچی بات کہتا ہے۔ اس خواب کے بعد حضرت مجددؒ قلعہ گوالیار سے رہا کر دیئے گئے۔

اس واقعے کے بعد جہانگیر آپ کا معتقد ہو گیا۔ آخری عمر میں تو اکثر کہا کرتا تھا کہ ہرچند میں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو آخرت میں نجات کا ذریعہ بن سکے، میرے پاس ایک ایسی دستاویز موجود ہے جو میں اپنے پروردگار کے حضور پیش کروں گا، امید ہے اس کے باعث میری مغفرت ہو جائے گی۔ وہ دستاویز یہ ہے کہ ایک روز مجھ سے شیخ احمد سرہندیؒ نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں لے جائے گا، تو میں تیرے بغیر نہیں جاؤں گا۔

ذوالحجہ کے مہینے میں حضرت مجددؒ کو سانس لینے میں تکلیف محسوس ہوئی اور ساتھ ہی سخت بخار بھی ہو گیا۔ ضیق النفس کی یہ تکلیف روز بروز بڑھتی رہی۔ آخر 28 صفر 1034ھ کو 63 برس کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

Marfat.com

## مکتوبات شریف

حضرت امام ربانیؒ نے اپنی زندگی میں حکمرانوں، عالموں اور صوفیوں کی اصلاح کے لئے جو خطوط تحریر فرمائے اور احیائے دین کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، اس کی جھلکیاں ان کے مکتوبات میں جا بجا ملتی ہیں۔ یہ مکتوبات آج بھی ہر انسان کے لئے رہبر راہ ہدایت ثابت ہو سکتے ہیں۔ مشتے از خروارے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

## صوفیہ سے خطاب

"جن صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں، وہ ہرگز لائق اعتبار نہیں، اور نہ ہی وہ حجت اور تقلید کے قابل ہے۔ صحبت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت والجماعت کے اقوال ہیں۔ پس جن صوفیاء کا کلام ان علماء کے اقوال کے موافق ہے، وہ معقول ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ مردود ہے۔"

## دنیا دار علماء

"علماء کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے روشن چہرے کا نہایت بدنما داغ ہے۔ خلقت کو ان کے علم سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ان کا علم خود ان کے لئے قطعی فائدہ بخش نہیں --- یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں تانبا اور لوہا ان سے مس ہو کر سونا بن جاتے ہیں، لیکن وہ خود اپنی ذات کے لئے پتھر کے پتھر ہی رہتے ہیں۔ لوگوں کو تعلیم دینا اور فتویٰ جاری کرنا اس وقت فائدہ مند ہے جب وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اور حکومت اور اقتدار کی آمیزش سے خالی ہوں۔ یہ علماء اپنے آپ کو اہل دین کا پیشوا کہتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ لوگ شیطان کے گروہ سے ہیں اور شیطان کا کام انہوں نے اپنے ذمے لے کر اس کو اپنے کام سے فارغ کر دیا ہے"

## شریعت اور طریقت

"شریعت کے تین جزو ہیں، علم۔ عمل اور اخلاص۔ ان کا حصول اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور یہی رضا دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ کوئی ایسا مقصد نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔ طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جزو ہیں جو اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ ان دونوں کی تکمیل سے مقصود صرف شریعت کی تکمیل ہے"

Marfat.com

## صراط مستقیم

"صرف آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اس کے علاوہ تمام راستے ٹیڑھے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہدایت سب ہدایتوں سے بہتر ہے' باطن ظاہر کو پورا کرنے والا ہے۔ یہ دونوں بال برابر بھی ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ پس باطن جس کا طریقت اور حقیقت کہتے ہیں' ظاہر یعنی شریعت کو پورا اور کامل کرنے والا ہے ----- نبی کریمؐ کی متابعت کرنا مقام محبوبیت تک رسائی حاصل کر لینا ہے۔"

## گوالیار جیل سے ایک خط

شیخ بدیع الدین کو قلعہ گوالیار سے ان کے خط کے جواب میں لکھا:

"آپ نے خلق کی جفا و ملامت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے' یہ تو گروہ سا لکین کے لئے حسن اور ان کے زنگ کے لئے صیقل ہے۔ لہٰذا یہ باعث دل تنگی و کدورت کیوں ہو۔ جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو اوائل حال ہی میں محسوس ہوا کہ ملامت خلق کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے پہنچ رہے ہیں۔"

حضرت مجدد سے چار تصانیف یادگار ہیں۔ (1) مکتوبات (تین دفتر) (2) معارف لدنیہ (حروف مقطعات کے اسرار و رموز) (3) رسالہ مبداء و معاد (آداب طریقت) (4) شرح رباعیات (حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی رباعیات کی تشریح)

دین مبین کے لئے نہایت عظیم الشان کارنامے اور شب و روز خدمات جلیلہ انجام دینے کے صلے میں امت مسلمہ نے بالاتفاق آپ کو مجدد تسلیم کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں قیامت تک ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا جو دین کی امانت کے محافظ ہوں گے۔ یعنی وہ اہل افراط و تفریط کی تحریفات' اہل زیغ کی تراشی ہوئی بدعات اور حق ناآشنا مدعیوں کی تاویلات سے دین کو محفوظ رکھیں گے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں جیسے کہ وہ ابتدا میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آیا تھا' امت کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔ اور اس میں ایک نئی روح پھونکتے رہیں گے۔ امانت دین کی حفاظت کا فریضہ جس احسن طریقے سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں انجام دیا اس کی نظیر

Marfat.com

نہیں ملتی۔ علامہ اقبالؒ نے ٹھیک ہی تو کہا تھا ۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

Marfat.com

Marfat.com

# سید احمد بجواڑیؒ

خدا جانے کہ اس دنیا میں کتنے آدمی آئے کہ گزر گئے کچھ ان میں تلوار کے دھنی تھے، کچھ قرطاس و قلم کے امیں، کچھ تخت شاہی پر بیٹھنے والے تھے، کچھ بوریہ نشین۔ بعض گناہوں میں شب و روز بسر کرنے والے تھے بعض صبح کو صائم اور رات کو شب زندہ دار۔ وقت گزرتا رہا لوگ آتے رہے جاتے رہے تاریخ جس جس کے کردار و عمل سے متاثر ہوتی رہی اس کے نام اور کام کو اپنے صفحات جاوید میں رقم کرتی رہی۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کے نام تاریخ نے تو محفوظ کر لئے لیکن عام لوگوں میں ان کا چرچا نہ ہو سکا۔ آج ایک ایسی ہی شخصیت کا تعارف کرانا مقصود ہے جو اعلائے کلمتہ الحق میں اپنی مثال آپ تھی۔ اس شخصیت کا نام نامی اور اسم گرامی سید احمد تھا۔ وہ بجواڑہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے اس لئے انہیں سید احمد بجواڑی بھی کہا جاتا ہے۔

سید احمد بجواڑی کے بعد برصغیر میں ان کی ہم نام دو شخصیتیں ایسی پیدا ہوئیں کہ لوگوں نے ان کے نام تو یاد رکھے مگر پہلے سید احمد کو بھول گئے۔ آخری دو ہم نام سید احمد بریلوی اور سید احمد خان (سرسید) تھے جس سید احمد کا ذکر ہم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جہانگیر کے عہد میں ایک معروف شخصیت تھے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی طرح انہیں بھی جہانگیر نے قید و بند کی بے شمار تکلیفیں پہنچائیں۔ سید احمد کا اصل نام احمد خان تھا قوم کے پٹھان تھے کہتے ہیں۔ ان کے والد ماجد اپنے وقت کے ولی کامل تھے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا "تیرے بیٹے احمد خان کو ہم نے اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ وہ اب سادات میں شامل ہو کر سید احمد کے نام سے موسوم ہو گا۔ اسی روز سے ان کا نام سید احمد مشہور ہوا"۔ سید احمد کا گھرانہ بجواڑہ میں بڑا امیر و کبیر تھا۔ شروع میں سید احمد کو علوم مروجہ اور کتب متداولہ کی تعلیم دلائی گئی۔ تصوف کی تعلیم انہوں نے اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ غرض پندرہ برس میں علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہو گئے۔

Marfat.com

بجواڑے میں انہوں نے درس و تدریس اور تبلیغ وہدایت کا کام شروع کیا تو لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ ان کی مقبولیت اور عظمت کی شہرت دور دور تک پہنچنے لگی اور لوگ پروانہ وار ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ جہانگیر نے جب ان کی شہرت کا حال سنا تو بجواڑہ سے آگرہ بلوایا جب آگرے پہنچے اور دربار شاہی میں پیش کئے گئے تو انہوں نے رسم دربار کے مطابق زمین بوس ہو کر سجدہ نہ کیا اس پر ابن الوقت قسم کے درباریوں نے شور برپا کر دیا کہ یہ شخص توہین شاہی کا باعث بنا ہے۔ درباری علماء نے ان کو سمجھایا کہ تعظیمی سجدہ داخل شرک نہیں ہے پھر بڑے بڑے حوالوں سے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس مرد خدا آگاہ اور جواں مرد باخدا نے سب کی سنی ان سنی کر دی اور اس شرکیہ عمل کے بجالانے سے قطعاً" انکار کر کے توحید اسلامی اور شجاعت ایمانی کی لاج رکھ لی اور جہانگیر کے قریب پہنچ کر صرف "اسلام علیکم" کہا۔ جہانگیر نے ان کے اس فعل کو کمال بے ادبی اور نہایت گستاخی پر معمول کیا اور سید احمد کو گوالیار کے قلعے میں محبوس و مقید کر دیا۔ یہ گوالیار کا قلعہ وہی ہے جہاں سید احمد کے چند روز بعد حضرت شیخ احمد سرہندی پابجولاں لائے گئے اور جب باہر نکلے تو پورا قرآن مجید حفظ کر چکے تھے۔

جہانگیر کا سپہ سالار خانجہان لودھی سید احمد کا بڑا معتقد تھا۔ سید احمد کے قید ہو جانے سے اسے بڑا تکلیف ہوئی محرم ۱۰۱۹ھ میں جانجہان لودھی کو جہانگیر نے دکن کی جانب رخصت کیا۔ تو روانہ ہوتے وقت خانجہان نے جہانگیر سے سید احمد کے قلعہ گوالیار سے ہمراہ لے لینے کی اجازت حاصل کی جہانگیر خانجہان کی سفارش ممنظور کر کے گوالیر کے قلعہ دار کے نام حکم لکھ دیا کہ جب خانجہان گوالیار پہنچے تو سید احمد کو قید سے آزاد کر کے خانجہان کے سپرد کر دو۔ چنانچہ خانجہان گوالیار سے سید احمد کو لے کر برہان پور چلا گیا اور انہیں کمال تعظیم و تکریم سے اپنے ہمراہ رکھا سید احمد کی عمر اس وقت اسی برس کی تھی۔ جب قید کئے گئے تھے۔ اس وقت 76 یا 77 سال کے تھے۔ خانجہان نے دکن پر حملہ کیا تو سید احمد اس کے ساتھ تھے اس کے ساتھ وہاں انہوں نے جس بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اس کا حال آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے لڑتے وقت وہ ہمیشہ سب سے اگلی صف میں نظر آتے ہیں اور اس تیزی سے تلوار چلاتے تھے کہ صفوں کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔

دو سال دکن میں رہ کر ۱۰۲۱ء میں سید احمد خانجہان سے رخصت ہو کر واپس بجواڑے میں آگئے گوالیار کے قلعے میں ان کے پاؤں میں جو بھاری بھرکم بیڑیاں پڑی رہتی تھیں۔ انہیں وہ قلعہ اجازت سے ساتھ لے آئے تھے، بجواڑے میں آکر انہوں نے پھر تبلیغ وہدایت کا کام شروع کیا اور بے شمار خلقت کو اپنی ایمان افروز صحبت سے فیض یاب کیا۔ رات کو سوتے وقت اپنی بھاری بھرکم

Marfat.com

بیڑیوں کو تکیے کے نیچے رکھ لیتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو بتایا "اصل میں یہی بیڑیاں میرے لئے مرشد راہ حقیقت ہیں۔ گوالیار کے قلعے میں ان کی رفاقت میں میں نے جو روحانی ترقی کی ہے اور مجھ پر جن اسرار ورموز کا انکشاف ہوا وہ ان کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس لئے میں ان کو بہت عزیز رکھتا ہوں" ۔ آخر عمر میں ان پر کبھی کبھی جزب کی حالت بھی طاری ہو جاتی تھی۔ اس عالم میں بے اختیار جنگل کی طرف جاتے اور کئی کئی روز مستانہ وار کوہ وصحرا میں پھرتے رہتے۔

ان کی وفات کا حال بڑا عجیب ہے کہتے ہیں ایک روز ان کے کسی کے غلام نے دوسرے خدمت گار کو مارا۔ وہ روتا ہوا آیا اور کہا مجھ کو فلاں شخص نے مارا ہے یہ سن کر ناراض ہوئے اور اس آدمی کو بلوا بھیجا' جب وہ آیا تو ہاتھ میں کوڑا لے کر اسے مارنے کے لئے اٹھے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس نے چلا کر کہا "حضرت خدا کے لئے مجھے بخش دو اور نہ مارو"۔

یہ الفاظ سنتے ہی ان کی زبان سے ایک نعرہ نکلا اور نعرے کے ساتھ ہی جان نکل گئی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"۔

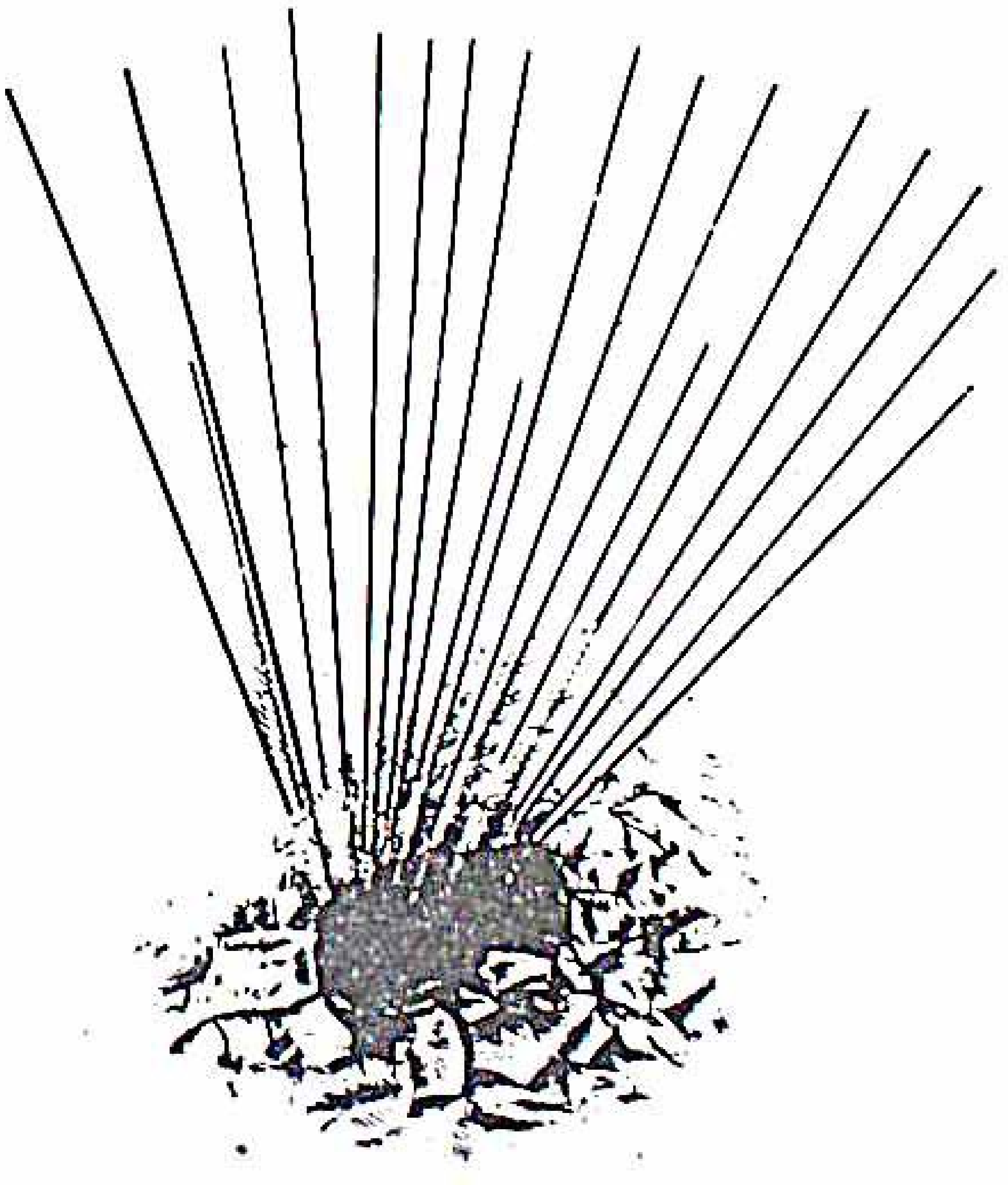

Marfat.com

Marfat.com

## محسنِ ملتِ اسلامیہ

# حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اور اسلامی سلطنت کو زوال آ چکا تھا اور اورنگزیب نے مرہٹوں کا اس حد تک استیصال کر دیا تھا کہ اس کے انتقال کے وقت بقول مولانا شبلی مرحوم ”مرہٹے محض اڑتے ہوئے ذرے رہ گئے تھے لیکن عالمگیر کے انتقال کے بعد سلطنت اسلامی کو کوئی ایسی شخصیت نصیب نہ ہوئی جو مسلمانوں کو ایک مرکز پر قائم رکھتی۔ چنانچہ وہی مرہٹے جن کو سر کرنے میں اورنگ زیب نے پچیس سال صرف کئے تھے ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ اڑتے ہوئے ذرے بگولے بن گئے۔

1703ء میں جب شاہ صاحب پیدا ہوئے اس وقت مسلمانوں کے بوڑھے بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کی عمر پچاسی سال تھی، مگر وہ اس بڑھاپے میں بھی اپنے فرض سے غافل نہیں تھا اور دکن میں مخالفوں سے برسرپیکار تھا۔

شاہ صاحب عالمگیر کی وفات سے 4 سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت عمرؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم“ تک پہنچتا ہے۔ صاحب رود کوثر کے بیان کے مطابق آپ کے ایک بزرگ شیخ شمس الدین مفتی اسلامی حکومت کے آغاز میں ہندوستان آئے اور بمقام رہتک مقیم ہوئے۔ پہلے آپ کا خاندان علم و فضل میں ممتاز تھا لیکن ایک بزرگ شیخ محمود نے منصب قضا کو ترک کر کے سپاہیانہ زندگی شروع کر دی۔ اس کے بعد یہ خاندان عرصے تک بہادری اور دلیری کے لئے ممتاز رہا۔ شاہ صاحب کے دادا شیخ وجیہہ الدین صاحب سیف و قلم تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے والد نے قرآن مجید انہی سے پڑھا۔ شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے تلوار چھوڑ کر کتاب سنبھالی اور رشد و ہدایت کو مقصد زندگی بنایا۔ شاہ عبدالرحیم علم ظاہری و باطنی دونوں

Marfat.com

میں کامل تھے اور ان کی شخصیت شریعت و طریقت کی جامع تھی۔ ان کے صاحبزادے حضرت شاہ ولی اللہ اس جامعیت کا نہایت عمدہ نمونہ تھے۔

شاہ صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید پڑھ لیا اور نماز روزہ کی باقاعدگی سے پابندی کرنے لگے دس سال کی عمر میں شرح جامی اور معقولات پڑھ کر منقولات تک جا پہنچے۔ فقہ، منطق، حدیث اور علم کلام کے علاوہ آپ نے اپنے والد سے طب، معانی، ہندسہ اور حساب کی کتابیں پڑھیں۔

حضرت شاہ صاحب بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے۔ ان کے مکتب کے زمانے کا ذکر ہے کہ شیخ فیروز شاہ آپ کے والد شاہ عبد الرحیم سے ملاقات کے لئے تشریف لائے وہ اس دنیا میں چشم ظاہر سے روایت حق سبحانہ کے قائل تھے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بحث ہوئی۔ شاہ ولی اللہ پہلے تو چپ چاپ سنتے رہے۔ مگر جب ضبط نہ ہو سکا۔ تو باوجود طفولیت کے بیچ میں بول پڑے کہ باصرہ اپنی ناتوانی یا کسی اور کمی کے باعث اس چیز کو بھی جو ہمارے پیچھے بلکہ ہمارے سر پر ہو نہیں دیکھ سکتی پھر ان کی ان کمزوریوں کے باوجود کس طرح اس سے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ذات کو جو ہر لطیف شے سے زیادہ لطیف ہے، دیکھ سکے گی۔ شاہ صاحب کی یہ بات سن کر سب خاموش ہو گئے اور بحث ختم ہو گئی۔

15 سال کی عمر میں وہ اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور دو سال کے بعد ان کے انتقال پر ان کے سجادہ پر بیٹھے اور قریباً" بارہ برس تک درس میں مشغول رہے۔ اس کے بعد وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور دو مرتبہ فریضہ حج ادا کیا قیام مکہ کے زمانے میں انہیں خواب میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضورؐ نے آپ کو اس بشارت سے مشرف فرمایا۔

"تمہارے متعلق ارادہ ہو چکا ہے کہ امت مرحومہ کے جتھوں میں سے کسی جتھے کی تنظیم تمہارے ذریعے کی جائے گی"۔

9ر جولائی 1732ء کو شاہ صاحب واپس دہلی تشریف لائے لیکن اس وقت آپ کا دیس پردیس سے بدتر تھا۔ سلطنت اسلامی پر ادبار و زوال کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ شاہ صاحب ان لوگوں میں سے نہ تھے جو سیاست کو مذہب سے جدا جانتے تھے بلکہ وہ ان صوفیاء میں سے تھے جو قوم کے دکھ اور درد میں برابر کے شریک رہتے تھے۔ شاہ صاحب نے جب اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھرتے دیکھا تو ہمہ تن اس کی اصلاح میں لگ گئے۔

شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس وقت برصغیر میں بہت کم

Marfat.com

لوگ عربی سے واقف تھے۔ علماء کا یہ حال تھا کہ جب پادری ان کے سامنے قرآن مجید کے کسی حصے پر اعتراض کرتے وہ جواب دیتے کہ یہ قرآن مجید میں ہے ہی نہیں اور جب پادری ان کو قرآن مجید میں وہ مقام دکھا دیتے تو وہ بھونچکے رہ جاتے۔ شاہ صاحب نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کرنا نہایت ضروری سمجھا۔ کیونکہ اس وقت برصغیر میں فارسی ہی عام بول چال کی زبان تھی۔

شاہ صاحب نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا تو سارا ملک ان کا مخالف ہو گیا۔ علماء تلواریں کھینچ کر میدان میں آگئے کہ یہ کلام پاک کی انتہائی بے ادبی ہے۔ یہ شورش اس حد تک بڑھی کہ بالاخر شاہ صاحب کو کچھ عرصے کے لئے دہلی سے نکلنا پڑا۔

شاہ صاحب نے حدیث' فقہ اور تصوف پر کئی کتابیں لکھیں۔ حجتہ اللہ البالغہ ان کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ مذہب اسلام کے جو عقائد یا احکام ہیں ان میں کیا کیا مصلحتیں ہیں شاہ صاحب کی اس کتاب کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ حکومت سوڈان نے اسے گارڈن کالج خرطوم کے نصاب میں داخل کیا محکمہ تعلیم نے اس کے پڑھانے کی پرزور سفارش کی۔

شاہ صاحب اپنے زمانے کے علماء کی طرح محض کتابیں پڑھنے یا پڑھانے کو ہی کافی نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کی نظر مسلمانوں کی معاشرتی بیماریوں پر بھی پڑتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیفات میں ان خرابیوں کو جابجا بے نقاب کیا اور اصلاح کے طریقے بیان کئے۔ آپ کی وفات ۱۷۶۳ء بمقام دہلی میں ہوئی۔ آپ نے تقریباً" ۳۸ کتابیں تصنیف فرمائیں اور اپنی زندگی میں امت مسلمہ کے لئے وہ شاندار کارنامے سرانجام دیئے جن کی نظیر مشکل ہے۔ مولانا شبلی تاریخ علم الکلام میں لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھانا تھا کہ آخر زمانے میں جبکہ اسلام کا نفس بازپسیں تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی' رازی' ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"

شاہ صاحب نے کئی بلند پایہ کتابوں کے علاوہ پانچ بیٹے یادگار چھوڑے جو سب کے سب علم و فضل میں ممتاز ہوئے اور انہوں نے شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے مشن کو ترقی دی۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ عبد العزیز

Marfat.com

۲۔ حضرت شاہ رفیع الدین

۳۔ حضرت شاہ عبد القادر

۴۔ حضرت شاہ عبد الغنی

۵۔ حضرت شاہ محمدؒ محدث دہلوی

خدائے پاک ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

Marfat.com

مناظرِ اسلام

# حضرت حافظ ولی اللہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اس بات کی صداقت میں کسی مسلمان بلکہ غیر مسلم کو بھی شک نہیں ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی نشرواشاعت اور ترویج صوفیائے کرام کے ذریعے ہوئی ان مردان بے ریا نے جس تندہی' خلوص اور لالچ سے بے نیاز ہو کر خدا کے دین کی خدمت کی اس کی مثال نہیں ملتی آج جو اسلام کی روشنی ہمیں دنیا کے گوشے گوشے میں نظر آتی ہے تو یہ محض ان گدڑی پوش مردان حق کی سعی وجہد کا نتیجہ ہے جنھوں نے علائق دنیا کو تج کر خدمت دین اور احیائے سنت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا حضرت حافظ ولی اللہ کاشمیریؒ بھی انہی مردان باصفا میں سے ایک تھے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں جب پنجاب پر سکھوں کا قبضہ ہوا تو خطہ کشمیر بھی ان کے ظلم کا نشانہ بنا کشمیر پر قابض ہوتے ہی سکھوں نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے یہ مظالم اسقدر بڑھ گئے کہ بالآخر مسلمان کشمیر سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے مہاجرین کے ان قافلوں میں حضرت حافظ ولی اللہؒ کا خاندان بھی تھا جو لاہور آکر پناہ گزیں ہوا

حافظ صاحب کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا بڑا شوق تھا لیکن کشمیر کی سیاسی ابتری کی وجہ سے ان کا یہ شوق تشنہ رہا اس وقت ان کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی ان کے والد کا خیال تھا کہ وہ لاہور میں انہیں دینی تعلیم دلائیں گے لیکن اتفاق دیکھیے کہ لاہور پہنچتے ہی وہ ایسے بیمار ہوئے کہ ان کی دونوں آنکھوں کی بینائی زائل ہو گئی آخر وہ حفظ قرآن کے لیے ایک مکتب میں بٹھا دیئے گئے جہاں چند ماہ میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا

نابینا ہو جانے کے باوجود ان کا حافظہ بڑا اچھا تھا جس بات کو ایک بار سن لیتے ہمیشہ یاد رکھتے قرآن حفظ کرنے کے بعد انہوں نے ابتدائی دینی کتابیں سن کر یاد کرنی شروع کر دیں اس دوران میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے بڑے بھائی کے سپرد ہوئی لیکن ان کی بھاوج

Marfat.com

بڑی سنگدل عورت تھی اس نے حافظ صاحب پر سوتیلی ماں سے بڑھ کر ظلم و ستم کیے حافظ صاحب اس ناروا سلوک سے تنگ آکر ایک روز گھر سے بھاگ نکلے اور سیدھے قلعہ میہاں سنگھ میں مولانا غلام رسول کے پاس جا پہنچے جو بڑے اجل عالم اور دیندار بزرگ تھے ان کے حلقہ درس میں شامل ہو کر آپ نے علم دین پڑھنا شروع کیا حافظہ بلا کا تھا جو بات ایک مرتبہ سن لیتے کیا مجال کہ ذہن سے نکل جائے کتابوں کے صفحے اور سطریں تک یاد تھیں کوئی ملنے والا سالہا سال کی غیر حاضری کے بعد ملتا تو آواز سے پہچان لیتے اس سے بڑھ کر یہ کہ کسی سے مصافحہ کرتے تو ہاتھ کے لمس سے پہچان لیتے کہ یہ فلاں شخص کا ہاتھ ہے ان میں سے بیشتر وہ لوگ ہوتے جو دس بارہ برس کے بعد آپ سے ملتے

مولانا غلام رسول کی خدمت میں رہ کر حافظ صاحب نے تفسیر حدیث اور فقہ کی تمام کتابیں پڑھ لیں اور آپ کا شمار زبردست مناظروں میں ہونے لگا

ان دنوں لاہور میں مولوی نور احمد اور مولوی احمد دین بگوی کا بڑا شہرہ تھا لاہور آکر آپ ان کے درسوں میں بھی شریک ہوئے اور ظاہری دولت کے ساتھ باطنی دولت سے بھی مالا مال ہوئے

حافظ صاحب ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے تھے ۱۸۴۹ء میں پنجاب انگریزوں کے قبضے میں آیا تو اس وقت ان کی عمر 14 برس کی تھی وہ قلعہ میہاں سنگھ میں طالب علمی کی زندگی گزار رہے تھے تحصیل علم سے فارغ ہو کر جب لاہور آئے تو دیکھا کہ انگریز پادری کھلے بندوں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں یہ دیکھ کر ان کی غیرت ایمانی کو جوش آیا اور وہ اسلام کی تبلیغ کے لیے کمر بستہ ہو گئے

حافظ صاحب قرآن حکیم کے علاوہ انجیل کے بھی حافظ تھے اور پادریوں کو انہی کی کتابوں کے حوالے دے کر لاجواب کر دیا کرتے تھے

مولانا علم الدین سالک نے ایک دفعہ راقم الحروف کو بتایا کہ جب پنجاب انگریزوں کے قبضے مے آیا تو عیسائی پادریوں کو گویا تبلیغ کے لیے کھلی چھٹی مل گئی بڑے بڑے پادری لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے پنجاب چلے آئے پولیس ہر جگہ ان کی حفاظت کرتی ان پادریوں میں ڈاکٹر فورمین فنڈر اور پادری عمادالدین خاص شہرت اور خاص مقام کے مالک تھے بڑے بڑے مناظران سے گفتگو کرتے ہوئے گھبراتے تھے لیکن حضرت حافظ صاحب نے تحریری اور تقریری مناظروں میں ان سب کو شکست فاش دی

استاذی حضرت مولانا مضطر میرٹھی مرحوم نے ایک بار راقم الحروف سے فرمایا کہ حافظ صاحب کے تبلیغ اسلام کا طریقہ بڑا انوکھا تھا ڈاکٹر فورمین (جس کے نام پر لاہور میں دو مشہور درسگاہیں فورمین کرسچین کالج اور فورمین مشن سکول رنگ محل موجود ہیں ) لاہور کے چوراہوں پر میز کرسی لگا کر

Marfat.com

عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کی مخالفت کیا کرتا تھا حضرت حافظ صاحب اس کی میز کرسی کے عین بالمقابل اپنا اسلامی اکھاڑہ جماتے اور اسلام کی حقانیت سے لوگوں کو آگاہ کرتے کبھی کبھی ڈاکٹر فورمین سے مناظرہ بھی ہو جاتا مگر حافظ صاحب کے علمی مقام و مرتبہ سے متاثر ہو کر وہ جلد ہی بھاگ جاتا

حافظ صاحب کے پاس بے شمار خطوط آتے جن میں عیسائیت کے بارے میں مختلف سوالات مندرج ہوتے حافظ صاحب ایسے تمام خطوط کے جوابات بڑی احتیاط سے لکھواتے اس سلسلے میں مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب (حدیقۃ حنفیہ) ان کے خصوصی معاون تھے مولوی فقیر محمد خود لکھتے ہیں کہ جب میں دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تو حضرت حافظ ولی اللہ کی ڈاک اور دیگر سوالات کے جوابات کی املا لینا میرے ذمہ تھا حافظ صاحب مسئلہ سن کر جواب لکھوا دیتے اور ساتھ ساتھ کتابوں کے حوالے بھی لکھواتے جاتے بعض اوقات مجھے شک گزرتا اور میں یہ کتابیں دیکھتا تو سطر بہ سطر عبارات صحیح ہوتیں مولوی فقیر محمد کا کہنا ہے کہ مجھے آپ کی صحبت میں رہ کر عیسائیت کے خلاف اتنا مواد مل گیا کہ میں رد عیسائیت میں کئی ایک کتابیں لکھنے کے قابل ہو گیا

مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی کیرانوی نے (جو خود بہت بڑے مناظر تھے اور بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے) جب مکہ مکرمہ میں آپ کے مناظروں کی دھوم اور علمی تبحر کی خبریں سنیں تو انہوں نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بہ چشم نم آپ کی کامیابی کے لیے دعائیں کیں مولانا نے مکہ مکرمہ سے اپنی عربی تصنیف "اظہار حق" بھی حافظ صاحب کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی

حافظ صاحب نے عیسائی پادریوں سے بے شمار مناظرے کئے طوالت کے خوف سے یہاں صرف ایک مناظرے کا حال درج کرتا ہوں:

پادری فنڈر نے ایک دفعہ اعلان کیا کہ میں مسلمان علماء سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں سرائے سلطان میں اس نے اپنا اکھاڑہ جمایا اور تین روز تک وہاں دندناتا رہا حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو وہاں تشریف لے گئے مسلمانوں نے آپ کا پر جوش خیر مقدم کیا آپ پادری فنڈر کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں نابینا ہوں چاہتا ہوں کہ اپنے مد مقابل مناظر کو قریب سے دیکھوں

یہ سن کر لوگ پادری فنڈر کو آپ کے قریب لے گئے اس نے سر پر ایک بڑا سا ہیٹ پہنا ہوا تھا حافظ صاحب نے ہاتھوں سے اس کے چہرے کو ٹٹولا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا فنڈر کے منہ سے خون جاری ہو گیا اس سے بھگدڑ مچ گئی اور مناظرہ درہم برہم ہو گیا اور حافظ صاحب گرفتار کر لیے گئے

Marfat.com

حکومت نے اس خوف سے کہ کہیں معاملہ بڑھ نہ جائے حافظ صاحب کو اگلے ہی روز ایک مقامی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر دیا پادری فنڈر بھی وہاں موجود تھا انگریز مجسٹریٹ نے حافظ صاحب سے کہا کہ آپ نے ارادہ قتل سے پادری صاحب کو تھپڑ مارا ہے حافظ صاحب نے فرمایا: ایسا ہر گز نہیں میں تو مناظرہ کرنا چاہتا تھا تھپڑ مارنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں دیکھوں کہ فنڈر صاحب انجیل پر ایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں؟ انجیل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی تمہیں ایک تھپڑ مارے تو فوراً اپنا دوسرا رخسار اس کے آگے کر دو مگر پادری فنڈر نے انجیل پر عمل کرنے کی بجائے الٹا مجھ پر مقدمہ دائر کر دیا ہے یہ کہ کر حافظ صاحب نے انجیل کے تقریباً دو درجن نسخے عدالت میں پیش کئے اور ہر نسخے کا صفحہ نمبر بتا کر انجیل میں مذکورہ مقام دکھایا

اس پر عدالت نے فنڈر کو جواب دینے کے لیے کہا فنڈر نے اعتراف کیا کہ حافظ صاحب درست کہتے ہیں میں مقدمہ واپس لیتا ہوں

آپ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں خان صاحب منشی سراج الدین، میر منشی ریذیڈنسی کشمیر کے والد منشی محمد اسمٰعیل وکیل، میاں عبدالعزیز سابق صدر لاہور کارپوریشن کے والد مولوی الٰہی بخش، مولوی فتح محمد ہوشیار پوری، منشی عبدالکریم لاہور، اور مولوی اسماعیل پٹی والے خاص طور پر قابل ذکر ہیں تحصیل علم کے بعد آپ اپنے شاگردوں کو دین کی تبلیغ کے لیے دوسرے شہروں میں بھیج دیتے تھے مولانا علم الدین سالک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے شاگرد مولوی محمد اسمٰعیل کا ہوشیار پور میں مناظرہ ہوا جس میں پادریوں کو قدم قدم پر شکست ہوئی ان پے در پے شکستوں سے تنگ آکر پادریوں نے مولوی صاحب موصوف کو جھوٹے مقدموں میں پھنسانے کی کوشش کی شاگرد نے حضرت حافظ ولی اللہؒ کو اطلاع دی آپ فی الفور ہوشیار پور پہنچے وہاں کے رہنے والوں کو جب آپ کی آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا مولوی الٰہی بخش وکیل نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا آپ نے پادری فورمین کو کہلا بھیجا کہ یا تو میرے شاگرد کے خلاف مقدمات واپس لو یا پھر کھلے مناظرے کے لیے تیار ہو جاؤ فورمین آپ سے مناظرہ کرتے ہوئے گھبراتا تھا آخر اس کی مداخلت سے فریقین میں صلح صفائی ہو گئی

حضرت حافظ صاحب کو عوام میں بڑی مقبولیت حاصل تھی آپ کے معاصرین میں خلیفہ حمید الدین، مولوی نور احمد (مسجد نیلہ گنبد)، مولوی غلام قادر بھیروی (بیگم شاہی مسجد)، مولوی حافظ سعد الدین (مسجد کمان گراں)، مولوی حسام الدین (ستھاں والے) اور مولوی غلام محمد بگوی آسمان علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب تھے مگر عوام میں جو اثر و رسوخ آپ کو حاصل تھا وہ کسی اور کو حاصل نہ

Marfat.com

تھا شرعی معاملات میں بالعموم لوگ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے حافظ صاحب ایک عرصہ تک بادشاہی مسجد لاہور کے نائب خطیب رہے وہیں صحن میں بیٹھ کر آپ قرآن پاک کا درس دیتے جس میں اہل ذوق بڑی کثرت سے شریک ہوتے

مولانا علم الدین سالک کا بیان ہے کہ حافظ صاحب کو عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا لاہور میں کوئی عرب آتا تو آپ گھنٹوں اس سے عربی میں گفتگو کرتے آپ صاحب اولاد تھے مگر آپ کے سب بیٹے آپ کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے

آپ کی تبلیغ سے بے شمار غیر مسلم اسلام کے دامن میں آئے روایت ہے کہ ایک بار آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ایک تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان حلقہ بگوش اسلام ہوا اور آپ کی خدمت میں رہ کر اسلام کا زبردست مبلغ بن گیا

حافظ صاحبؒ نے ۲۴ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو لاہور میں وصال فرمایا عیسائیت کے رد میں بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں جن میں مباحثہ دینی صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان اور ابحاث ضروری زیادہ مشہور ہیں

اسلام کے اس عظیم فرزند کا مزار مبارک لاہور میں فلیمنگ روڈ پر ہے

اس خاک میں اسلام کا اک شیر نہاں ہے

Marfat.com

Marfat.com

# باب ششم

Marfat.com

Marfat.com

# حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 1159ھ (مطابق 1745ء) میں پیدا ہوئے۔ یہ انتہائی پر آشوب اور انتشار کا دور تھا نادر شاہ کے حملے سے برصغیر کے معاشرے کی مضبوط عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اسلامی حکومت کی بنیادوں کو کمزور کرنے والوں میں سکھ اور مرہٹے پیش پیش تھے۔ ان دشمنان اسلام سے نبٹنے کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز کے والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے مختلف سرداروں اور طبقوں کو متحد کرنے کے لئے انتھک کوشش فرمائی۔ انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا کہ وہ دشمنان اسلام کی گوشمالی کے لئے ہندوستان پر حملہ کرے۔ احمد شاہ ابدالی کے یہ حملے حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں 1162ھ / 1748ء سے لیکر 1175ھ / 1761ء تک جاری رہے۔

حضرت شاہ صاحب کا اپنے والد ماجد کی طرح جنوبی ہند کے مرہٹوں اور پنجابی سکھوں کے بڑھتے ہوئے طوفان سے سخت مضطرب رہتے تھے۔ اس کا اندازہ ان کے عربی اشعار اور اپنے چچا شاہ اہل اللہ کے نام عربی میں لکھے ہوئے خطوط سے بخوبی ہوتا ہے۔ "حیات ولی" (از محمد رحیم بخش دہلوی) میں ان کا یہ شعر بھی درج ہے۔

جزی اللہ عنا قوم سکھ و مرہٹ
عقوبۃ شرعا جلا غیر آجل

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب چونتیس واسطوں سے امیرالمومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت شاہ ولی اللہ شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدین بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قاضن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدہ بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن محمد عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن محمد عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ماہان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ علم سے دلی رغبت کے باعث آپ نے بہت قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ پھر اپنے والد ماجد سے اور ان کی نگرانی میں ان کے ارشد خلفاء حضرت شاہ محمد عاشق اور حضرت خواجہ امین اللہ سے عربی کے مختلف علوم و فنون میں اکتساب فیض کیا۔ فقہ کی تعلیم مولانا نوراللہ (جو بعد میں ان کے خسر بنے) سے حاصل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتب درس، صرف و نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام عقائد، ہندسہ، ہیئت اور ریاضی وغیرہ میں مہارت حاصل کرلی۔ ان علوم سے فراغت کے بعد وہ اپنے والد ماجد کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگے جہاں اونچے درجہ کے طلباء حدیث پڑھتے تھے۔ دو سالوں میں شاہ صاحب نے حدیث کی تمام کتابوں پر عبور حاصل کرلیا۔ تذکرہ علمائے ہند (از رحمان علی) میں ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور کمالات ظاہری و باطنی سے فراغت حاصل کرلی۔

سترہ برس کے تھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے، چنانچہ اپنے تینوں بھائیوں (شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ) سے عمر اور علم میں ممتاز ہونے کے باعث مسند درس و ارشاد پر متمکن ہوئے۔

شاہ صاحب کے تبحر علمی کے اپنے پرائے سب قائل ہیں۔ ملفوظات عزیزی کے مولف نے شاہ صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے، ایک سو پچاس علوم ہیں۔ نصف سابقین اولین کے ہیں اور نصف اس امت میں ہیں۔ (ملفوظات عزیزی ص 36)

Marfat.com

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عربی' فارسی' عبرانی اور اردو زبانوں کے ماہر تھے۔ اردو زبان سیکھنے کے لئے وہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھ کر اردو کے محاورات پوری توجہ سے سنتے تھے۔ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے کی رہنمائی انہیں اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے بچوں سے فرمایا کرتے تھے: "جس طرح اصول حدیث اور اصول فقہ فن ہیں' اسی طرح اصول زبان بھی ایک فن ہے اور اردو زبان کے موجد اور مجتہد خواجہ میر درد ہیں۔ آپ کی صحبت کو اس فن کے واسطے غنیمت سمجھو۔ کیونکہ خواجہ صاحب پکے پان ہیں"۔

(بحوالہ لال قلعہ کی ایک جھلک: سید ناصر نذیر فراق دہلوی ص 88)

اردو ادب پر شاہ صاحب کی نگاہ بڑی عمیق تھی' اس دور کے بڑے بڑے شاعران سے اپنے کلام پر اصلاح لیتے تھے۔ سید ناصر نذیر فراق نے "لال قلعہ کی ایک جھلک" میں شیخ ابراہیم ذوق کی شاہ صاحب سے اصلاح لینے کا حال لکھا ہے۔

جن بزرگوں نے ظلمت کدۂ برصغیر پاک و ہند کو قرآن و حدیث کے انوار سے منور فرمایا' ان میں شاہ صاحب کا نام نامی نمایاں ہے۔ شاہ صاحب کے زمانے میں عام لوگ قرآن حکیم کو محض جھاڑ پھونک کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ عامتہ المسلمین کو تعلیمات قرآنی کی طرف راغب کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تبلیغی کوششوں سے علم قرآن کا شغف اس حد تک بڑھا کہ جابجا مسجدوں اور خانقاہوں مین دینی مدارس قائم ہو گئے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھار قوالی بھی شوق سے سن لیتے تھے۔ ملفوظات عزیزی میں ہے کہ ایک قوال اپنے نومولود بچے کا نام معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے سلام یا سلامت اللہ نام تجویز فرمایا۔ پھر اس قوال سے فرمایا کچھ دھنا سری میں سناؤ۔ مدرسہ شریف میں اس قوال نے کچھ گایا اور پھر دوسرا کلام شروع کیا۔ فرمایا کہ وہ خوب تھی۔ اس میں مجاز بہت غالب ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک مرید کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ پہلے میرے سر میں جو درد ہو رہا تھا' گانا سننے سے جاتا رہا اور سر میں جو کپڑا درد کی وجہ سے بندھا ہوا تھا' اس کی گرہ کھول دی"۔ (ملفوظات عزیزی ص 86)

Marfat.com

## مثالی حافظہ

شاہ صاحب کا حافظہ مثالی تھا۔ درس و تدریس کے دوران کتابوں کے طویل اقتباسات بغیر دیکھے طلباء کو لکھوا دیتے تھے۔ بعد میں کوئی اصل سے مقابلہ کرتا تو اس میں ذرا سا فرق نہ ہوتا۔ سرسید احمد خان اپنی کتاب آثار الصنادید میں آپ کے بے مثل حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حافظہ آپ کا نسخہ لوح تقدیر تھا۔ بارہا اتفاق ہوا کہ کتب غیر مشہورہ کی اکثر عبارات طویل اپنی یاد کے اعتماد پر طلباء کو لکھوا دی تھیں اور جب اتفاقاً کتابیں دستیاب ہوئیں تو دیکھا گیا کہ جو عبارت آپ نے لکھوا دی تھی' اس میں من و عن فرق نہ تھا۔" (ص 70)

## ایک پادری سے مناظرہ

شاہ صاحب کے زمانے میں عیسائی پادریوں نے ہندوستان بھر میں مناظروں کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ شاہ صاحب ان مناظروں میں شرکت کو دینی خدمت تصور کرتے تھے۔ ملفوظات عزیزی میں ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا مناظرہ دارالسلطنت دہلی کی جامع مسجد میں ایک عیسائی کے ساتھ ہوا تھا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس قرآن دے رہے تھے کہ دوران درس ایک انگریز مقابلے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ وہ عربی و فارسی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ اس نے آتے ہی عرض کیا کہ حضرت! میرے سوال کا جواب دیجئے۔ آپ نے فرمایا: کہو۔ اس نے ایک شعر پڑھا۔

کے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ اعلیٰ است
کہ ایں بزیر زمیں دفن و آں باوج سماست

کسی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ' آنحضرتؐ سے اعلیٰ ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ زمین میں دفن ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمان کی بلندیوں پر ہیں۔)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت یہ شعر اس کے جواب میں پڑھا۔

بگفتمش کہ نہ ایں حجتت قوی باشد
حباب برسر آب و گہر تہ دریاست

(میں نے ان سے کہا کہ تمہاری یہ دلیل قوی نہیں ہے۔ اس لئے کہ بلبلہ پانی کے اوپر

Marfat.com

ہوتا ہے اور موتی دریا کے نیچے ہوتا ہے۔)

شاہ صاحب کا یہ شعر سنتے ہی وہ انگریز بھاگ گیا۔

## وفات

شاہ صاحب تمام عمر وعظ و نصیحت، مریدوں کی روحانی تربیت اور شاگردوں کی علمی رہنمائی میں مشغول رہے۔ نماز فجر کے بعد اپنے درس قرآن میں کبھی ناغہ نہ کرتے۔ ایک روز طبیعت نہایت علیل تھی۔ وعظ کا وقت ہوا تو حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہیں، لیکن جب بیان کرنا شروع کروں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ ناتوانی اور کمزوری کی اس حالت میں اطمینان سے وعظ فرماتے رہے۔ وعظ کے بعد ہاتھ اٹھا کر تمام مسلمانوں کے لئے رب ذوالجلال کے حضور نہایت خشوع و خضوع سے دعا کی۔ پھر آپ نے آیہ کریمہ

**ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمساکین وابن السبیل**

تلاوت کی۔ پھر اپنے گھر میں تمام نقد و جنس اور مال و اسباب منگوا کر ایک جگہ جمع کر دیا اور آیہ کریمہ کے مطابق تمام جائز وارثوں کے حصے اپنے ہاتھ سے تقسیم کئے۔ پھر اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں ضروری ہدایات دیں۔ فرمایا: مجھے اسی کپڑے کا کفن پہنایا جائے، جو میں پہنتا ہوں۔ نیز غسل کے وقت ارکان غسل میں سے کوئی رکن ترک نہ ہو۔ سلطان وقت کو میری نماز جنازہ اور جنازے میں شمولیت کے لئے مدعو نہ کیا جائے۔ اس کے بعد ذکر و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ زبان مبارک پر یہ الفاظ

توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

جاری تھے کہ یہ آفتاب علم و حکمت غروب ہوگیا۔ یہ اتوار 4 شوال 1239ھ / 1822ء کا دن تھا۔

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادیاں تھیں، جو آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں۔ آپ کے شاگردوں میں شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالغنی، شاہ محمد اسحاق دہلوی، شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی، شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی۔ مفتی صدرالدین آزردہ اور شیخ ابراہیم ذوق بہت معروف ہیں۔

Marfat.com

## تصنیفات و تالیفات

حسب ذیل تصنیفات آپ کی یادگار ہیں:

1- فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی

2- عجالہ نافعہ (اصول علم حدیث)

3- بستان محدثین

4- فتاویٰ عزیزی

5- تحفہ اثنا عشریہ

6- السر الجلیل فی مسئلہ التفضیل

7- وسیلتہ النجات

8- عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس (فضائل خلفائے راشدین)

9- سر الشہادتیں (حسنین کریمین کی شہادت و فضائل)

10- ملفوظات شاہ عبد العزیز

ان کی لحد پہ رحمتیں ہوں کردگار کی

Marfat.com

# شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

22 صفر 1233ھ بروز ہفتہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے- والد ماجد کا اسم گرامی محمد امین" تھا- حصن حصین اور مثنوی مولانا روم مولانا قلندر بخش جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں- بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کیا- 1249ھ میں سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک علی کے ہمراہ دہلی گئے اور وہاں مختلف اساتذہ سے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی-

عربی و فارسی کی ابھی ابتدائی کتب ہی پڑھی تھیں کہ علوم باطنی کی طرف کشش ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے حضرت مولانا نصیرالدین صاحب نواسہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اذکار نقشبندیہ اخذ فرمائے- ابھی چند ہی روز شیخ کی خدمت میں رہے تھے کہ مرشد نے خرقہ و اجازت سے مشرف فرمایا- اس نعمت باطنی کے حصول کے بعد پھر تعلیم کی طرف رجوع فرمایا اور مشکواۃ شریف حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے اور فقہ اکبر مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھیں-

حضرت مولانا نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ایک عرصہ تک حضرت شیخ نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور پھر ایک خواب کی بناء پر ان سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہو گئے- بیعت کے چند روز بعد خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے عطائے خلافت کے بعد مرشد کامل نے امتحاناً" پوچھا: کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟ یہ سن کر حضرت حاجی صاحب رونے لگے اور ادب سے عرض کیا: مجھے محض محبوب حقیقی کی خواہش ہے، دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے- یہ جواب سن کر مرشد کامل خوش ہوئے اور بے حد دعائیں دیں-

آپ کا شجرۂ طریقت (چشتیہ صابریہ) اس طرح ہے: حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ، حضرت

Marfat.com

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ علو ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ ابو احمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ سید ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت علاؤالدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ ابو سعید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ سید محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ محمد مکی جعفری رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ عضدالدین رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ عبدالباری صدیقی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ۔ میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

1274ھ میں جب برصغیر کے مسلمان انگریز حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو سہارنپور اور مظفر نگر کے علماء و صلحا بھی اس جنگ آزادی میں پیش پیش تھے انہوں نے حضرت حاجی شیخ امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امیر بنا لیا۔ ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں شاملی کے میدان میں یہ جماعت انگریز حکومت کے مقابل ہوئی۔ کئی مسلمان شہید ہوئے۔ جب انگریز کے قدم مستحکم ہو گئے اور پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کو ترجیح دی۔ چنانچہ 1276ھ میں مکہ مکرمہ چلے گئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے طریق تربیت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ ان کے ذریعے سلسلہ چشتیہ کے انوار اطراف عالم میں پھیل گئے۔ حرمین شریفین میں آپ کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کی عظمت و شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا۔ حضرت

حاجی صاحب وسیع المشرب اور تعصب سے بہت دور تھے۔ مثنوی مولانا روم سے انتہائی لگاؤ تھا۔ حرم شریف میں اس کا درس بھی دیتے تھے اور اپنے احباب کو تلقین کرتے تھے کہ اسے غور سے پڑھیں اور اس میں غور و فکر کریں۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چوراسی سال تین ماہ بیس روز اس عالم تاریک کو منور فرما کر 12/ جمادی الاخریٰ 1371ھ (مطابق 1899ء بروز چہار شنبہ بوقت اذان صبح) وصال فرمایا۔ مکہ مرمہ کے قبرستان جنت المعلی میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

## تصانیف

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دس کتب تالیف فرمائیں- یہ کتب کلیات امدادیہ کے نام سے یکجا شائع ہو چکی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(1) حاشیہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ
(2) غذائے روح (سن تحریر 1264ھ)
(3) جہاد اکبر (سن تحریر 1268ھ)
(4) مثنوی تحفتہ العشاق (1281ھ)
(5) رسالہ درد غمناک
(6) ارشاد مرشد (1293ھ)
(7) ضیاء القلوب (فارسی 1282ھ)
(8) وحدت الوجود
(9) فیصلہ ہفت مسئلہ
(10) گلزار معرفت

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تاریخ مشائخ چشت میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات سے ظاہر ہونے والے فیوض و برکات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے- جی چاہتا ہے کہ یہ اقتباس یہاں نقل کر دیا جائے- ناظم صاحب لکھتے ہیں:

"میاں جی نور محمد جھنجھانوی (م 1259ھ) کے دامن تربیت سے ایک ایسا شخص اٹھا' جس نے صابریہ سلسلہ کو عروج کی انتہائی منزل پر پہنچا دیا- حضرت امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

کے فیوض ہندوستان تک ہی محدود نہیں رہے' دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ان کے اثرات پہنچے- حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1232ھ میں پیدا ہوئے تھے- ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد حجاز چلے گئے- وہاں سے واپس آئے تو ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کر دیا- اللہ تعالیٰ نے انہیں دل و دماغ کی بہت سی خوبیوں سے نوزا تھا اور وہ انیسویں صدی کی تین عظیم الشان تحریکوں کا منبع و مخرج تھے-

(1) مسلمانوں کی دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے جو تحریک انیسویں صدی میں شروع ہوئی' جس نے بالآخر دیوبند کی شکل اختیار کی انہی کے خلفاء و مریدین کی پر خلوص جدوجہد کا نتیجہ تھی- مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م_ 1323ھ) مولانا محمد قاسم نانوتوی (م_ 1297ھ) مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے خلفاء تھے- شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا محمد قاسم کے جانشین تھے- انہی بزرگوں کی کوششوں سے دینی تعلیم کا چرچا ہوا-

Marfat.com

(2) باطنی اصلاح و تربیت کے لئے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ نصف صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا' لیکن مولانا تھانوی کی تحریک میں وہ وسعت اور گہرائی نہ پیدا ہو سکی جو مولانا محمد الیاس کی دینی تحریک کو حاصل ہوئی ........

(3) انیسویں صدی کی تیسری اہم تحریک آزادی وطن کی تھی۔ اس سلسلہ میں خود حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے منسلکین نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ غدر کے زمانہ میں تھانہ بھون کا انتظام حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور خود دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصل فرماتے تھے( آزادی وطن کے جس جذبے نے حاجی صاحب کے قلب و جگر کو گرمایا تھ وہ شیخ اہلند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں ایک شعلہ بن گیا تھا وہ اور ان کے رفقاء اور تلامذہ نے ہندوستان سے انگریزی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے لئے جن مصائب کا سامنا کیا' تاریخ ہند کا کوئی دیانتدار مورخ ان کو بھلا نہ سکے گا۔ (ص 232 تا 234)

## حاجی صاحب کے چند نامور خلفاء

(1) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (2) مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (3) شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ (4) مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (5) مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواردی رحمۃ اللہ علیہ (6) مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (7) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (8) مولانا حاجی سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ (9) مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (10) حضرت سید پیر مہرعلی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (11) حضرت مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ (12) مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (13) مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ) (14) مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

## حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نعت گوئی

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کا اظہار ان کی لکھی ہوئی نعتوں سے بخوبی ہوتا ہے۔ آپ کی نعتیں سادہ و سلیس ہیں۔ جو فوراً" دل میں اتر جاتی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند نعتوں کا انتخاب درج کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

کر کے نثار آپ پہ گھر بار یا رسولؐ
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یا رسولؐ
عالم نہ متقی ہوں، نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہ گار یا رسولؐ
کس طرح آہ میں کروں خدمت میں حال عرض
ہوں خجلت گناہ سے سرشار یا رسولؐ
ذات آپ کی تو رحمت و الفت ہے سربسد
میں گرچہ ہوں تمام خطا وار یا رسولؐ
جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیش حق
ان دن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسولؐ
لیجو خدا کے واسطے ان دن مری خبر
عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یا رسولؐ
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسولؐ
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد و غم نے آہ
اب زندگی بھی ہو گئی دشوار یا رسولؐ
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ

(2)

سبز و شاداب گلستان تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے
ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے
مجھ کو بھی روضہ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے
کانٹے تلووں میں چبھیں برگ گل تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرمہ ہووے
ایسی صورت سے درشاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے
گرد آلودہ بدن خاک ملے چہرہ پر
ایک تہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہووے
خار پاؤں میں چبھے بال ہوں سر کے بکھرے
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے
باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردا ہووے
یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے
مری بیتابی و مسکینی پہ رحم آئے ضرور
خود در حجرۂ والائے نبی وا ہووے
گوہر اشک نثار قدم پاک کروں
جز تہی دستی جو کچھ اور نہ تحفا ہووے
اور جب روئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوۂ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

(3)

مرا طالع خفتہ جاگے یقین سے
اگر خواب میں منہ دکھائے محمدؐ
میں اس پر فدا، جان اور دل سے قرباں
مرا جان و دل سب فدائے محمدؐ
محمد کی مرضی ہے مرضی خدا کی
خدا کی رضا ہے رضائے محمدؐ
خجل ہو کے خورشید کا رنگ فق ہے
اگر منہ سے پردہ اٹھائے محمدؐ
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے
ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمدؐ

Marfat.com

(4)

آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ — دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ
طالب دیدار ہوں دکھلائیے۔ — روئے نورانی خدا را یا نبیؐ
حق تعالیٰ کے تمہیں محبوب ہو — کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ
درد ہجراں کے سبب مجھ سے کیا — صبر و طاقت نے کنارا یا نبیؐ
باغ جنت سے ہے افضل لاکھ بار — مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ
مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف — زندگی ہووے دوبارا یا نبیؐ
لیجئے در پر بلا، کب تک پھروں — در بدر یاں مارا مارا یا نبیؐ
چین آتا ہے مرے دل کو تمام — نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ

(5)

اے رسول کبریا فریاد ہے — یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
آپؐ کی الفت میں میرا یا نبیؐ — حال یہ ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے مرے مشکل کشا فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے — تم سے اے نور خدا فریاد ہے
گردن و پا سے مری زنجیر طوق — یا نبیؐ کیجئے جدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے — یا شہ ہر دوسرا فریاد ہے

## غزل

فلک نشان بنے، عرش گیر کہلائے — وہ ایک آہ، جو دل کی سفیر کہلائے
وہ خوش نصیب جو ان کے فقیر کہلائے — جہاں میں صاحب تاج و سریر کہلائے
وہ سر بلند ہوئے جو جھکے ترے در پر — انہیں وقار ملا جو حقیر کہلائے
سمٹ گئے جو تری زلف کی سیاہی میں — وہ تیرہ بخت ہی روشن ضمیر کہلائے
وہی رہے ہیں رسوم و قیود سے آزاد — جو تیری زلف رسا کے اسیر کہلائے
وہ اک نگاہ، حیا سے اگر جھکے تو کماں — جفا کے زعم میں اٹھے تو تیر کہلائے
خدا کا شکر زمانے کی قدر دانی ہے — جوان بھی نہ ہوئے تھے کہ پیر کہلائے
ہم ان کے نور کی ادنیٰ سی اک تجلی ہیں — جو علم و فقر کے مہر منیر کہلائے

وہ مردہ دل ہیں، جنہیں عشق میں ہے جان عزیز
جو اپنی جان پہ کھیلے، نصیر کہلائے

صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر۔ گولڑہ شریف

Marfat.com

## عاشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

# مولانا اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بریلی کے ایک تنگ سے بازار (محلہ جنوبی) میں ایک چھوٹا بچہ نیچا کرتہ پہنے جارہا تھا کوئی ساڑھے تین برس کی عمر تھی اس کے دائیں ہاتھ میں ایک لفافہ تھا وہ دوکاندار سے کوئی چیز خرید کر لایا تھا اور اب تیزی سے گھر کی طرف جارہا تھا اتفاقاً راستے میں اسے چند طوائفیں نظر آئیں جو آپس میں باتیں کرتی مخالف سمت سے آرہی تھیں بچے نے ان زنان بازاری کو دیکھتے ہی اپنا لمبا کرتہ اٹھایا اور اس کے دامن سے اپنی آنکھیں ڈھک لیں۔

عورتوں کے لیے یہ بالکل نئی بات تھی وہ تو یہی دیکھتی تھیں کہ بازار سے گزرنے والے اکثر لوگ انہیں گھور گھور کر دیکھتے ہیں شرم وحیا کا یہ انداز اور وہ بھی ننھے منے بچے کی طرف سے وہ بہت حیران ہوئیں اس غیورانہ انداز نے انہیں بے حد متاثر کیا تاہم انہوں نے ازراہ مذاق کہا۔

"میاں صاحبزادے! نظر تو ڈھک لی مگر ستر کھول دیا"۔

بچے نے آنکھوں پر دامن کی گرفت مزید مضبوط کرلی اور کہا پہلے نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔

ننھے بچے کی زبان سے حکمت و دانائی کی یہ باتیں سن کر عورتوں پر سکتہ طاری ہوگیا کوئی جواب نہ دے سکیں چپکے سے اپنی راہ لی۔

بچے کو جب یقین ہوگیا کہ طوائفیں جاچکی ہیں تو اس نے کرتے کا دامن نیچے کرلیا اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف جانے لگا —— حکمت و دانائی اور فراست و ذہانت کی یہ انمول باتیں کرنے والا ننھا منا بچہ احمد رضا تھا جو آگے چل کر اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہ) کے نام نامی سے دنیا میں معروف ہوا جس نے ایک عالم کے سینے میں عشق رسول ﷺ کی جوت جگائی اور علم وعرفان کے نور سے ایک دنیا کو منور کیا۔

Marfat.com

۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں یہ مبارک بچہ پیدا ہوا تو اس کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاںؒ نے گود میں لے کر فرمایا میرا یہ بیٹا بہت بڑا عالم ہو گا اس کے چشمہ عرفان سے ایک دنیا سیراب ہو گی۔

۱۴ ار جون ۱۸۵۶ء کو احمد رضا خاں پیدا ہوئے تو ان کا تاریخی نام المختاز رکھا گیا والد بزرگوار کا اسم گرامی مولانا نقی علی خاں تھا جن کا تعلق قندھار کے قبیلہ بڑیچ سے تھا ان کے اجداد شاہان مغلیہ کے دور میں لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز ہوئے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا سرکاری فرائض کے سلسلے میں لاہور سے دہلی اور پھر بریلی تشریف لائے اللہ نے یہ اعزاز سرزمین بریلی ہی کو عطا کرنا تھا کہ یہ تاریخی خاندان وہاں مستقل طور پر مقیم ہوا۔

مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے تو یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان سے مسلمانوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا ۱۸۵۸ء کی تحریک آزادی میں علمائے اہل سنت تاریخی رول ادا کرنے کے جرم میں پھانسی کے تختوں پر لٹکائے جا چکے تھے۔ انہیں عبور دریائے شور کی سزائیں مل چکی تھیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے والد ماجد سے انگریزوں کے ظلم و ستم کے روح فرسا واقعات سنتے تو ان کے دل میں انگریزوں سے نفرت کی آگ بھڑکنے لگتی۔ ان کے جی میں آتا کہ ان کے پاس قوت ہو اور وہ انگریزوں کو تہس نہس کرا دیں ——— بہت جلد انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی۔ اللہ نے انہیں غیر معمولی ذہانت و بصیرت عطا فرمائی تھی۔ بچپن ہی میں انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ مکار انگریز علمائے سو کے ذریعے امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تلا ہوا ہے کہیں وہ جھوٹی نبوت کا اجرا کر کے جہاد و قتال کو منسوخ کرا رہا ہے اور کہیں مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول کا جذبہ کم کرنے کے لئے خوفناک سازشیں کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے عظیم والد نے انہیں یہی سبق سکھایا کہ محبت رسولؐ اور شوق جہاد ——— یہی دو چیزیں مسلمانوں کو من حیث القوم استحکام اور رفعت عطا کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تعلیم مکمل کرتے ہی جان لیا کہ فرنگی رہزنوں اور عیاروں کے اشارے پر کچھ لوگ ارشاد و ہدایت کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا بازار گرم کر کے ان کی اجتماعی قوت ختم کر رہے ہیں۔ ان حالات کا اندازہ کرتے ہی انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ عمر بھر ان دین دشمنوں سے لڑیں گے اور مسلمانوں کے سینوں میں عشق رسولؐ کی روشنی تیز کر دیں گے کہ اس کے بغیر ان کے دکھوں کا مداوا ممکن نہیں۔

اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی یہ معلوم نہیں ہو سکا یقین ہے کہ بہت کم عمری میں ہوئی ہو گی کیونکہ چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا

بسم اللہ خوانی کے وقت ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا استاد نے بسم اللہ کے بعد الف با تا ثا جیسے

Marfat.com

پڑھایا جاتا ہے پڑھایا جب ص (لام الف) پر پہنچے تو آپ خاموش رہے استاد نے دوبارہ کہا: صاجزادے :لام الف آپ نے فرمایا: یہ دونوں حرف تو پڑھ لیے ہیں ل بھی اور الف بھی یہ دوبارہ کیوں؟

جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں موجود تھے بولے: بیٹا! استاد کا کہا مانو' جو کہتے ہیں پڑھو آپ نے تعمیل کی اور جد امجد کی طرف دیکھا وہ سمجھ گئے کہ بچے شبہ ہو رہا ہے کہ خروف مفردہ ہیں یہ ایک مرکب لفظ کیسے آگیا فرمایا: بیٹا تمہارا شبہ درست ہے مگر شروع میں تم نے جو الف پڑھا ہے وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ درحقیقت الف ہے لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس لیے ایک حرف یعنی لام اول میں لا کر اس کا تلفظ بنانا مقصود ہے آپ نے کہا: کوئی سا ایک حرف ملا دینا کافی تھا لام کی کیا خصوصیت ہے با' دال' سین' بھی اول میں لا سکتے تھے یہ سن کر دادا نے غائت محبت سے پوتے کو گلے لگا لیا دیر تک دعا دیتے رہے اور پھر توجیہہ ارشاد فرمائی

اسی عمر کا واقعہ ہے کہ ایک روز مولوی صاحب آپ کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے ایک آیہ کریمہ میں ایک لفظ بار بار انہیں بتاتے مگر ان کی زبان سے نہ نکلتا وہ زیر بتاتے مگر اعلیٰ حضرت زبر پڑھتے یہ کیفیت دیکھ کر ان کے جد امجد نے انہیں اپنے پاس بلایا اور کلام پاک کا نسخہ منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی جس کی تصحیح نہ ہو سکی تھی جد امجد نے نسخے میں تصحیح کر دی اور محبت سے پوتے سے پوچھا:

"بیٹا! جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ فرمایا: میں ارادہ کرتا تھا لیکن کوئی زبان پکڑ لیتا تھا"

چھ سال کے تھے کہ ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے آپ نے میلاد شریف پڑھا ایک چھوٹے بچے سے نہایت دلنشیں انداز میں سیرت پاک ؐ کا بیان سن کر لوگ سخت متعجب ہوئے اکثر تو ذہانت کی داد دیتے نہ تھکتے تھے

ذہانت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ میں مولوی صاحب سے سبق پڑھتے تو ایک دو بار دیکھ کر کتاب بند کر دیتے استاد جب سبق سنتے تو لفظ بلفظ سنا دیتے روزانہ یہ حالت دیکھ کر مولوی صاحب سخت متعجب ہوئے ایک روز کہنے لگے: احمد رضا: تم آدمی ہو یا جن مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی

چودہ سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم درسیہ معقول و منقول کی تکمیل کر لی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فاتح فراغ ہوا اسی روز آپ نے رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا والد ماجد نے غیر معمولی طور پر ذہین و طباع دیکھ کر اسی روز سے فتویٰ نویسی کا کام

Marfat.com

ان کے سپرد کر دیا

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت تقریباً پچاس علوم و فنون میں ماہر تھے۔ (ان تمام علوم و فنون میں آپ کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں) آپ نے مندرجہ ذیل ۲۱ علوم و فنون اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ سے حاصل کئے۔

علم قرآن، تفسیر، اصول حدیث، علم حدیث، اصول فقہ، فقہ، جدل تفسیر، عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیئت، حساب، ہندسہ،

حضرت شاہ آل رسول شیخ احمد بن زینی دحلان مکی، شیخ حسین بن صالح مکی شیخ عبدالرحمٰن مکی، شیخ ابوالحسین احمد النوری علیہم الرحمہ سے آپ نے مندرجہ ذیل ۱۰ علوم و فنون حاصل کئے۔

قراۃ و تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب۔

مندرجہ ذیل ۱۴ علوم و فنون آپ نے ذاتی مطالعہ سے حاصل کئے۔

ارثما طیقی، جبر و مقابلہ، حساب سینی، لوگارثمات، توقیت، مناظرہ و مرایا، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئت جریدہ، مربعات، جفر، زائرچہ،

ان کے علاوہ نظم و نثر فارسی، نظم و نثر ہندی، خط نسخ، خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔

۲۱ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت شاہ آل رسول مارہروی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت کی۔ مرشد کامل نے تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت کے ساتھ سند حدیث بھی عطا فرمائی۔

حضرت شاہ آل رسول خلافت و اجازت کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ اعلیٰ حضرت کو مرید ہوتے ہی جملہ سلاسل کی اجازت ملی تو خانقاہ کے ایک حاضرباش سے نہ رہا گیا۔ عرض کیا:

"حضور! آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ ان کو آپ نے فوراً "خلافت عطا فرمادی"۔ حضرت سید شاہ آل رسول نے فرمایا: "میاں! اور لوگ گندے دل اور نفس لے کر آتے ہیں۔ ان کی صفائی پر خاصا وقت لگتا ہے۔ مگر یہ پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے۔ صرف نسبت کی ضرورت تھی، وہ ہم نے عطا کر دی"۔

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مجھے مدت سے ایک فکر پریشان کئے ہوئے تھی، بحمد للہ آج وہ دور ہو گئی۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آل رسول ہمارے لئے کیا لایا ہے، تو میں اپنے مولوی احمد رضا خاں کو پیش کر دوں گا۔

Marfat.com

پھر مرشد نے اعلیٰ حضرت کو وہ تمام اعمال و اشغال عطا فرما دیئے جو خانوادۂ برکاتیہ میں سینہ در سینہ چلے آ رہے تھے۔

۱۸۷۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے وہاں اکابر علماء (سید احمد دحلان، مفتی شافعیہ اور مولانا عبد الرحمٰن، مفتی حنفیہ) سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔

ایک روز مقام ابراہیم میں نماز مغرب سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے قبل ازیں اعلیٰ حضرت کا ان سے کوئی تعارف نہ تھا۔ امام صاحب دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا: میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔ اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عطا فرمائی۔ اس سند میں حضرت امام بخاری تک گیارہ واسطے ہیں۔

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو غایت درجہ محبت تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بغداد شریف یا مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے۔

اپنے پیر خانہ کا اس درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ مارہرہ اسٹیشن سے خانقاہ برکاتیہ تک برہنہ پا تشریف لاتے۔ ایک دفعہ سجادہ نشین صاحب نے رکھوالی کے لئے دو کتوں کی فرمائش کی۔ اعلیٰ حضرت نے کمال ادب سے کہا: فقیر جلد دو کتے حاضر خدمت کر دے گا۔ پھر بریلی سے اپنے دونوں صاحبزادگان کو خانقاہ برکاتیہ میں لائے اور سجادہ نشین صاحب سے کہا: حضور! کتے حاضر ہیں، یہ سارا کام کاج بھی کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی۔

گیارہویں شریف کے تبرک کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کا ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مجھے کار افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی۔ اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے -- حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، دیکھا، تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے تھے۔

آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ طویل عبارت ایک نظر دیکھنے سے ازبر ہو جاتی۔ تذکرۂ نوری میں

Marfat.com

خود آپ کی یہ روایت درج ہے:

"بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیتے ہیں، حالانکہ میں حافظ نہیں ہوں، ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا رکوع مجھ کو سنادیں اور پھر دوبارہ مجھ سے سن لیں"۔

ایک روز خیال آیا لوگ مجھے حافظ قرآن سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں کیوں نہ قرآن مجید حفظ کر لوں۔ چنانچہ ایک ماہ کی قلیل مدت میں قرآن حکیم حفظ کرلیا۔ لطف یہ کہ روزانہ ایک پارہ حفظ کرنے کے باوجود معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔ سب امور حسب معمول انجام دیتے رہے۔ بس تھوڑا سا وقت نماز مغرب کے بعد حفظ قرآن کے لئے نکال لیتے۔

آپ کی ذہانت اور حساب دانی کا ایک واقعہ محدث اعظم کچھوچھوی کی زبانی سنئے:

میں نے حساب کی تعلیم باقاعدہ اسکول میں پائی تھی۔ لہٰذا حساب کی مشق زیادہ تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت وراثت سے متعلق استفتاء میرے سپرد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ ظاہر ہے مورث اعلیٰ کی پندرہویں پشت میں درجنوں ورثا ہوں گے۔ مجھ کو اس کے جواب میں دو رات اور ایک دن سخت محنت کرنی پڑی اور آبہ پائی سے درجنوں ورثاء کے حق کو قلم بند کرنا پڑا۔ نماز عصر کے بعد بیٹھا کہ استفتاء سناؤں۔ وہ بہت طویل تھا۔ فلاں مرا اور فلاں کو وارث چھوڑا۔ پھر فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے۔ اس میں صرف ناموں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ فل سکیپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ ادھر استفتاء ختم ہوا ادھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا۔ درجنوں نام بنام لوگوں کا حصہ بتادیا۔ اب میں حیران و ششدر کہ استفتاء کو بیس مرتبہ تو میں نے پڑھا۔ ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلم بند کیا۔ لیکن مجھ سے صرف سب احیاء کے نام کوئی پوچھے تو بغیر استفتاء اور جواب دیکھے نہیں بتا سکتا۔ یہ کیا تبحر، کیا وسعت مدارک، کتنی شاندار کرامت ہے کہ ایک بار استفتاء سنا تو درجنوں ورثاء کے جملہ نام یاد رہے اور ہر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتادیا جیسے مہینوں کوشش کر کے حصہ و نام کو رٹ لیا گیا ہو"۔

اعلیٰ حضرت طاغوتی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے ہمیشہ چٹان بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دریدہ دہنیت کے پھیلتے اور بڑھتے ہوئے جراثیم کو ختم کر کے انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کی اور بیمار دلوں سے کہا کہ وہ شفا خانہ حجاز سے اپنے درد کا درمان کریں۔ متنبی قادیان نے جب بلند بانگ دعوے کئے تو آپ نے اس کی قلعی کھول کر رکھ دی اور اس کے رد میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ کے کسی عزیز نے پوچھا آپ دریدہ دہنوں کی اس درجہ مخالفت کیوں فرماتے ہیں، آپ کے بر انگیختہ کرنے سے وہ آپ کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

میاں! میں بھی چاہتا ہوں کہ دشنام طراز، کینہ جو اور بد مذہب لوگ میرے آقا و مولانا فخر موجودات سید السادات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ذہن ہٹالیں اور مجھے جی بھر کر کوسیں، میرے لئے یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے طرفداروں کو میں نے اپنے پیچھے لگالیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بے پناہ عشق تھا۔ جب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا تو آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور کی بارگاہ میں حاضری دی؟ وہ ہاں کہتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے۔

آخر عمر میں مولانا عرفان علی بیسل پوری کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو"۔

آپ کے حالات میں ہے کہ جب آپ سونے کے لئے لیٹتے تو لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل بنا لیتے۔

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو جمعۃ المبارک کے روز عین اذان جمعہ کے دوران جب موذن نے حی علی الفلاح پکارا، وصال فرمایا۔ وفات سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا۔ تصاویر ہٹا دو۔ لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کا کیا کام؟ لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ خود ہی فرمایا یہی لفافے کارڈ اور روپے پیسے (جن پر تصویریں ہوتی ہیں)

پھر مندرجہ ذیل وصیتیں فرمائیں۔

سینہ پر دم آنے تک سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد پڑھی جائیں۔ درود شریف بھی متواتر پڑھا جائے۔ رونے والے بچوں کو دور رکھا جائے۔ قبض روح کے فوراً بعد آنکھیں بند کر دی جائیں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں "بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ" کہہ کر نزع میں ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔ میت پر آہ و بکا نہ کی جائے۔ غسل اور کفن سنت کے مطابق ہو۔ مولانا حامد رضا خاں فتاویٰ میں تحریر کی ہوئی دعائیں یاد نہ کر سکیں تو مولانا امجد علی نماز جنازہ پڑھائیں۔ قبر تیار ہو جائے تو سرہانے کی طرف الم سے تا مفلحون پڑھی جائے۔ پائنتی کی طرف آمن الرسول تا آخر پڑھی جائے۔ فاتحہ طویل

Marfat.com

وقفہ نہ کیا جائے۔ میری فاتحہ کا کھانا صرف غربا کو کھلایا جائے"۔

جس روز اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا۔ ٹھیک اسی روز بیت المقدس میں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام حاضر دربار ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ شامی بزرگ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کس کا انتظار ہے؟ سید عالم نے ارشاد فرمایا: احمد رضا خاں کا۔ عرض کی۔ حضور! احمد رضا خاں کون ہے؟ فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔

شامی بزرگ شوق دیدار میں ہندوستان آئے بریلی پہنچ کر اعلیٰ حضرت کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کا عین اسی روز انتقال ہو گیا تھا۔ جس روز خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں احمد رضا خاں کا انتظار ہے۔

عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ حضرت کی زندگی کا نمایاں ترین وصف ہے۔ دوسری مرتبہ جب مدینہ منورہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ کی حاضری کے وقت دل میں یہ تمنا ابھری کہ کاش بیداری کی حالت میں بھی جمال جہاں آرا کی زیارت نصیب ہو جائے اس خیال نے اس قدر بے تاب و بے قرار کیا کہ حالت غیر ہو گئی۔ اسی عالم میں یہ غزل کہی۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ اشعار صاحب الجود والکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت پناہ میں قبول ہوئے اور آپ کے دل کی مراد بر آئی۔ آپ بیداری میں حضور رؤف و رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اعلیٰ حضرت اطاعت کے بغیر عشق کے قائل نہ تھے' آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت نبوی کا بہترین نمونہ تھے۔ حضور کے ارشادات پر آپ کا یقین کس درجہ مستحکم تھا۔ اس کی خود انہی کی زبان قلم سے سنئے۔

"جن دنوں بریلی میں مرض طاعون شدت تھا۔ ایک دن میرے مسوڑھوں میں ورم ہوا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں طبیب نے بغور دیکھ کر ساتھ آٹھ مرتبہ کہا! یہ وہی ہے' یہ وہی ہے' یعنی طاعون۔

میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا۔ اسی لئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہو گا اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو

Marfat.com

دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا- اس بلا سے محفوظ رہے گا وہ دعا یہ ہے-

الحمد اللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا

جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا- الحمد للہ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہو گا- آخر شب میں کرب بڑھا تو دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی- اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا: مسواک اور سیاہ مرچیں- میں نے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا- جب دونوں چیزیں آئیں- اس وقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا- پسی ہوئی مرچیں اس راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں- تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی- اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں- منہ کھل گیا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا"-

اسی طرح ایک باکثرت مطالعہ کے سبب آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی- اس وقت کا ایک بہت سربر آوردہ ڈاکٹر اینڈرسن نامی تھا- اس نے معائنہ کے بعد کہا کہ کثرت کتب بینی سے آنکھوں میں پیوست آگئی ہے- پندرہ دن بالکل کوئی کتاب نہ دیکھئے- اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:-

میں نے التفات نہ کیا اور ایک نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا- ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر آیا- کہا: چار برس میں پانی اترے گا- مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا- الحمد للہ تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں نہ میں نے کتب بینی میں کمی کی نہ کمی کروں گا- میں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم وباقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کرتے رہیں گے-

اعلیٰ حضرت اپنے افعال واعمال میں سنت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا پورا خیال رکھتے تھے- قبلہ کا بے حد احترام فرماتے- کبھی قبلہ کی طرف نہ تھوکتے اور نہ پاؤں پھیلاتے- یہاں تک کہ

Marfat.com

کبھی قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے مسجد سے واپس نہیں ہوئے ہمیشہ قبلہ کی طرف منہ کر کے مسجد سے نکلتے۔

ستر عورت کے بارے میں بہت محتاط تھے یہاں تک کہ کسی کا گھٹنا کھلا ہوتا تو اس کی طرف نظر تک نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ چند فوجی نیکر پہن کر حاضر ہوئے آپ نے ان کی طرف نگاہ نہ فرمائی۔ فوراً ایک کپڑا ان کے زانو پر ڈالنے کے لئے دیا پھر ان کی طرف نگاہ کی اور حسب ضرورت مختصر بات کی۔

ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف میں ایک شاہ صاحب سے ملنے گئے وہ پیری مریدی میں مشغول تھے اتفاق سے جب اعلیٰ حضرت وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شاہ صاحب عورتوں کو بے حجابانہ بیعت کر رہے ہیں۔ یہ خلاف شرح حرکت دیکھ کر آپ کی غیرت دینی نے گوارا نہ کیا کہ ان سے ملیں۔ چنانچہ بغیر ملاقات کئے واپس چلے آئے۔ جب شاہ صاحب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انتہائی افسوس کا اظہار کیا اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔

طہارت میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ وضو کرتے وقت بال کی جڑ تک پانی پہنچانے کا اہتمام کرتے اس مقصد کے لئے پانی کے دو لوٹے ان کے لئے رکھے جاتے تھے پاکیزگی اور نفاست کا یہ حال تھا کہ بریلی میں جب ٹیوب ویل کا رواج ہوا تو فوراً اپنے ہاں لگوایا۔ لگوا کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: اب کنوئیں میں چڑیا کی بیٹ یا کسی نجاست کے گرنے کا احتمال نہیں رہا۔ جو کام الٹے ہاتھ سے کرنے کے ہیں ان کے علاوہ ہر کام کی ابتدا سیدھے ہاتھ سے کرتے، عمامہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ دروازہ مسجد کے زینے پر قدم رکھتے تو سیدھا صحن مسجد میں ایک صف بچھی رہتی تھی۔ اس پر قدم پہنچتا تو سیدھا۔ ہر صف پر تقدیم سیدھے قدم سے فرماتے۔ یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر قدم سیدھا ہی پہنچتا۔ اگر کسی کو کوئی چیز دینی ہوتی تو سیدھے ہاتھ میں دیتے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ جب لکھتے تو دائیں طرف سے ابتدا کرتے۔ پہلے ۶ پھر ۸ پھر ۷ تحریر فرماتے۔

روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے۔ چاروں طرف کرسیاں رکھدی جاتیں۔ یہی وقت عام ملاقات کا تھا۔ اس مجلس میں لوگ دینی مسائل دریافت کرتے تو ان کے جواب دیتے۔ جو خطوط آئے ہوتے ان کے جوابات لکھواتے۔ مغرب کی نماز کے بعد زنان خانہ میں چلے جاتے اور وہیں تصنیف و تالیف، کتب بینی اور اوراد و اشغال میں مصروف رہتے۔

حدیث کی کتابوں پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے اگر حدیث شریف یا اس کی شرح بیان فرما رہے ہوتے اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ خاطر ہوتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانوں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ لوگوں کو ہمیشہ سنت نبویؐ کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین

Marfat.com

فرماتے۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو زبان میں کسی عالم دین نے اس قدر دینی کتب یادگار نہیں چھوڑیں۔ جس قدر آپ کی ہیں۔ المیزان بمبئی (امام احمد رضا نمبر) میں آپ کی ۵۴۸ کتابوں کی فہرست موجود ہے آپ نے بے شمار علوم و فنون میں کتابیں لکھیں ہیں۔ صرف، تفسیر و حدیث اور فقہ و حدیث میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۱۲۲ ہے۔ انہی میں ایک فتاویٰ رضویہ ہے جو تقریباً پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام لیا ہے۔ یہ اس کا انتہائی فضل و کرم ہے۔

یہ بات باون تولہ پاؤ رتی درست ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تنہا اعلیٰ حضرت بریلوی نے جو کام انجام دیا ہے وہ ایک ادارہ نہیں دس ادارے مل کر بھی انجام نہیں دے سکتے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

Marfat.com

# حضرت مولانا سیّد محمدؐ المعروف محدّث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ غالباً ۱۹۵۵ کی ایک رات تھی۔ لاہور میں بعد نماز عشاء حضرت محدث اعظم کچھوچھویؒ نے تقریر کرنی تھی۔ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ لیکن حضرت محدث اعظم کا نام نامی میرے لیے نیا نہیں تھا۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے ہم ان کا نام اکثر سنتے رہتے تھے۔ حضرت کی زیارت اور ان کی تقریر سننے کا شوق ہمیں کشاں کشاں جلسہ گاہ لے گیا۔ حضرت تشریف لائے تو مولانا حکیم غلام محمد ترنم مرحوم نے اپنی افتتاحی تقریر میں بطور خاص تحریک پاکستان کے حوالے سے حضرتؒ کی عظیم الشان خدمات کا ذکر کیا۔ حضرتؒ کی تقریر کے بارے میں تو اب کچھ زیادہ یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ شب برات کے بارے میں ان کی انتہائی موثر اور دل میں اتر جانے والی باتیں سن کر ہم سب دوست رات بھر جاگے تھے۔ یا پھر تصور میں یہ محفوظ ہے کہ ہم نے اس رات ایک بے حد خوبصورت اور انتہائی قیمتی اور دلکش لباس والے بزرگ کی زیارت کی تھی۔

تقریب کے اختتام پر ہم حضرت سے مصافحہ کے لئے سٹیج کی طرف بڑھے۔ وہاں بے پناہ رش تھا۔ خدا خدا کر کے ہماری باری آئی۔ مصافحہ کے ساتھ ہی میں نے دست بوسی کا شرف بھی حاصل کیا۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بزرگوں اور لیڈروں کو دیکھا ہے لیکن بہت ہی کم بزرگ ایسے ہوں گے کہ میں نے مصافحہ کے وقت ان کی دست بوسی بھی کی ہو۔ لیکن حضرت کی صورت میں ایسی موہنی تھی کہ ان کو دیکھ کر مصافحہ کرنے کو جی چاہا اور جب یہ کافی معلوم نہ ہوا تو جی دست بوسی کے لئے چاہا۔ الحمد اللہ اس شرف پر آج بھی فخر محسوس ہوتا ہے۔

تحریک پاکستان کا ذکر آئے۔ تو ذہن میں بنارس سنی کانفرنس کی یاد تازہ ہونے لگتی ہے۔ جس کا ذکر ہم بچپن میں اکثر سنتے تھے۔ اس کانفرنس میں جن علمائے کرام نے تحریک پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی ان میں حضرت محدث اعظم کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے۔ اس زمانے میں آپ

Marfat.com

نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں متحدہ ہندوستان کے طوفانی دورے کیے تھے۔ اور جگہ جگہ جا کر لوگوں کو پاکستان کے قیام کا مقصد سمجھایا تھا۔ نیز مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ ہندوؤں سے نبرد آزمائی کے لیے (جس کا مستقبل میں بہت امکاں تھا) خود کو تیار کریں۔ یہ تلقین حضرت نے بنارس سنی کانفرنس (منعقد ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) میں بھی کی تھی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:۔

"حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید ضرورت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے۔ جسمانی صحت و تندرستی کے لئے تو یہ بہت ہی ضروری ہیں۔ کبھی یہ چیز صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص تھی۔ غواصی' تیراکی' شہسواری' اور لکڑی چلانا' داؤ پیچ سیکھنا ہمارا مشغلہ تھا۔ جس میں ہمارا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ہماری تندرستی ضرب المثل تھی۔ ہمارے جوانوں کو ضیغم نر اور صف شکن کہا جاتا تھا۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی' تن آسانی' کاہلی' چیزوں پر بے رونقی آ گئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اکھاڑا ایک مستقل ادارہ ہے۔ جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلایا جائے اور ایک نظام میں "بنیان مرصوص" کی طرح قومی حفاظت کا قلع بنانا ہے۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور ہو گی' اور کمزوری وہ بلا ہے کہ جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں"۔

اب تو اکھاڑوں کا رواج ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکھاڑہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے' جہاں تلوار چلانے کی تربیت دی جاتی تھی۔ تلوار چلانے کے ماہرین مسلمان نوجوانوں کو مشق کراتے اور تلوار چلانے کی تربیت دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت محدث اعظمؒ کا مسلمانوں کو بطور خاص اکھاڑے قائم کرنے کا مشورہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ آئندہ پیش آنے والے ہندو مسلم فسادات کو اپنی چشم بصیرت سے صاف دیکھ رہے تھے' جب اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں اور سکھوں نے پنجاب اور یوپی کے دیہات میں لاکھوں نہتے مسمانوں کو نہایت بے دردی اور سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔

اس زمانے میں پاکستان کے بارے میں سب مسلانوں کے ذہن میں ایک ہی تصور تھا کہ ایک ایسی سرزمین کا حصول جہاں قرآن سنت کا نظام نافذ ہو گا۔ بنارس سنی کانفرنس میں تصور پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

" ہم کیسا پاکستان بنائیں گے' اس بارے میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقیؓ کو دیکھ لیا جائے۔ دور فاروقیؓ کی سیر کر لی جائے۔ شوکت عثمانیؓ کو نظر میں لایا جائے' خلافت مرتضویؓ کا دیدار کر لیا جائے' ہم اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے"۔

لیکن افسوس صد افسوس پاکستان بننے کے بعد قائداعظم مرحوم کی زندگی نے وفانہ کی اور ان

Marfat.com

کی آنکھیں بند ہوتے ہی جاگیردار طبقہ جونک کی طرح اقتدار سے چمٹ گیا۔ نتیجتہ" پاکستان کا اصل مقصد غتربود ہو گیا' اور آج جو حال اپنا ہم دیکھ رہے ہیں' وہ سب انہی کی بدولت ہے۔

حضرت کچھوچھوی اپنی چشم بصیرت سے ان بدلتے ہوئے حالات کو بڑے دکھے دل کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں جب وہ آخری مرتبہ پاکستان آئے' تو ایک شخص نے ان سے کہا' حضرت! آپ ہجرت کر کے پاکستان میں کیوں نہیں آجاتے۔ تو انہوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: مولوی صاحب! ہندوستان میں مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے' لیکن پاکستان کے حالات بتا رہے ہیں کہ یہاں ایمان کو خطرہ ہے۔

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے۔ کیا بعد کے حالات نے ان کے اس اندیشے کو صحیح ثابت نہیں کیا؟ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک کے ساتھ ہم نے کیا سلوک روا رکھا ہے!

قیام پاکستان کے لیے شب و روز انتھک محنت کرنے والے یہ بے بدل و بے نظیر عالم ربانی حضرت مولانا سید محمد ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۸۹۴ء کو متحدہ ہندوستان کے شہر جائس (ضلع رائے بریلی۔ یوپی) میں پیدا ہوئے۔

والد گرامی قدر مولانا حکیم سید نذر اشرف رحمتہ اللہ علیہ نے "محمد" نام رکھا۔ آپ کا شجرہ نصب اس طرح ہے۔ سید محمد بن نذر اشرف بن فضل حسین بن منصب علی بن قلندر بخش بن تراب اشرف بن محمد نواز بن محمد غوث بن جمال الدین بن عزیز الرحمٰن بن محمد عثمان بن ابوالفتح بن سید محمد بن اشرف بن حسن بن عبدالرزاق نورالعین بن عبدالغفور حسن بن احمد بن بدرالدین حسن بن علاء الدین علی بن شمس الدین بن سیف الدین بن یحییٰ حموی بن ابوالفرح محمد بن ابوصالح عماد الدین بن تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن میراں محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ بن سید ابو صالح موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ زاہد بن۔ سید محمد بن سید داؤد بن موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن موسیٰ جون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا امیرالمومنین حضرت امام حسن بن مولائے کائنات امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

چار سال چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو آپ کی رسم تسمیہ خوانی ادا کی گئی۔ قاعدہ بغدادی اور پارہ عم والدہ محترمہ سے پڑھے۔ اس کے بعد آپ نے ۲۹ دن میں بقیہ ۲۹ پارے ختم کئے۔ یعنی ۵ سال کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم کرلیا۔ پھر اپنے والد ماجد حکیم سید نذر اشرف سے فارسی کی کتابیں آمدنامہ' مصدر فیوض' دستورالبعیان' بہار

Marfat.com

عجم، گلستان، بوستان، انوار سہیلی، قصائد عرفی اور سہ نثر ظہوری وغیرہ اور عربی کتب میزان، مشعب، پنج گنج زبدہ دستور المبتدی، صرف کبیر، علم الصیغہ، نحو میر شرح ماتہ عامل، ہدایت النحو اور کافیہ وغیرہ پڑھیں۔

پھر مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں داخل ہوئے اور سند فضیلت حاصل کی۔ پھر پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد محدث سورتی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور صحاح ستہ کے علاوہ موطاف و معانی الاثار وغیرہ کتابیں ''سبقاً سبقاً'' پڑھیں اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ فتاویٰ نویسی کے سلسلے میں بریلی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار فرمائی اور فتاویٰ نویسی کا شغل جاری رکھا۔ فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کرنے کے بعد آپ بدایوں میں مولانا مطیع الرسول قادریؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور سند حدیث حاصل کی۔ مولانا مطیع الرسولؒ نے سند کے ساتھ آپ کو محدث اعظم کا لقب بھی عطا فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۷ برس کی تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور سید محمد میرؒ کے مدرسہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی تصنیف و تالیف اور مناظروں کا سلسلہ بھی شروع کیا اور کئی مفید رسائل مرتب فرمائے۔

اسی زمانے میں باطنی جذبات نے منازل عرفاں طے کرنے کی طرف ابھارا اور کچھوچھہ شریف میں حضرت سید شاہ احمد اشرف اشرفی الجیلانیؒ سے بیعت ہوئے اور مرشد کامل کے ایماء پر چلہ کشی میں مشغول ہوئے۔ تین سال اس راہ میں سخت ریاضت و محنت کی اور بقول حضرت مولانا سید مظاہر اشرف مدظلہ العالی اسم ذات اور اسم صفات کے ورد سے آپ میں آثار جہانگیری نمایاں ہو گئے۔ بعد ازاں مرشد کامل نے خلافت کے ساتھ دعائے سیفی کی اجازت سے بھی نوازا۔

## ایک دہریہ سے مناظرہ:

حضرت زبردست مناظر تھے۔ ایک مرتبہ بنگال کے تبلیغی دورے پر تھے۔ مالوہ کے قریب ایک گاؤں میں ایک دہریہ سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ دہریہ نے سوال کیا کہ اللہ خالق ہے یہ مخلوق؟ اس سلسلے میں اس نے قرآن و حدیث سے کوئی دلیل سننے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ دہریہ اس سے قبل تقریباً پچیس علمائے دین سے مناظرہ کر چکا تھا۔ گاؤں کے دیہاتیوں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے مہنت صاحب کو قائل کر لیں تو ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔ یہ سن کر حضرت محدث اعظمؒ نے اس کو قائل کرنے کے لئے ایک بڑے کاغذ پر ایک لکیر کھینچی اور

Marfat.com

بہترین لباس زیب تن فرماتے تھے' حضرت محدث اعظمؒ بھی انہی کی اولاد پاک سے تھے۔ ان کے لباس کو دیکھ کر بھی حضرت غوث پاک کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ بہترین کپڑے کی عبا' قیمتی کپڑے کی صدری' جس میں خوبصورت عمدہ قسم کے بٹن ہوتے' زیب تن فرماتے ہاتھ میں نقرئی دستہ کا عصا اور سر پر چودہ گز کا زرد یا سرخ صندلی رنگ کا عمامہ ہوتا۔ رعب اس قدر کہ کسی دنیا دار کو آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

آپ کا رنگ گندمی' چہرہ گول اور آنکھیں بڑی بڑی اور سرخی مائل تھیں۔ جسم فربہ اور قد تقریباً" پانچ فٹ دس انچ۔ داڑھی مبارک سفید تھی۔

حضرتؒ کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ آپ کے دیوان "فرش پر عرش" کی یہ نعت مجھے بہت پسند ہے اور کبھی نہیں بھولتی ۔

نسیم پر' نہ صبا پر' نہ باد صرصر پر
میں اڑ رہا ہوں تو زور ہوائے دلبر پر

نہ بیگناہی' نہ کچھ نیکیوں کے دفتر پر
ہمارا تکیہ ہے اپنے شفیع محشر پر

نہ سلسبیل' نہ تسنیم پر' نہ کوثر پر
میری نظر ہے نگاہ خمار پرور پر

وہ اقتدار کہ بیٹھ آئے عرش اکبر پر
یہ شان فقر کہ لیٹے نہ نرم بستر پر

کسی کو چیر دیا تو کسی کو پھیر دیا ہے
یہ دبدبہ ہے ترا ماہ و مہرو خاور پر

ہر ایک زخم جگر کہہ رہا ہے یہ سید
میں ان کے تیر کے صدقے' نثار خنجر پر

میں نے مضمون کے آغاز میں تحریک پاکستان کے حوالے سے محدث اعظمؒ کی خدمات کا ذکر کیا تھا' جی چاہتا ہے کہ اختتام پر بنارس سنی کانفرنس میں آپ کا ارشاد فرمودہ ایک آدھ جملہ مزید سنا دوں' فرمایا:

"ہم جس یقین پر (پاکستان کے) اس مسئلے میں مسلم لیگ کی تائید کرتے ہیں' وہ صرف اس

Marfat.com

دہریہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ لکیر بہت سے لفظوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی برابر برابر نقطے لگاؤ اور سب کو جوڑ دو تو لکیر بن جاتی ہے۔ وہ بولا: ہاں' یہ سب تو ٹھیک ہے۔ یہ سن کر حضرتؒ نے اس لکیر کو تقسیم کرنا شروع کیا' تمام نقطے بٹ گئے اور آخر میں صرف ایک نقطہ باقی رہ گیا۔ آپؒ نے فرمایا: اب اس کو بھی تقسیم کرو۔ وہ بولا: یہ نقطہ ناقابل تقسیم ہے۔ اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کی تقسیم ممکن نہیں۔ دہریے کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا: بالکل اسی طرح جیسے نقطہ اضافے کا باعث ہے یعنی تمام نقاط کا خالق ہے۔ مگر یہ خود مخلوق نہیں۔ کیونکہ اگر یہ نقطہ ہی نہ ہو' تو اضافہ کیسے ہو گا' لکیر کیسے بنے گی۔ بس یہی دلیل ہے کہ اللہ خالق ہے' ایک ہے' واحد ہے اور سب اسی کے نور سے پیدا ہوئے۔ وہ کسی کے نور سے پیدا نہیں ہوا۔ وہ مہنت ریاضی دان بھی تھا۔ یہ دلیل اس کی سمجھ میں آگئی۔ فوراً" کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی گاؤں کے تمام لوگ (جن کی تعداد ۵۰۰ خاندان پر مشتمل تھی) مسلمان ہو گئے۔

حضرت محدث اعظمؒ کی تمام عمر تبلیغ اسلام میں گزری۔ آپ کے تبلیغی دوروں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سال میں صرف ایک ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر میں قیام فرماتے تھے۔ مصروفیات کا یہ حال تھا کہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے فتاویٰ تحریر فرماتے۔ مناظرے کرتے۔ تعویذات لکھ کر دیتے۔ بیعت فرماتے اور روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں ملنے والے خطوط کا جواب لکھتے۔

## معمولات:

تہجد سے اشراق تک عبادت میں مشغول رہتے' بعد نماز اشراق آرام فرماتے۔ دن کو بارہ بجے کے بعد اکثر لوگوں کے ہاں مدعو ہوتے۔ جہاں تشریف لے جاتے حاضرین کو روحانی فیوض و برکات سے نوازتے۔ نماز ظہر کے بعد خطوط کے جواب لکھتے یا لکھواتے۔ بعد عصر فتاویٰ تحریر فرماتے۔ مغرب کے بعد دعائے سیفی کا وظیفہ پڑھتے جو عشاء تک جاری رہتا۔ عشاء کے بعد کھانا تناول کرتے اور پھر لوگوں سے عام ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا۔ رات ساڑھے دس گیارہ بجے جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے۔ تقریباً" بارہ بجے آپ کی تقریر شروع ہوتی' جو عام طور پر دو گھنٹے جاری رہتا۔ خطاب کے بعد سینکڑوں لوگ آپ سے بیعت ہوتے۔

## ذوق لباس اور حلیہ:

حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات طیبات میں ہے کہ آپ وقت کا

Marfat.com

قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کی جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی گئی ہو...... اگر ہماری اس سمجھی ہوئی تعریف کے علاوہ مسلم لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا، تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا"۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ حضرت قائداعظمؒ کی وفات کے بعد حضرت محدث اعظمؒ نے محسوس کرلیا تھا کہ پاکستان میں نفاذ اسلامی کے بجائے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا تسلط قائم ہو رہا ہے، تو آپ کے ایماء پر یہاں جمعیۃ علمائے پاکستان قائم کی گئی، جس کا مقصد وحید صرف اور صرف پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا قیام تھا۔ اپنے قیام پاکستان کے دنوں میں آپ نے جلسوں میں عوام اور حکمرانوں کو قیام پاکستان کا مقصد یاد دلایا تو آپ کو ایک سرکاری حکم کے ذریعے "سیاسی تقریریں" کرنے سے روک دیا گیا۔ افسوس یہ سلوک اس عظیم ہستی کے ساتھ روا رکھا گیا، جس کے شب و روز قیام پاکستان کے لئے وقف تھے اور جسے ہم پاکستان کے بانیوں میں شمار کر سکتے ہیں۔ کاش مقصد پاکستان کے سلسلے میں حضرت محدث اعظمؒ کی آرزو جلد پوری ہو، اور ہم سب پاکستان میں ثمرات اسلام سے بیش از بیش بہرہ ور ہوں کہ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ۔

☆☆☆☆☆

## معذرت

کتاب کی ضخامت اندازے سے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے کئی اولیاء اللہ کے حالات طیبات اور کتابیات (یعنی ماخذ کتب کی فہرست، جن کی تعداد تین سو سے زائد ہے) شائع ہونے سے رہ گئے۔ انشاء اللہ یہ سب آئندہ اشاعت میں شامل ہو گا۔ تاہم ضروری حوالہ جات ہر مضمون میں اپنے مقام پر موجود ہیں

(عابد نظامی)

Marfat.com